مراسم عزاداری
قرآن و حدیث کی روشنی میں
مؤلف
حضرت مبلغ اعظم مناظر اسلام مولانا محمد اسماعیل سابق دیوبندی
علامہ غلام مصطفی انصاری فاضل دمشق

قرآن و حدیث کی روشنی میں

مؤلف

سلطان المناظرین، وکیلِ آلِ محمدؐ، مبلغِ اعظم

حضرت مولانا محمد اسماعیل (سابق دیوبندی)

تخریج و تحقیق

خطیب عدیلۃ الحسینؑ

ثقۃ الاسلام علامہ غلام مصطفیٰ انصاری، فاضلِ دمشق

نظرثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحینؒ

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون: 35425372

کتاب	:	مراسم عزاداری (قرآن و حدیث کی روشنی میں)
مؤلف	:	مولانا محمد اسماعیل (سابق دیوبندی)
تخریج و تحقیق	:	علامہ غلام مصطفیٰ انصاری
نظر ثانی	:	علامہ ریاض حسین جعفری، فاضل قم
اشاعت	:	2016ء
تعداد	:	1000
ہدیہ	:	[illegible] روپے

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

میں اس کتاب "مراسم عزاداری" کو قرآن وحدیث کی روشنی میں
کائنات کی سب سے پہلی عزادار
شریکۃ الحسین حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا ملکہ شام کی نذر کرتا ہوں!
اس بی بی کے نام...... جو اسرار امامت کی گوہر یگانہ ہیں
اس بی بی کے نام...... جو حیدر کرار کی بیٹی ہیں
اس بی بی کے نام ...... جو عصمت وطہارت کے سمندر کا نگینہ ہیں
اس بی بی کے نام...... جو ہمدردی وغمگساری میں مثل آسیہؑ ہیں
اس بی بی کے نام...... جو تربیت دینے میں مثل ہاجرہؑ ہیں
اس بی بی کے نام...... جو طمانیت میں مثل مریمؑ ہیں
اس بی بی کے نام...... جو سیرت میں مثل سارہؑ ہیں
اس بی بی کے نام...... جو نگاہ میں مثل خدیجہؑ ہیں
اس بی بی کے نام...... جو راہنمائی میں مثل زہرا سلام اللہ علیہا ہیں
اے ملکۂ کونین وشہزادی عصمت کی لخت جگر محافظہ امامت
اے عقیلۂ بنی ہاشم اے ثانی زہرا"
میری اس حقیر کاوش کو اپنی کریمانہ بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے
بارگاہ توحید اور بارگاہ رسالت وامامت میں شفاعت فرمائیں۔

اظہار تشکر

کتاب ہذا کی تحریر اور اشاعت میں سب سے زیادہ حصہ برادر بزرگ جناب علامہ ریاض حسین جعفری صاحب کا ہے جن کے بارہا اصرار اور ہمت افزائی نے بندہ کو اس قابل بنایا کہ مجھ جیسا حقیر اس قدر کارِ عظیم کو انجام دے سکے۔

اشاعت کے مرحلے میں علامہ صاحب کی مکمل معاونت حاصل رہی۔ اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے مقدس مال وکاروبار کے صدقے میں قبلہ جعفری صاحب کو مال ورزق کی وسعتوں سے نوازے اور سید الساجدین علیہ السلام کے صدقے میں صحت وتندرستی اور شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے، آمین!

برادر بزرگ قبلہ جعفری صاحب لاہور کے ایک کونہ میں گوشہ تنہائی کے لمحات سے مانوس ہو کر جس طرح کتابوں کی دنیا بسائے ہوئے ہیں یقیناً یہ ایک عبادت بھی ہے اور خاندانِ تطہیر کی خوشنودی کا باعث بھی۔

مجھے علامہ صاحب کے گلستانِ علم پر بارہا حاضر ہونے کا موقع ملا۔ دلی خوشی ہوئی کہ قبلہ جعفری صاحب کی کُل کائنات کا نام صرف "کتاب" ہے۔

کتاب پڑھنا، کتاب لکھنا، کتاب چیک کرنا، کتاب کا سائز بنانا، کتاب کا ٹائٹل مرتب کرنا، کتاب شائع کرنا اور کتاب کو ہدیہ مومنین کرنا۔ یعنی علامہ صاحب کے اس سفر عشق کا آغاز بھی کتاب اور انتہا بھی کتاب۔ آپ شب وروز نشر علوم آلِ محمدؐ میں مصروف بہ عمل ہیں۔

اللہ تعالی بحق محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام انھیں ہمیشہ ملت محرومہ کی رہنمائی کی توفیق عطا فرمائے اور آپ مادرِ حسنین علیہم السلام کے لطف خاص سے اپنے اس عظیم مشن کو تا قیام قائم عجل اللہ فرجہ الشریف جاری وساری رکھ سکیں، آمین!

خادم العلم والعلما

غلام مصطفی انصاری

فاضل دمشق

عرضِ ناشر

پروردگارِ عالم اپنے دین کی سربلندی و سرفرازی کے لیے اپنے صالح و نیک سرشت بندوں کا انتخاب کرتا ہے، جو اپنے شب و روز رضائے الٰہی کے حصول کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ وہ ہدایت و ارشاد اور وعظ و تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ وہ افراد جو جادۂ حق سے بھٹک چکے ہوتے ہیں یا گم گشتہ راہ ہوتے ہیں یا ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں کے سالک ہوتے ہیں، یہ اُن کی اِصلاح و فلاح اور تزکیہ و تنزیہہ کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ اور اُن کو حق و حقیقت اور صراطِ مستقیم دکھانے کے لیے برسرِ پیکار رہتے ہیں۔ وہ کتنے عظیم لوگ ہوں گے جن کی زندگی کا نصب العین اور مقصدِ حیات دینِ اسلام کی آبیاری و سرفرازی ہو؟ یہ کیسے پاک و پاکیزہ اور پارسا نفوس ہیں؟

پروردگار نے ہر صاحبِ عقل کو مُکلّفِ شرعی بنایا ہے کہ وہ اچھائی اور بُرائی کی تمیز کرے کہ وہ نیکی اور بدی پر جزا و سزا کا مستحق ٹھہرے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر انسان کو بارگاہِ ایزدی میں توفیق کی دُعا کرنی چاہیے۔ اگر توفیقِ خیر سلب ہو جائے تو پھر بڑے بڑے صاحبانِ کمال و جلال فرصت کے لمحات سے کماحقہٗ استفادہ نہیں کر سکتے۔ انسان کو دربارِ توحید میں توفیق کی دُعا کرتے رہنا چاہیے۔

وہ افراد لائقِ صد تحسین ہیں کہ جنھوں نے جامہ بشری میں اَنمٹ نقوش

چھوڑے۔ لوگوں کی اُفکار و اَذہان کو بدل کر رکھ دیا۔ اُن کی تقدیر کو سنوار دیا، وہ لوگ جو گمراہی کی وادیوں میں بھٹک رہے تھے، اپنی آخرت کو تباہ و برباد کر چکے تھے، جو جہنم کا ایندھن بن چکے تھے، اُن کے مقدر جاگ اُٹھے، اُن کی آخرت سنور گئی۔ وہ جو دشمنانِ آلِ محمدؐ کی صف میں نمایاں نظر آتے تھے، وہ محبانِ آلِ رسولؐ کے لشکر میں شامل ہونے لگے۔

ایسے چند عظیم لوگوں میں ایک مرحوم مولانا محمد اسماعیل ہیں جن کے مقدر نے یارا کیا کہ اُن پر آلِ اطہارؑ کی نگاہِ کرم ہوئی تو اُنھوں نے سیدہ زہراؑ کی وکالت میں ساری عمر گزاری۔ آپ کی زندگی محمدؐ و آلِ محمدؐ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے گزری۔ آپ فنِ مناظرہ پر یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کو فرقہائے اسلامی کی عظیم و ضخیم کتابوں کے حوالہ جات اَزبر یاد تھے۔ آپ کی آواز میں کڑک تھی اور گرجتی ہوئی آواز فریقِ مخالف پر رُعب و دبدبہ ڈال دیتی تھی۔ آپ کا اندازِ سخن نرالا تھا کہ آپ کے استدلال و بُرہان سے مجمع اَش اَش کر اُٹھتا تھا۔ ایسا منظر چشمِ فلک نے کئی دفعہ دیکھا کہ سارے کا سارا پنڈال کلمہ علیؑ ولی اللہ پڑھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ کے انوکھے انداز نے اکثر پورے کے پورے گاؤں کو سیدۂ بتولؑ کا متوالی بنا دیا۔ آپ نے ہزاروں لوگوں کو بابِ مدینۃُ العلم پر لا کھڑا کیا۔

آپ فقط فنِ مناظرہ میں ہی کمالات و جمالات نہیں رکھتے تھے بلکہ مجالسِ عزا کے حوالے سے کہنہ مشق خطیب و ادیب بھی نظر آتے تھے۔ آپ کی مجالس سننے اور آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ہزاروں لوگوں کا جمِ غفیر بے تاب ہوتا تھا۔ آپ مجالسِ عزا میں مترادف الفاظ کا اس طرح استعمال کرتے کہ ایسے محسوس ہوتا کہ آپ اشعار یا رُباعی پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے وطنِ عزیز کے طول و عرض میں مجالسِ عزا

سے خطاب کر کے عاشقانِ آلِ رسولؐ کی مودّت کو جلا بخشی۔

مولانا مرحوم نے مصروف ترین زندگی گزاری۔ آپ کی زندگی کا کوئی علمی پہلو تشنہ نہ تھا۔ آپ درس و تدریس اور تحریر و تحقیق میں بھی اَوجِ کمال حاصل کیے ہوئے تھے۔ اگر کسی نے مکتبِ اہلِ بیتؑ پر تابڑ توڑ حملہ کیا تو آپ نے دندان شکن جواب دیا کہ پھر اس کو عمر بھر ایسی جسارت کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

زیرِ نظر کتاب بھی آپ کے تین رسالوں کی تحقیق و تخریج کا مجموعہ ہے۔ جس میں مرحوم نے تین رسالوں کا مُسکت جواب دیا تھا۔ جن کی تخریج و تحقیق برادر عزیز ثقۃ الاسلام علامہ غلام مصطفیٰ انصاری نے کی ہے۔ مبلغِ اعظم نے بیسیوں شاگرد چھوڑے جو منبرِ حسینیؑ پر تو جلوہ فگن رہے لیکن اُنھوں نے مرحوم مولانا کے آثارِ خالدہ پر کام نہ کیا۔ یہ سعادت انصاری صاحب کو نصیب ہوئی۔ آپ نے محنتِ شاقہ کی اور مرحوم کے مشن کو آگے بڑھایا۔ حوالہ جات کو اصل کتب سے نقل کیا ہے۔ اہلِ سنّت کی معتبر کتب کے حوالے نقل کیے۔ مناظرہ کے ساتھ روشِ تحریر علمی و تحقیقی بھی ہے۔

مولانا انصاری چونکہ ایک دبنگ عالم ہیں۔ ہر صاحبِ کمال کی عزت کرنا کوئی مولانا سے سیکھے۔ مولانا انصاری ہر وقت مرغِ بسمل کی طرح تڑپتے رہتے ہیں کہ ہمارے پاس ان بزرگوار کا چھوڑا ہوا کتنا بڑا علمی سرمایہ ہے۔ لیکن ہائے افسوس! ہماری مِلّت اس سے استفادہ نہ کر سکی۔ مولانا نے یہ مشکل کام اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مِلّت میں کون ان کے ہم سفر ہوتا ہے؟

مولانا بذاتِ خود ایک کہنہ مشق خطیب ہیں جو عبا قبا زیب تن کیے ہوئے سر پر عمامہ سجائے ہوئے منبر کی زینت ہوتے ہیں۔ آپ منبرِ حسینیؑ پر استدلالی اور منطقی گفتگو کرتے ہیں۔ نذر و نیاز کی پرواہ کیے بغیر اَفکار و علومِ اہلِ بیتؑ کو اَطراف

واَکنافِ عالم میں پہنچا رہے ہیں۔ آپ کے اندر مکتبی جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ آپ کی مطمحِ نظر اپنے ربّ کی رضایت اور ہادیانِ برحق کی خوشنودی مطلوب ومقصود ہے۔ آپ سے ریاکاری سے کوسوں دُور بھاگتے ہیں۔ آپ پاک سیرت عالم ہیں۔ انصاری بھائی کے دامن میں یہ کریڈٹ بھی ہے کہ آپ کے بزرگان نے اپنی روشِ صالح سے صدہا لوگوں کو 'ولایتی' بنایا۔ دُعا ہے کہ پروردگارِ عالم اُن کے بزرگان کو بحق معصومین علیہم السلام اجرِ جزیل عطا فرمائے۔

میری قوم سے استدعا ہے کہ ان کی مجالس ومحافل سے استفادہ کریں اور ان کے ہمراہ جادۂ حق پر سوار ہو جائیں۔ دُعا ہے کہ پروردگارِ عالم ہم سب کو مکتبِ آلِ اطہار علیہم السلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سیدہ بتولؑ ہم سے راضی وخوشنود ہوں۔

والسلام مع الاکرام

طالبِ دُعا!

ریاض حسین جعفری، فاضل قم

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

حضرت مبلغ اعظم

مولانا محمد اسماعیل مرحوم

ولدیت: مولانا سلطان علی مرحوم ولادت: ۱۹۰۱ء۔ وفات: ۱۵ جمادی الثانیہ ۱۳۹۶ھ/ ۱۴ جون ۱۹۷۶ء۔ مدفن: کربلا دھپ شاہ فیصل آباد۔

مولانا محمد اسماعیل ۱۹۰۱ء کو بمقام سلطان پور لوہیاں نزد فرید سرائے ریاست کپورتھلہ ضلع جالندھر کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد جماعت اہل حدیث کے ایک جید عالم دین تھے جو مرتے دم تک اپنے آبائی مذہب پر رہے مولانا سلطان علی کا انتقال ایک سو بارہ برس کی عمر میں حضرت مبلغ اعظمؒ کے انتقال سے چند سال قبل ہوا تھا۔

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ اس کے بعد مبادیات پڑھنے کے لیے حکیم محمد حسن میٹھ پوری کے شہر میٹھ پور چلے گئے پھر رائے پور میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ (م ۱۳۸۲ھ) سے استفادہ کیا اس کے بعد مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں داخل ہو گئے جہاں حضرت خیر محمد جالندھری (م ۱۳۹۰ھ) اور حضرت مولانا محمد علی جالندھری (م ۱۳۹۱ھ) کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر دیوبند کا رخ کیا جہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید انور شاہ کاشمیری اور شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی سے اخذ فیض کیا۔ پھر آپ ڈابھیل چلے گئے جہاں شیخ القرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی سے قرآن پاک

کی تفسیر پڑھی۔

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دیوبندی حضرات کی مسجد مسجد اکبری میں خطیب ہو گئے۔ اسی دوران آپ کی کسی شیعہ سے ملاقات ہو گئی جس نے شیعیت کی دعوت دی آخر آپ نے تحقیق اور جستجو کرنا شروع کی اور کچھ عرصے کے بعد شیعہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ ردِ عمل کے طور پر آپ کے عزیز و اقارب حتیٰ کہ والد صاحب نے بھی علیحدگی اختیار کر لی لیکن جب آدمی حق و حقیقت کو پالیتا ہے تو پھر تختہ دار کی طرف بھی ہنستا ہوا چل پڑتا ہے۔ کسی کی مخالفت کی آپ نے پرواہ نہ کی۔ اسی دوران آپ کے دو بیٹے محبوب عالم اور بدر عالم انتقال کر گئے۔

شیعہ ہونے کے بعد آپ نے تقاریر کا سلسلہ شروع کر دیا جس میں کمال حاصل کیا۔ اسی دوران مسلم لیگ کے لیے کام کیا جب پاکستان بن گیا، تو آپ سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔ آپ نے اپنی زندگی میں دیوبندیوں، بریلویوں، اہلحدیث اور مرزائیوں سے پچاسیوں مناظرے کئے جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

① آپ کا سب سے پہلا مناظرہ ضلع دادو میں مولانا عبد العزیز ملتانی سے ہوا مناظرہ سن کر ثالث مناظرہ حاجی پیارے خان مع خاندان کے شیعہ ہو گئے اس مناظرے کی روئیداد "معیار حق" نامی رسالے میں سندھی میں شائع ہوئی ہے۔

② مناظرہ میراں ملہہ ملتان: یہ مناظرہ بتاریخ ۲۴، ۲۵ دسمبر ۱۹۶۹ء کو ہوا شیعوں کی طرف سے مناظر حضرت مبلغ اعظمؒ اور اہلسنت کی طرف سے مولانا دوست محمد قریشی (م ۱۹۷۳ء) تھے مناظرہ کا موضوع تعدد بنات رسولؐ اور خلافت اصحاب ثلاثہ تھے۔

③ مناظرہ وجھی متصل میانی تحصیل بھلوال: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور مولانا عبدالستار تونسوی کے درمیان ہوا اس مناظرے میں مولانا تونسوی کے علاوہ مولانا محمد عمر اچھروی، مفتی محمد رفیق میانوی، مولانا کرم شاہ بھیروی اور مولانا افتخار بگوی شامل تھے۔

④ مناظرہ کوٹ سمابہ: یہ مناظرہ ۳ جولائی ۱۹۵۵ء کو اہلسنت کے متحدہ محاذ سے ہوا جس میں مولانا دوست محمد قریشی، مولانا اللہ وسایا، مولانا عبدالستار جھنگوی، مولانا محمد حسین، مولانا محمد شریف، مولانا محمد علی، مولانا لال حسین اختر، مولانا نیاز احمد، مبلغین مجلس احرار اسلام، مولانا عبدالعزیز ملتانی، مولانا احمد دین گکھڑوی اور مولانا محمد صدیق اور اہلحدث مبلغین شامل تھے۔ شیعوں کی طرف سے مناظر حضرت مبلغ اعظمؒ اور اہلسنت کی طرف سے مولانا محمد صدیق اہلحدیث تھے۔

مناظرے کے دو موضوع تھے:

① خلافت اصحاب ثلاثہ ② اسلام و ایمان شیعہ

مناظرے کے فوراً بعد بیسیوں افراد نے شیعہ ہونے کا اعلان کیا۔

⑤ مناظرہ لامبڑے متصل منڈی مرید کے تحصیل شیخوپورہ: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی کے درمیان ہوا اس میں چار موضوعات تھے:

○ اُم المومنین حضرت عائشہ اور اعتراضات شیعہ

○ خلافت اصحاب ثلاثہ ○ مسئلہ متعہ

○ مسئلہ عزاداری امام حسینؑ

⑥ مناظرہ کوٹ نامدار: یہ مناظرہ ۲۹ و ۳۰ راپریل ۱۹۷۰ء بمقام کوٹ نامدار ضلع شیخوپورہ متصل شرق پور ہوا۔ شیعوں کی طرف سے حضرت مبلغ اعظمؒ اور سنیوں کی طرف سے مولانا محمد عمر اچھروی تھے مولانا محمد عمر اچھروی اس بزم کے مرد میدان ہی نہ تھے۔ لہٰذا وہ پہلی ٹرن میں ہی فیل ہو گئے۔

⑦ مناظرہ جھوک دایہ ضلع جھنگ: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور مولانا دوست محمد قریشی کے درمیان ہوا مولانا قریشی کو علمائے اہلحدیث، علمائے احرار، علمائے دیوبند اور سجادہ نشینوں کی کمک حاصل تھی اس مناظرے میں حسب ذیل موضوعات تھے:

- قرآن اور شیعہ
- خلافت بلافصل علیؑ
- خلافت خلفائے ثلاثہ
- مسئلہ فدک

دوران مناظرہ غلام رسول خان بلوچ اور نمبردار محمد خان بلوچ نے مع اپنے خاندان کے شیعیت اختیار کی۔

⑧ مناظرہ مندراں والا: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور مرزائی مبلغ سید احمد علی کے درمیان ہوا، موضوعات بنات رسول ﷺ اور ختم نبوت تھے۔

⑨ مناظرہ عالم گڑھ ضلع گجرات: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور قاضی محمد نذیر قادیانی کے درمیان ہوا۔

⑩ مناظرہ دو چک ذخیرہ: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور مولانا عبد الستار تونسوی کے درمیان ہوا شیعوں کی طرف سے صدر مناظرہ مولانا محمد حسین نجفی ڈھکو تھے جبکہ اہلسنت کی طرف سے پروفیسر خالد محمود تھے۔

⑪ مناظرہ گھنگ شریف ضلع لاہور: یہ مناظرہ بتاریخ ۱۵ راپریل ۱۹۷۵ء کو ہوا

بریلویوں کی طرف سے مولانا عبد التواب اچھروی مناظر تھے۔ مولانا اچھروی کی طرف سے یہ مناظرہ نعت خوانی کی طرز کا تھا کئی افراد نے شیعیت اختیار کی۔

⑫ مناظرہ باگڑ سرگانہ: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور مولانا عبد الستار تونسوی کے درمیان ہوا۔

⑬ مناظرہ کارنج والا ضلع بہاولپور: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور مولانا عبد الستار تونسوی کے درمیان ہوا۔

⑭ مناظرہ بستی شاہ ضلع مظفر گڑھ: یہ مناظرہ بھی حضرت مبلغ اعظمؒ اور مولانا عبد الستار تونسوی کے درمیان ہوا۔

⑮ مناظرہ احسان پور ضلع رحیم یار خان: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور مولانا سید احمد سعید کاظمی کے درمیان ہوا۔

⑯ مناظرہ چک نمبر ۴۲ چشتیاں: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور مولانا محمد عمر اچھروی کے درمیان ہوا۔

⑰ مناظرہ جیہ ضلع گجرات: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور مولانا عنایت اللہ سانگلوی بریلوی کے درمیان ہوا۔

⑱ مناظرہ سانکھترہ ضلع سیالکوٹ: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور پروفیسر خالد محمود کے درمیان ہوا۔

⑲ مناظرہ سیالکوٹ: یہ مناظرہ ۲۶ رجنوری ۱۹۶۸ء کو شیعہ اور اہلحدیث کے درمیان ہوا۔

⑳ مناظرہ دوکوٹہ ضلع ملتان: یہ مناظرہ حضرت مبلغ اعظمؒ اور مولانا دوست محمد قریشی کے درمیان ہوا۔

ان مناظروں کے علاوہ اور بھی بیسیوں مناظرے حضرت مبلغ اعظمؒ اور دیگر علمائے اہل سنت کے درمیان ہوئے آپ کے سب سے زیادہ مناظرے مولانا عبدالستار تونسوی سے ہوئے جن کی تفصیلات قرارات تونسوی میں دیکھی جا سکتی ہیں اور یوں ہزار ہا تعداد میں مخالفین شیعہ ہو گئے ان مناظروں کو سن کر کتنے ہی سنی علما شیعہ ہو گئے۔ جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

① مولانا مشتاق احمد قریشی فاضل پور ② مولانا قاری جان محمد کمالیہ
③ مولانا محمد مظہر الحق ④ مولانا محمد اسحاق
⑤ مولانا غلام رسول ⑥ مولانا عبداللہ سندھی جھراروی
⑦ مولانا عبدالغفور ⑧ مولانا محمد سعید سندھی
⑨ مولانا قاضی سعید الرحمٰن ⑩ مولانا غلام حسین کلاچی

۱۹۵۶ء میں آپ نے پندرہ روزہ رسالہ "صداقت" کا اجراء کیا جو کئی سال تک چلتا رہا، اس میں اکثر حضرت مبلغ اعظمؒ کے مضامین ہوتے تھے اور بلاشبہ یہ ایک علمی رسالہ تھا۔ ۱۹۶۲ء میں آپ نے فیصل آباد میں درس آلِ محمدؐ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جہاں سے مناظر تیار کئے جانے لگے۔ (بحوالہ: تذکرہ علمائے امامیہ از مولانا سید حسین عارف نقوی مرحوم، اسلام آباد)

درس آلِ محمدؐ کے بانی مولانا محمد اسماعیلؒ دیو بندی بلاشبہ لائل پور کے علما میں ایک بڑا نام تھا جنہوں نے تقریر میں ایک نئے انداز فکر کی بنیاد رکھی۔ وسعت مطالعہ، یاداشت، عربی فارسی زبان صرف ونحو، علم مجادلہ اور حاضر جوابی میں اپنی نظیر آپ تھے اور مدتوں ان کا مثیل پیدا نہیں ہوگا۔ (بحوالہ: روزنامہ "نوائے وقت" ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ، ۲۴ مئی ۲۰۰۵ء)

مولانا محمد اسماعیل بن میاں سلطان علی دیوبندی ریاست کپور تھلہ میں پیدا ہوئے میاں سلطان علی مسلک اہل حدیث پر عامل تھے اور نامور عالم و مناظر تھے۔
مولانا محمد اسماعیلؒ نے ابتدائی دینی تعلیم گھر پر حاصل کی اور مقامی سکول میں نوشت و خواند سیکھی لڑکپن میں مسلک تشیع کی طرف مائل ہو گئے والدین نے سختی کی مگر وہ اپنے مسلک پر قائم رہے، دینی تعلیم کی تکمیل کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ دارالعلوم میں انہوں نے اپنے اساتذہ سے مختلف نزاعی مسائل پر بحث و مناظرہ شروع کیا تو دارالعلوم سے نکال دیئے گئے۔تاہم دیوبندی ان کے نام کا لاحقہ بن گیا۔
فارغ التحصیل ہونے کے بعد ساہیوال آ گئے اور مسجد جعفریہ میں خطابت و امامت کے فرائض انجام دینے لگے، مناظرانہ ذوق کے پیش نظر علمائے اہل سنت سے ان کی ٹھنی رہتی تھی، قیام پاکستان کے بعد ساہیوال سے گوجرہ منتقل ہو گئے ۔گوجرہ میں چند سال گزار کر فیصل آباد میں سکونت اختیار کی اور درس آل محمد کی بنیاد رکھی یہ مدرسہ پنجاب میں شیعہ مدارس میں سرفہرست ہے۔
۱۴ جون ۱۹۷۶ء بمطابق ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ کو سکھیکی سے خانقاہ ڈوگراں جا رہے تھے کہ راستے میں کار کے حادثہ میں فوت ہوئے۔میت فیصل آباد لائی گئی علامہ مرزا یوسف حسین نے نماز جنازہ پڑھائی اور فیصل آباد میں دفنائے گئے مولانا محمد اسماعیل سے مناظرانہ تحریریں یادگار ہیں جو ان دنوں اخبار "صداقت" گوجرہ میں طبع ہوتی رہی تھیں۔(بحوالہ: تذکرہ علمائے پنجاب جلد ۲ صفحہ ۱۶۱۶ از اختر راہی)

تالیفات مبلغ اعظمؒ

تفسیر آیات خلافت

اس کتاب میں آپ نے مسئلہ خلافت سے متعلق آیت استخلاف، آیت ولایت، آیت تبلیغ ،آیت شوریٰ ، آیت اولی الامر اور آیت غار پر حضرت مولانا احمد شاہ چوکیروی اور دیگر علمائے اہل سنت کے تمام اشکالات وشبہات اور تاویلات باطلہ بلکہ تفسیر بالرائے کو عقل ونقل اور قرآن وسنت کی روشنی میں رد کیا ہے۔نیز دیگر مصنوعی خلفاء کی خلافتوں اور خود ساختہ اماموں کی امامت کو ادلہ اربعہ کی روشنی میں زیر بحث لایا گیا ہے۔

اثبات پنجتن پاکؑ

اس کتاب میں آپؒ نے تنظیم اہل سنت کے مایہ ناز مبلغ ومناظر حضرت مولا دوست محمد قریشی کے آیت تطہیر کے نزول بحق پنجتن پاکؑ کے بارے میں اشکالات وشبہات اور انکی تفسیر بالرائے کو قرآن وسنت کی روشنی میں رد کیا ہے اور مشہور شبہ کہ آیت ہذا کی مصداق ازواج نبی بھی ہیں کا ادلہ عقلیہ اور نقلیہ سے رد کیا ہے اور کم از کم (۱۲) صحابہ سے مروی احادیث مرفوعہ موقوفہ صحیحہ متواترہ سے ثابت کیا ہے کہ آیت صرف پنجتنؑ پاک کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

اثبات الشیعہ

اس عظیم الشان کتاب میں آپ ؒ نے لفظ شیعہ کی لغوی اور اصطلاحی بحث کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں کسی بھی نبی اور رسول کے تابعدار، حامی و ناصر اور سنت انبیاء پر چلنے والے اور ہر نبی کی امت کو شیعہ ہی کہا گیا ہے۔ نیز شیعہ ہونا انبیاء کا مذہب و مسلک ہے۔ نیز مسلمانوں کے تہتر فرقوں میں سے واحد شیعہ مذہب ہے کہ جس کا نام قرآن مجید میں بحیثیت امت انبیاء کے آیا ہے اور شیعہ مذہب کے تمام اصول توحید، عدل، نبوت، امامت وخلافت اور قیامت نیز تمام فروع دین نماز سے لے کر تبرا تک دسیوں دیگر مسائل کو قرآن سے ثابت کیا ہے۔ نیز مولانا دوست محمد قریشی صاحب اور دیگر برادران اسلام کے اشکالات کہ معاذ اللہ شیعہ مذہب کا بانی عبداللہ ابن سباء ہے اور یہ کہ شیعہ ہونا فرعون کا مذہب ہے اور دیگر تمام لغویات اور ہفوات کا قرآن وسنت کی روشنی میں رد کیا گیا ہے یہ کتاب جدید تحقیق وتخریج کے ساتھ تقریباً ۲۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

فرارات تونسوی

اس کتابچہ میں تنظیم اہل سنت کے روح رواں حضرت مولانا عبدالستار تونسوی کے ساتھ مبلغ اعظم ؒ مرحوم کے ہونے والے تمام اہم مناظروں کو ذکر کیا گیا ہے اور ان مناظروں میں حضرت تونسوی صاحب کی ناکامیوں اور شکستوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح سے تمام موضوعات پر عبرت ناک شکست سے دوچار ہوئے۔ یعنی حضرت تونسوی صاحب نے مبلغ اعظم ؒ سے کہاں کہاں شکست کھائی اور کہاں کہاں میدان مناظرہ میں حاضر ہونے کی بجائے راہ فرار میں ہی عافیت سمجھی۔

جواب الاستفسارات

یہ عظیم القدر کتاب آپ کی عمدہ ترین تالیف و تصنیف ہے جس میں مذہب شیعہ خیر البریہ پر ہونے والے اعتراضات مسئلہ خلافت وامامت، مسئلہ اصول دین، عزاداری، مسئلہ متعہ، مسئلہ قرطاس، مسئلہ تحریف قرآن، کلمہ ولایت، ایمان واسلام شیعہ، مسئلہ وراثت انبیاء و مطالبہ فدک، حدیث مدینۃ العلم، حدیث الثقلین، حدیث سفینہ، حدیث غدیر، حدیث خلفاء اثناء عشر، تعزیہ، تابوت، شبیہ ذوالجناح اور دیگر مختلف فیہ مسائل میں مذہب حقہ کا ادلہ عقلیہ ونقلیہ سے بھرپور دفاع کیا ہے۔ نیز ان تمام مسائل پر پیش کی جانے والی تمام احادیث مبارکہ کی تصحیح وتخریج بھی کردی گئی ہے۔

سوالات العامۃ جوابات الآئمہؑ

یہ جلیل القدر کتاب اپنے موضوع میں منفرد ہے۔ اس میں مبلغ اعظمؒ نے مذہب شیعہ پر قیامت تک ہونے والے سوالات اور اشکالات کا خود آئمہ اہل بیتؑ کی زبانی جوابات کو ان کی بیان کردہ روایات کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ اور اس بارے میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے مذہب شیعہ کی خصوصیات میں سے یہ خصوصیت نمایاں اور قابل فخر ہے کہ ہمارے آئمہ ہدیٰ نے ہمارے مذہب پر تاقیامت جتنے بھی ایراد واشکالات کئے جائیں گے ان کے جوابات پہلے سے دے دیے ہیں ہمیں جوڑ توڑ کرنے کی ضرورت نہیں اور یہی بات ہمارے مذہب کے منصوص ہونے کی واضح دلیل ہے جبکہ دیگر فرقوں میں یہ خصوصیت موجود نہیں بلکہ ان کے بزرگوں کو تمام مسائل تو کجا بعض مسائل میں بھی اپنی بیچارگی اور لاچارگی کا اظہار ان لفظوں میں کرنا پڑا:

لولا علی لھلک فلان ۔ وکان یتعوذ من کل معضلة لیس لھا ابو الحسن لولا السنتان لھلک النعمان.

اور یہی کمزوریاں ان کے مذہب اور اہل مذہب کو لے بیٹھیں جن کی وجہ سے ان کو تمام مختلف فیہ مسائل میں تاویلات باطلہ کا سہارا لینا پڑتا ہے جس کے لیے بعض دفعہ وہ اہل سنت کے دعوے دار ہونے کے باوجود احادیث صحیحہ حتیٰ کہ صحیحین کی احادیث تک کا انکار کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتے بعض تو بوقت بحث سنت و حدیث کا انکار کر کے اہل قرآن بن جاتے ہیں اور جب قرآن مجید سے نفی وراثت انبیاء پر کوئی آیت نہیں ملتی تو حسبنا کتاب اللہ کے دعوے دار ہونے کے باوجود خود ساختہ حدیثوں کا سہارا لیتے ہیں لہٰذا کبھی قرآن چھوڑ جاتے ہیں کبھی حدیث چھوڑ جاتے ہیں۔ کہ ایسے کمزور مذہب اپنے اہل مذہب کو کب کنارے لگا سکتے ہیں۔

تحقیق وتوثیق حدیث مدینۃ العلم

اس کتاب میں آپ نے مشہور مذہبی اسکالر مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کی حدیث مذکورہ پر جرح کو اصول حدیث اور علم رجال کی روشنی میں رد کیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ بعض معتدل محدثین نے اس حدیث کو صحیح اور حسن قرار دیا ہے۔ البتہ بعض متعصب محدثین نے اس پر بلاوجہ جرح کی ہے۔ نیز آخر کتاب میں حدیث مدینۃ العلم کی تائید میں دیگر آیات روایات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ علم امام علیؑ کے بارے میں صحابہ کرام ازواج نبی، تابعین اور اتباع تابعین آئمہ محدثین مفسرین، مورخین اور دیگر بزرگان اسلام کے اقوال کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ حدیث مذکورہ کی کتب مصادر حدیث سے تحقیق وتخریج کر دی گئی ہے اور ابتدائے کتاب

میں مولانا مودودی کے حالات اور ان کا اصل مضمون بھی تحریری کر دیا گیا ہے تا کہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

فتوحات الشیعہ

اس کتاب میں مبلغ اعظمؒ مرحوم کے برادران اہل سنت کے علماء کے ساتھ مختلف مقامات پر ہونے والے مناظروں کو تحریری شکل میں جمع کیا گیا ہے۔اس کتاب کی تحقیق میں درج ذیل خصوصیات کو مدنظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے:

① جن علمائے اہل سنت سے مبلغ اعظمؒ نے مناظرے کئے ہیں ان تمام علماء کے حالات اور علمی کوائف کو ذکر کیا گیا ہے۔

② ان تمام مناظروں میں جو برادران اسلام اپنے علماء کی بے اعتدالیوں اور شکست کو دیکھ کر شیعہ ہوئے ان میں سے بعض کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے۔

③ ان تمام مناظروں میں جن علمائے شیعہ نے بحیثیت صدر مناظرہ اور معاون مناظرہ کے مبلغ اعظمؒ سے تعاون کیا ان کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

④ ان تمام مناظروں جن علمائے اہل سنت نے شیعیت کے دلائل سے لاجواب ہو کر مذہب شیعہ کو قبول کیا ان کا ذکر بھی موجود ہے،

⑤ ان مناظروں میں دوران بحث فریقین کی طرف سے پیش کردہ احادیث و روایات کی تحقیق و تخریج بھی کر دی گئی ہے۔

⑥ پاکستان کے جن علاقوں میں یہ مناظرے ہوئے ان تمام مقامات کی تفصیلات کو جدید نقشوں کے ذریعے وہاں تک رسائی کے رستوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

۷) ابتدائے کتاب میں ایک مقدمہ کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں علم جدل و مناظرہ کی بعض اہم اصطلاحات کا بیان بھی موجود ہے۔

۸) اصول حدیث علم رجال کی بعض بنیادی اصطلاحات کو بھی ذکر کیا گیا ہے تا کہ کتاب کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

۹) فریقین کی طرف سے اس موضوع پر لکھی جانے والی بعض اہم کتب پر تبصرہ بھی کیا گیا ہے۔

۱۰) دوران مناظرہ پیش کی جانے والی کتب فریقین کا درجہ و مرتبہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ فریقین کی کون سی کتب اس معیار پر اترتی ہیں کہ ان سے حوالہ جات دیے جا سکیں اور کون سی کتب اس معیار پر پوری نہیں اترتیں۔

براہین ماتم

اس کتاب میں مسئلہ عزاداریٔ امامِ حسینؑ کے بارے میں برادارانِ اہل سنت کی طرف سے ہونے والے تمام اعتراضات کو قرآن و سنت عمل اہلِ بیتؑ، عملِ صحابہ اور عقل و نقل کی روشنی میں رد کیا گیا ہے۔ نیز مشہور مناظر اہل سنت حضرت مولانا دوست محمد قریشی کی طرف سے (اخبار دعوت) میں شائع ہونے والے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اس کا جواب باصواب دیا ہے۔ جسکا جواب الجواب آج تک نہیں ہوسکا۔ مراسم عزاداری، تعزیہ و تابوت، ماتم، سر میں خاک ڈالنا، نوحہ و مرثیہ کا ثبوت نیز ان تمام مراسم کو بدعت کہنے والوں کو خود ان کے مذہب کے دسیوں خود ساختہ مسائل جیسے خلافت راشدہ، چاروں فقہی مذاہب، تراویح، آذان سوم بروز جمعہ کو جب بدعت ثابت کیا گیا تو مولانا دوست محمد قریشی اور تنظیم اہل سنت کے دیگر

مبلغین ومناظرین کے حواس باختہ ہو گئے یہ سب کچھ اس کتاب میں موجود ہے۔

جواب الاتم فی شعائر الماتم اور فلسفہ ماتم

ان دونوں رسالوں میں روزنامہ مارننگ نیوز ڈھاکہ میں عزاداری کے خلاف شائع ہونے والے مضمون کا رد کیا ہے نیز فلسفہ عزاداری امامِ حسینؑ پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

اخبار صداقت

ہفت روزہ اخبار "صداقت" میں مبلغ نے تنظیم اہل سنت کی طرف سے جاری ہونے والے تمام رسائل مثلاً: اخبار دعوت، اخبار رضوان، الفاروق اور دیگر تمام رسالوں اور مجلوں میں مذہب شیعہ پر ہونے والے اشکالات کا براہین و دلائل سے رد کیا ہے۔ کاش اگر یہ اخبار صداقت مل جاتا تو دفاع مذہب پر بہت سارا نایاب مواد مہیا ہو جاتا۔

یادِ فاروق

اس رسالہ میں آپ نے برادران اہل سنت کی طرف سے (محرم الحرام کے ابتدائی ایام میں حضرت عمر کی یاد منانے کے لیے حکومت پر زور ڈالنا کہ اسے سرکاری سطح پر منانے کا مطالبہ اور اس کے لیے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرنا) تو آپ نے بھی حضرت عمر کی یاد میں یاد فاروق کے نام سے رسالہ مرتب کیا جس میں حضرت عمر کے قبول اسلام سے لے کر وقت وفات تک اہم واقعات اور خدمات کو ذکر کیا ہے۔ نیز تمام غزوات اُحد، بدر، خندق، خیبر وحنین میں ان کی شجاعت و

بہادری کو خود ان کی زبانی بیان کیا ہے۔ نیز حدیث قرطاس۔ ہنگامہ سقیفہ، ترک جنازہ رسول خدا ﷺ، بعد از وفات پیغمبر آنحضرت کے اہل بیتؑ سے رویہ وغیرہ کو مستند کتب حدیث و تاریخ سے ثابت کیا ہے۔

دفن شیخین بر روضۂ رسول ثقلین

اس رسالہ میں آپ نے حضرات شیخین کے روضہ پیغمبر اسلام ﷺ میں بغیر اذن خدا و رسول کے دفن ہونے کو بیان کیا ہے

نصرت الذاکرین

اس رسالہ میں ذاکرین اہل بیتؑ کے مقام و مرتبہ نیز برصغیر میں ذاکرین کی تبلیغی خدمات اور ان کے اثرات کو بیان کیا ہے۔ نیز ذاکرین کے بارے میں بعض نالائق ملاؤں کی طرف سے ہونے والے اعتراضات کا دفاع کیا ہے۔

ظہور علیؑ بمقام قاب قوسین

اس رسالہ میں مسئلہ معراج سے متعلق بعض مقصرین کے شبہات کو رد کیا ہے۔

خطبہ صدارت

اس رسالہ میں آپ نے پاکستان میں مذہب شیعہ کی تبلیغ، ترویج اور دفاع شیعیت کے بارے میں اصول اور ذمہ داریوں کو ذکر کیا ہے کہ پاکستان میں مذہب شیعہ خیر البریہ کی تبلیغ اور ترقی کے لیے کیا کیا اقدامات کرنے چاہئیں نیز مذہب شیعہ کے ضروری مسائل عقائد و احکام کو اجمال کے ساتھ قرآن مجید سے ثابت کیا ہے۔

ظہورِ علیؑ بمقام قاب قوسین

اس رسالہ میں مسئلہ معراج سے متعلق بعض معترضین کے شبہات کو رد کیا ہے۔

خطبہ صدارت:

اس رسالہ میں آپ نے پاکستان میں مذہب شیعہ کی تبلیغ، ترویج اور دفاع شیعیت کے بارے میں اصول اور ذمہ داریوں کو ذکر کیا ہے کہ پاکستان میں مذہب شیعہ خیر البریہ کی تبلیغ اور ترقی کے لیے کیا کیا اقدامات کرنے چاہئیں نیز مذہب شیعہ کے ضروری مسائل عقائد و احکام کو اجمال کے ساتھ قرآن مجید سے ثابت کیا ہے۔
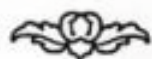
مقدمہ

موضوعات کے اعتبار سے کتب احادیث کی تقسیم

کتب الجوامع، کتب السنن، کتب المسانید، کتب المعاجم، کتب المصنفات، کتب المستدرکات، کتب الاجزاء۔

کتب الجامع

جامع سے مراد وہ کتاب ہے کہ جس میں تمام مسائل سے متعلق کوئی نہ کوئی حدیث مل جائے۔ بعض محدثین نے جامع سے مراد وہ کتاب لی ہے جس میں کم از کم ان موضوعات پر احادیث موجود ہوں۔

① عقائد و ایمان سے متعلق احادیث ہوں، توحید، عدل، نبوت، امامت، خلافت و ولایت، اور قیامت سے متعلق احادیث مل جائیں۔

② احکام کی احادیث، طہارت، وضو، غسل وغیرہ۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد، معاملات وغیرہ کی احادیث موجود ہوں۔

③ تفسیر القرآن: قرآن مجید کی تفسیر کی احادیث موجود ہوں۔

④ الفتن: بعد از وفات پیغمبرؐ پیش آنے والے حوادثات کے بارے میں احادیث ہوں جیسے جنگ جمل، جنگ نہروان، جنگ صفین، واقعۂ کربلا، واقعۂ سقیفہ وغیرہ کی احادیث۔

۵ کتاب المغازی والسیر: پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرتِ طیبہ، مکی زندگی اور مدنی زندگی کے حالات اور آپؐ کے زمانہ میں ہونے والے غزوات، غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد، غزوہ خندق، غزوۂ خیبر، غزوۂ تبوک اور غزوۂ حنین کا بیان ہو۔

۶ اشراط الساعۃ: علاماتِ قیامت، ظہورِ امام مہدیؑ، فتنۂ دجال، فتنۂ یاجوج وماجوج کی احادیث وغیرہ کی احادیث۔

۷ الآداب: روزمرہ کے مسائل، کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے کے، چلنے پھرنے کے آداب کی احادیث۔

۸ کتاب المناقب: فضائل انبیا، فضائل اہلِ بیتؑ اور فضائل مدینہ اور فضائل صحابہ کی احادیث وغیرہ۔

۹ کتب جوامع میں سب سے مشہور کتب یہ ہیں: صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع الترمذی، جامع المسانید والسنن، جامع الاصول، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، مجمع الزوائد وغیرہ ان کتب جامع میں شیعہ وسُنّی تمام اختلافی مسائل کے بارے میں کافی حد تک مواد موجود ہے۔

کتب السنن سے مراد ہر وہ کتاب ہے جس میں احکام کی روایات فقہ کی ترتیب پر جمع ہوں یعنی طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوۃ کی احادیث مراد ہوں جیسے سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن بیہقی، سنن الدارقطنی، السنن الکبریٰ از امام نسائی کے علاوہ بھی دسیوں کتب السنن جمع ومرتب کی گئی ہیں۔

کتب المسانید

مسند سے مراد ہر وہ کتاب ہے جس میں احادیث کو ابواب یا موضوع و عنوان کی بجائے صحابہ کے نام پر جمع و مرتب کیا گیا ہو، جیسے مسند احمد، مسند ابی داؤد، الطیالسی ، مسند ابن یعلی، موصلی، مسند البزار، مسند الشاشی، مسند ابن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید وغیرہ۔

کتب المعاجم

معجم سے مراد ہر وہ کتاب کہ جس میں احادیث کو جمع کرتے وقت محدث نے اپنے شیوخ احادیث یا جن سے احادیث کو سنا ہو ان کے نام کے عنوان سے احادیث کو جمع کرے جیسے المعجم الکبیر المعجم الاوسط المعجم الصغیر ، یہ تینوں کتب امام طبرانی کی جمع کردہ ہیں۔ نیز معجم الشیوخ از ابن الاعرابی وغیرہ۔ المعجم الکبیر کی ترتیب کتب مسانید کی طرز پر ہے۔ البتہ دیگر معاجم شیوخ کے نام پر تالیف کی گئی ہیں۔

کتب المصنفات

مصنفات بھی کتب فقہ کی طرح ہیں۔ البتہ ان میں احادیث مرفوعہ کے ساتھ احادیث موقوفہ اور مقطوعہ کو بھی جمع کیا جاتا ہے اور کتب موطا وغیرہ بھی اس طرح ہیں جیسے: مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ، موطا امام مالک۔

کتب المستدرکات

مستدرک سے مراد ہر وہ کتاب ہے جس میں کسی اور محدث کی چھوڑی ہوئی یا

باقی ماندہ احادیث کو اس کی شرائط پر جمع کر دیا گیا ہو جیسے امام نیشاپوری کی المستدرک علی الصحیحین اس کتاب میں امام بخاری اور امام مسلم کی چھوڑی ہوئی احادیثِ صحیحہ کو ان کی شرائط کے مطابق کیا گیا ہے۔

کتب الاجزاء

اجزاء، جز کی جامع ہے اس سے مراد وہ کتاب یا رسالہ ہے جس میں ایک ہی موضوع یا ایک ہی مسئلہ سے متعلق روایات کو جمع کیا گیا ہو، جیسے طبری نے حدیث غدیر کے موضوع پر ایک جزو مرتب کیا تھا جس میں انھوں نے حدیث غدیر کو ۷۵ صحابہ کی اسانید سے جمع کیا ہے۔

طبقات کتب احادیث

درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے کتب احادیث کی تقسیم اس طرح سے ہے۔

طبقہ یا درجہ اولیٰ کی کتب

درجہ و مرتبہ کے حساب سے سب سے پہلے درجہ میں یہ کتب شمار ہوتی ہیں۔
الجامع الصحیح المسند، یہ مشہور محدث حضرت امام بخاری کی تالیف ہے جسے عرف میں صحیح بخاری کہا جاتا ہے۔ اہل سنت کے تمام فرقوں کے نزدیک ذخیرۂ حدیث کی سب سے زیادہ صحیح ترین یہی کتاب ہے۔ نیز اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ مؤلف کا نام محمد بن اسماعیل بن ابراہیم کنیت ابوعبداللہ ترکمانستان کے شہر بخارا میں ۱۹۴ھ میں ولادت ہوئی اور ۲۵۶ھ میں وفات پائی اور بخارا کے اطراف میں دفن ہوئے۔

الجامع الصحیح المسند

یہ کتاب مشہور محدث امام مسلم کی تالیف ہے۔ اہل علم کے نزدیک صحیح مسلم کے نام سے مشہور ہے۔ مؤلف کا نام مسلم بن الحجاج کنیت ابوالحسین نیشاپور کے رہنے والے تھے (۲۶۱ھ) میں وفات پائی اور نیشاپور کے نواحی علاقہ نصر آباد میں دفن ہوئے۔ صحیح مسلم کتب احادیث میں درجہ و مرتبہ میں صحیح بخاری کے بعد دوسرا صحیح ترین مصدر شمار ہوتی ہے۔ لہٰذا تمام اختلافی مسائل میں صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث کو سب سے پہلے پیش کیا جانا ضروری ہے۔ اگر ان میں مذکورہ میں مسئلہ نہ ہو تو پھر دوسرے درجہ کی کتب سے حوالہ دینا چاہیے۔

دوسرے درجہ کی کتب

درجہ و مرتبہ کے اعتبار سے دوسرے طبقہ میں وہ کتابیں داخل ہیں جن میں احادیث صحیح اور احادیث حسنہ اور کم درجہ کی ضعیف احادیث بھی جمع کی گئی ہوں یعنی ان کتب کی احادیث ضعیفہ بھی مقبول ہیں کیونکہ وہ ایک دوسرے کی متابعت کے ساتھ حسن لغیرہ کے درجہ میں ہوتی ہیں۔ جیسے: مسند امام احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن النسائی، الادب المفرد، صحیح ابی عوانۃ، صحیح ابن خزیمۃ، صحیح ابن السکن، مسند عبد بن حمید، تفسیر الطبری، الطبقات الکبریٰ از ابن سعد، سیرۃ ابن ھشام، صحیح ابن حبان، موطا امام مالک، المستدرک علی الصحیحین، مسند الشافعی، مسند ابن راھویۃ وغیرہ۔ ان میں احادیث صحیح و حسنہ کے علاوہ بعض احادیث ضعیفہ بھی مروی ہیں لیکن وہ ضعیف احادیث بھی قابل حجت ہیں۔ انکی

احادیث ضعیفہ بھی کثرتِ طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ کے مرتبہ میں ہیں۔ نیز ان کتب کی احادیث کے شواہد و متابعات خود انھی کتب میں بھی موجود ہیں اور ان کی بعض احادیث طبقۂ اولی کی کتب میں بھی مروی ہیں۔

تیسرے درجہ کی کتب

درجہ و مرتبہ کے اعتبار سے تیسرا طبقہ ان کتب کا ہے جن میں احادیث صحیحہ و حسنہ کے علاوہ احادیث ضعیفہ بلکہ احادیث موضوعہ بھی ان میں جمع کی گئی ہوں، جیسے سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، مسند ابن یعلی الموصلی، مسند ابی داؤد الطیالسی، حلیۃ الاولیا مسند ابن بکر البزار، المعجم الکبیر، المعجم الاوسط، المعجم الصغیر، السنن الکبریٰ از ابوبکر البیہقی، سنن الدارقطنی، سنن سعید بن منصور، تہذیب الآثار، شرح معانی الآثار، الکنٰی والالقاب از حافظ الدولابی، المعجم ابن المقری، معجم الشیوخ از ابن الاعرابی، زوائد المسند، فضائل الصحابہ از امام احمد، تاریخ اصبہان از حافظ ابی نعیم، طبقات المحدثین از ابی الشیخ الانصاری، التاریخ الکبیر، کتاب السنۃ از ابن ابی عاصم، کتاب الشریعۃ الآجری، مسند ابن الجعد، عمل الیوم واللیلۃ مشکل الآثار، تاریخ الطبری، مسند ابن ابی شیبۃ، مسند التحاوی، معجم ابن قانع، المصاحف از ابن ابی داؤد، کتاب الفتن از ابن حماد، مسند الشہاب، مسند الحمیدی، کتاب الزہد، کتاب السنۃ از امام احمد المعرفۃ والتاریخ، معجم الصحابۃ از

بغوی، خصائص النسائی وغیرھا ۔ اگرچہ ان کتب میں احادیث ضعیفہ منکرہ اور موضوعہ بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ لہٰذا ان کتب سے کسی بھی حدیث کو پیش کرتے وقت اس کی اسانید و متون اور راویانِ حدیث کی تحقیق کرنا ازحد ضروری ہے۔ بغیر تحقیق کے کسی بھی حدیث کو پیش کرنا اصولِ مناظرہ کے بھی خلاف ہے اور یہ شرم ساری کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

چوتھے درجہ کی کتب

درجہ و مرتبہ کے اعتبار سے چوتھے طبقہ میں وہ کتب ہیں جن میں احادیث ضعیفہ و موضوعہ کافی تعداد میں مروی ہیں لیکن احادیث صحیحہ و حسنہ بھی کسی حد تک موجود ہیں۔ جیسے تاریخ بغداد. تاریخ ابن عساکر. تاریخ جرجان، مسند الفردوس، تذکرہ سبط ابن الجوزی، مناقب الخوارزمی، مناقب ابن المغازلی ، الریاض النضرہ، فوائد السمطین، نوادرالاصول، مشکوۃ المصابیح کی فصل سوم الجامع الکبیر از سیوطی، مجمع الزوائد، جامع المسانید والسنن تاریخ الخلفاء، اسد الغابۃ، شعب الایمان، تفسیر ابن مردویہ وغیرہ بھی تقریبا اس درجہ میں شامل ہیں۔ ان کتب سے کسی بھی حدیث کو پیش کرتے وقت اصل مصادر کی طرف رجوع کرنا اور تخریج کے بعد تحقیق اسانید و متون ازحد ضروری ہے۔ ان کتب سے صرف حوالہ دینا کافی نہیں کیونکہ ان میں احادیث صحیحہ و حسنہ کے علاوہ ضعیفہ و موضوعہ کافی تعداد میں مروی ہیں۔

پانچویں درجہ کی کتب

درجہ و مرتبہ کے اعتبار سے پانچواں نمبر ان کتب کا ہے جن میں احادیث

موضوعہ و منکرہ کافی تعداد میں ہیں یا ان کے مؤلفین نے ان میں صرف احادیثِ صحیحہ کو جمع کیا ہے۔ البتہ ان کتب کے مؤلفین نے بعض احادیثِ صحیحہ و حسنہ بلکہ احادیث متواترہ کو بھی موضوع اور ضعیف قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ ان کی بعض احادیث طبقہ اولیٰ اور طبقۂ ثانیہ کی کتب میں بھی موجود ہیں جیسے موضوعات ابن الجوزی، العلل المتناهیه تذکرة الموضوعات، اللآلی المصنوعه وغیرہ۔

اس موضوع پر ابن جوزی کی تمام تالیفات قابلِ اعتناء نہیں کیونکہ ان میں سے بعض احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابن جوزی نے تعصب اور تعنت سے کام لیا ہے۔ نیز لسان المیزان، میزان الاعتدال، الکامل ابن عدی، کتاب الضعفاء از عقیلی، کتاب الاباطیل، از جوزقانی، شرح ابن ابی الحدید وغیرہ میں بھی بہت سی احادیث موضوعہ موجود ہیں۔

مراتب احادیث صحیحہ از روئے مصادر حدیث

امام سیوطی نے تدریب الراوی، جلد ۱، ص ۹۰، حافظ ابن الصلاح، ص ۱۴ ۷ النوع الاول ابوزکریا النواوی نے التقریب التقسیر، ص ۶۵ میں صحت میں درجہ مراتب کے لحاظ سے سات اقسام بیان کی ہیں۔ چنانچہ مقدمہ ابن الصلاح میں ہے۔

فأولها صحيح ما اخرجه البخاري ومسلم جميعًا

"سب سے زیادہ صحیح حدیث وہ ہے جس کو بخاری اور مسلم ہر دو نے روایت کیا ہو"۔

والثاني صحيح ما انفرد به البخاري عن مسلم

”صحیح کے دوسرے درجہ میں وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے میں بخاری مسلم سے اکیلے ہیں“۔

والثالث صحیح ما انفرد به مسلم عن البخاری

”تیسرے درجہ میں وہ حدیث صحیح ہے جو اکیلے مسلم نے بیان کی ہو اور بخاری نے بیان نہ کی ہو“۔

الرابع صحیح علی شرطهما ولم یخرجاه

”چوتھے درجہ کی صحیح وہ ہے جو ان دونوں کی شرط پر ہو لیکن ان دونوں نے اس کو روایت نہ کیا ہو لیکن دوسری کتب میں ہو“۔

والخامس صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجه

”پانچویں درجہ میں وہ حدیث صحیح ہے جو بخاری کی شرط پر ہو لیکن صحیح بخاری میں روایت نہیں کی گئی“۔

السادس صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجه

”چھٹے درجہ میں وہ حدیث صحیح ہے جو مسلم کی شرط پر ہو لیکن صحیح مسلم میں یہ روایت نہ کی گئی ہو“۔

والسابع صحیح عند غیرهما ولیس علی شرط واحد منهما .وهذه أمهات واقسامه واعلاها

”ساتویں درجہ میں وہ حدیث صحیح ہے جو ان میں سے کسی کی شرط پر نہ ہو“۔

یہ ساتوں صحیح حدیث کی اہم اور اعلیٰ ترین اقسام ہیں۔

حافظ ابوزکریا النواوی نے انھی اقسام کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

الصحیح اقسام اعلاها ما اتفق علیہ البخاری
ومسلم. ثم ما انفرد بہ البخاری. ثم مسلم ثم علی
شرطھما. ثم علی شرط البخاری ثم علی مسلم ثم
صحیح عند غیرھما

اسی مفہوم کو شاہ عبدالحق المحدث دہلوی نے دورۂ حدیث میں پڑھائی جانے والی اہم کتاب مشکوٰۃ المصابیح کے مقدمہ میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

والحدیث الذی اتفق البخاری ومسلم علی تخریجہ
یسمی متفقًا علیہ بشرط ان یکون عن صحابی واحد
وقالوا مجموع الاحادیث المتفقۃ (۲۳۲۶) وبالجملۃ ما
اتفق علیہ الشیخان مقدمہ علی غیرھما ثم ما تفرد
بہ البخاری. ثم ما تفرد بہ مسلم ثم ما کان علی
شرط البخاری ومسلم. ثم ما ھو علی شرط البخاری.
ثم ما ھو علی شرط مسلم. ثم ما رواہ من غیرھم

احادیث صحیحین در نظر محدثین

علامہ ابن تیمیہ علم حدیث میں ۷۵ پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا تقابل اور موازنہ کرتے ہوئے یہ تحریر کرتے ہیں:

والبخاری احذق واخبر بھذا الفن من مسلم ولھذا
ینفقان علی حدیث الا ان یکون صحیحًا لا ریب فیہ
قد اتفق اھل العلم علی صحتہ

''امام بخاری، امام مسلم کی نسبت فن حدیث میں زیادہ ماہر اور باخبر ہیں اور یہ دونوں کسی بھی حدیث پر متفق نہیں ہوئے مگر یہ کہ وہ حدیث صحت کے اعتبار سے ہر شک وشبہ سے پاک ہے اور اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔

نیز فتاویٰ ابن تیمیہ پر لکھتے ہیں:

فان جميع اهل العلم بالحديث يجزمون بصحة جمهور احاديث الكتابين وسائر الناس تبع لهم فى معرفة الحديث

لہٰذا تمام علماء حدیث ان دونوں کتب کی تمام احادیث کی صحت کا یقین رکھتے ہیں اور دیگر تمام محدثین بھی اس مسئلہ میں ان کے تابع ہیں۔ نیز صفحہ ۱۶۵ پر یہ تحریر کرتے ہیں:

مثل صحيح البخارى وصحيح مسلم فليس تحت اديم السماء كتاب اصح من البخارى ومسلم بعد القرآن

''بعد از قرآن مجید صحیحین شریفین سے زیر آسمان کوئی کتاب بھی صحت میں ان سے بڑھ کر نہیں ہے۔ (وکذا فی فتاویہ، ۱۸/۳۴، مسئلہ ۲۳۹)

وقد قال الشاه ولى الله الدهلوى فى حجة البالغه (۱/۱۳۴) اما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على ان جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح

بالقطع وانهما متواتر ان الی مصنفیها وانه کل من
یهون امرهما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المومنین
"صحیحین کے بارے میں تمام محدثین کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ ان دونوں کتابوں کی احادیث مرفوعہ قطعی طور پر صحیح ہیں اور ان دونوں کتابوں کی نسبت مؤلفین کی طرف متواتر ہے اور جو کوئی بھی ان میں سے کسی کی حدیث کا انکار کرتا ہے وہ بدعتی ہے اور مومنوں کے راستے کی اتباع کرنے والا نہیں"۔

صحیح متفق علیہ

محدثین کے نزدیک درجہ و مرتبہ میں سب سے زیادہ صحیح حدیث وہ ہے جس کو روایت کرنے میں امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہو، اسے صحیح متفق علیہ کہتے ہیں۔

والحدیث الذی اتفق البخاری ومسلم علی تخریجه
یسمٰی متفقاً علیه بشرط ان یکون عن صحابی واحد
"وہ حدیث جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہو اس شرط کے ساتھ وہ حدیث دونوں کتابوں میں ایک ہی صحابی سے روایت کی گئی ہو۔ اس کو محدثین کی اصطلاح میں متفق علیہ کہا جاتا ہے"۔

صحیح متفق علیہ کی مثالیں

حدیث قرطاس:

ایتونی اکتب لکم کتاباً لا تضلو بعده، صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہر دو

میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے۔

حدیث خیبر: لاعطین ھذہ الرایۃ غداً رجلاً دونوں کتابوں میں حضرت سہل ابن سعد اور سلمۃ بن الاکوع سے مروی ہے۔

حدیث منزلت: اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لانبی بعدی، دونوں کتابوں میں سعد ابن ابی وقاص سے مروی ہے۔

حدیث فاطمہؑ: بضعۃ منی یوذینی ما آذاھا دونوں کتابوں میں مسور بن مخرمہ سے مروی ہے۔

حدیث فدک: مطالبہ دختر رسولؐ، ناراضگی جناب سیدہ زہراؑ بر ابوبکر تاوقت وفات، دونوں کتابوں میں حضرت عائشہ اُم المومنین سے مروی ہے۔

حدیث فاطمہؑ: سیدۃ نساء اھل الجنۃ، دونوں کتابوں میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

کان مشیتھا مشیۃ رسول اللہ کہ رفتارِ فاطمہؑ رفتارِ محمدؐ تھی اور گفتارِ فاطمہؑ گفتارِ محمدؐ تھی۔ دونوں کتابوں میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

حدیث حوض: اِنک لا تدری ما احدثوا بعدک، دونوں کتابوں میں حضرت ابن مسعود سے مروی ہے۔

حدیث لقد ذکرنی ھذا الرجل صلواۃ محمد دونوں کتابوں میں عمران بن حصین سے مروی ہے۔

جوازِ متعہ کی روایت از ابن مسعود باذنِ رسالتؐ دونوں کتابوں میں مروی ہے۔

حدیث صحیح کا دوسرا مرتبہ (صحیح ما انفرد بہ البخاری عن مسلم)

صحت کے لحاظ سے دوسرا درجہ ان احادیث کا ہے جن کو روایت کرنے میں

امام بخاری امام مسلم سے منفرد ہیں یعنی وہ احادیث صرف صحیح بخاری میں مروی ہیں۔ صحیح مسلم میں وہ احادیث روایت نہیں کی گئیں۔

دوسرے درجے کی صحیح احادیث کی مثالیں

① صحیح بخاری، جلد دوم، ص ۱۰۰۹، حدیث نمبر ۶۸۳۰۔ حضرت عمر کا اس حقیقت کو تسلیم کرنا کہ بعد از وفاتِ رسولؐ اسلام جب ہم نے سقیفہ میں حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا تو انصار کی اکثریت اور حضرت علیؑ اور دیگر بنی ہاشم نے ہمارے خودساختہ خلیفہ کی مخالفت کی۔ چنانچہ ان کا اپنا بیان ہے:

وانه قد كان من خبرنا حين توفى الله نبيه الا ان الانصار خالفونا وجتمعوا باسرهم فى سقيفة بنى ساعده وخالف عنا على الزبير ومن معهما

② اسی طرح حضرت عمار بن یاسر کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان تقتله الفئة الباغيه اگرچہ یہ حدیث صحیح مسلم اور صحیح بخاری ہر دو میں مروی ہونے کی وجہ سے صحیح متفق علیہ کی صفات کی حامل ہے تاہم اس کے بقیہ حصّہ يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار کو صرف بخاری نے روایت کیا ہے۔

③ اسی طرح اولیاء اللہ کے مقام ومنزلت اور ان کے قرب خداوندی کے بارے میں وارد ہونے والی حدیث من عادى وليا فقد آذنته بالحرب کو صرف بخاری نے ہی روایت کی ہے۔ چنانچہ جلد ۲ ص ۹۶۳، حدیث نمبر ۶۵۰۲ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے۔

④ اسی طرح حضرت ابن عباس سے مروی حدیث کان النبی یعوذ الحسن والحسین (جلد ۱، ص ۴۷۷، حدیث ۳۳۷۱)

⑤ اسی طرح حضرت عمر کا رسولؐ اللہ سے یہ کہنا انت احب الی من کل شیٔ الا من نفسی (کہ آپ مجھے ہر شے سے محبوب ہیں لیکن جان سے نہیں) حدیث نمبر ۶۶۳۲ پر مروی ہے۔

⑥ اسی طرح عن عبداللہ بن عمر قال بینما هو فی الدار خائفًا (حضرت عمر کا بوقتِ قبولِ اسلام کفار کے خوف سے گھر میں چھپے رہنا۔ (ج ۱، ص ۵۴۵، ح ۳۸۶۴)

⑦ حضرت عمر کا یہ کہنا علی اقضانا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہم تمام صحابہ سے دین کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔ (ج ۲، ص ۴۸۷، ح ۴۴۸۱)

⑧ حضرت عمر کا بوقتِ احتضار یہ کہنا واللہ لو ان لی طلاع الارض ذهبًا لا فقدیت به من عذاب اللہ عزوجل من قبل ان اراه (ج ۱، ص ۵۲۳، ح ۳۶۹۲)

⑨ حضرت البراء بن عازب کا یہ کہنا یابن اخی انک لا تدری احدثنا بعده (جلد ۲، ص ۵۹۹، حدیث نمبر ۴۱۷۰)

⑩ حضرت انس بن مالک کا یہ کہنا کہ بعد از رسالت مآب ﷺ نماز بھی لوگوں کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکی۔ الیس صنعتم ما صنعتم فیها وهذه الصلاة قد ضیعت (حدیث ۵۲۹)

صحیح حدیث کا تیسرا درجہ (ثم ما انفرد به مسلم عن البخاري)

درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر وہ احادیث ہیں جن کے روایت

کرنے پر امام مسلم بخاری سے جدا ہیں، یعنی وہ روایات صرف صحیح مسلم میں ہیں، بخاری شریف میں نہیں۔

تیسرے درجے کی احادیث کی مثالیں:

① اُم المومنین حضرت عائشہ سے مروی حدیث الکساء کہ جسے امام مسلم نے جلد ۲، ص ۲۸۱، حدیث ۶۲۶۱ پر روایت کیا ہے کہ آیتِ تطہیر کا مصداق صرف پنجتن پاکؑ ہیں۔ نیز اس حدیث کو ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ نیز شاہ ولی اللہ نے متواتر کہا ہے۔

② سعد ابن ابی وقاص سے مروی واقعۂ مباہلہ کے وقت آیتِ مباہلہ ندع ابنانا وابناکم کے وقتِ نزول صرف پنجتن پاکؑ ہی میدانِ مباہلہ میں گئے۔ اللهم هوء اهلی (دیکھیے ج ۲، ص ۲۷۸، ح ۶۲۲۲)

③ حضرت زید بن ارقم سے مروی حدیث ثقلین انا تارک فیکم الثقلین (ج ۲، ص ۲۷۹، ح ۶۲۲۵) پر ہے۔

④ اسی طرح مشہور حدیث لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق (جلد ۱، ص ۶۲، حدیث نمبر ۲۴۰) کتاب الایمان میں مروی ہے۔

⑤ قولِ فرزندانِ ابن عباس کہ اے ابوطالبؑ کے بیٹے آپ نے پیغمبرؐ اسلام کی دامادی کا پورا شرف پایا ہے۔ وقد نلت صهر رسول الله (ج ۱، ص ۳۴۳، ح ۲۴۸۱)

⑥ تکبیراتِ جنازہ پانچ ہیں: چنانچہ زید بن ارقم سے مروی حدیث (ج ۱، ح ۲۲۱۶) کان رسول الله یکبرها خمسًا۔

⑦ پیغمبرؐ اسلام نمازِ ظہر اور عصر کو مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھتے تھے۔ (دیکھئے:

ح ۱۶۲۸ تا ۱۶۳۳)

صحیح حدیث کا چوتھا درجہ (ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین)

صحت کے لحاظ سے چوتھا درجہ ان احادیث کا ہے جو صحیحین میں تو روایت نہیں کی گئیں لیکن بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں۔ نیز بخاری و مسلم کی شرائط سے مراد یا تو وہ روایات ان رواۃ سے مروی ہوں جس سے ان ہر دو نے روایت کیا یا ان احادیث کے روایت کرنے والے راوی ان صفات سے متصف ہوں جن شرائط و صفات سے ان دونوں کے راوی متصف ہیں یعنی وہ روایت حدیث عدالت وضبط و دیگر صفات میں صحیحین کے رجال کے معیار پر پورے اُترتے ہیں۔ تو ان مذکورہ بالا شرائط کے معیار پر ذخیرہ حدیث میں فضائل اہلِ بیتؑ نیز حقانیت اور تائید مذہب اہل بیتؑ پر ایسی دسیوں احادیثِ مبارکہ موجود ہیں۔ چنانچہ ترمذی شریف، باب مناقب علیؑ میں حدیث نمبر ۳۷۱۳ انھی صفات کی حامل ہے۔

① حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبة عن سلمة بن کهیل قال: سمعت ابا الطفیل یحدث عن ابی سریحة او زید بن ارقم شك شعبة عن النبی قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اس حدیث مبارک کی سند کے تمام راوی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے رواۃ میں سے ہیں۔ جیسا کہ ان راویوں کی تفصیل علامہ ابن تیمیہ کے حالات میں آئے گی۔

② جنابِ سیدہ فاطمۃ الزہراؑ کے دروازے پر کھڑے ہو کر حضرت عمر بن خطاب کا یہ کہہ کر دھمکی دینا کہ مَیں اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔ مصنف ابن ابی شیبہ،

ج۷،ص ۴۳۳، ح ۳۷۰۴۴۔

حدثنا محمد بن بشر . نا عبید الله بن عمر . حدثنا زید بن اسلم . عن ابیه اسلم انه حین بویع لابی بکر بعد رسول الله کان علی والزبیر خلان علی فاطمة بنت رسول الله فیشا ودونها ویر تجعون فی امرهم فلما بلغ ذلک عمر بن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمة فقال یابنت رسول الله! والله من احد احب الینا من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک. وایم الله ما ذلک بمعنی ان اجتمع هولاء النفر عندک ان امرتهم ان یحرق علیهم البیت

اس حدیث کے پہلے راوی محمد بن بشر العبدی ثقہ اور حافظ ہیں۔ نیز صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں۔ اس کے دوسرے راوی عبیداللہ بن عمر بن حفص العدوی العمری۔ یہ بھی ثقہ اور صحیحین کے راوی ہیں۔ اس کے تیسرے راوی زید بن اسلم العدوی، ان کی کنیت ابوعبداللہ یا ابواسامہ ہے۔ یہ بھی ثقہ اور صحیحین کے راوی ہیں۔ اس کے چوتھے راوی اسلم العدوی ثقہ طبقہ مخضر میں سے ہیں۔

لہٰذا یہ حدیث صحیحین علیٰ شرط الشیخین کے درجہ کی ہے۔ وقد صححه الشاہ ولی الله علی شرط الشیخین

اسی طرح قولِ اُم المومنین (انی احدثت بعد رسول الله حدثًا ادفنون مع ازواجه) کو حاکم اور حافظ ذہبی نے صحیح علی شرط الشیخین کہا۔ (دیکھیے المستدرک، ج ۴، ص ۷، ح ۶۷۱۷)

۴ حضرت ابوبرزہ الاسلمی سے مروی حدیث (کان ابغض الاحیاء الیٰ رسول الله بنوامیه وبنوحنیفه وثقیف) حافظ ذہبی اور حاکم نے

اس حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین کہا۔

④ حضرت سلمان فارسی سے مروی حدیث من احب علیًا فقد احبنی ومن ابغض علیًا فقد ابغضنی کو بھی ان دونوں نے صحیح علی شرط الشیخین کہا۔

⑤ حضرت امام حسین علیہ السلام کا حضرت عمر کو انزل عن منبر ابی کہہ کر اُتارنا یہ حدیث بھی صحیح علی شرط الشیخین (دیکھیے تاریخ الثقاۃ، ص ۱۱۹، ترجمہ الامام الحسینؑ)

⑥ سنن اربعہ میں حضرت بُریدہ سے مروی حدیث کان رسول اللہ یخطب فاقبل الحسن والحسین علیہما قمیصان احمران یمشیان ویعثران فنزل اللہ من المنبر فاخذھما ووضعھما بین یدیہ ثم قال نظرت الی ھذین الصبیین یمشیان ویعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی فوضعتہما کو حاکم اور ذہبی نے صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے۔ (ج ۴، ص ۱۸۹، ح ۷۳۹۶)

⑦ اسی طرح اُم المومنین حضرت عائشہ سے مروی حدیث و کانت فاطمۃ اذا دخلت علی النبی فقام الیہا واجلسہا فی مجلسہ کو بھی صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے۔ (ج ۴، ص ۲۷۳، ح ۷۷۱۵)

⑧ مقتل امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ سے مروی حدیث ان رسول اللہ اضطجع ذات لیلۃ للنوم فاستیقظ وھو حائر ثم اضطجع فرقد ثم استیقظ وھو حائر دُون ما رایت بہ المرأۃ الاولی . ثم اضطجع فاسیقظ وفی یدہ تربہ حمراء یقلبہا

فقلت ما ھذہ التربۃ یارسول اللہ ، قال اخبرنی جبرئیل ان ھذہ یقتل بارض العراق للحسین فقلت لجبرئیل. ادنی تربۃ الارض یقتل بہا فھذہ تربتہا (ج ۴، ص ۴۴۰، ح ۸۲۰۲) کو بھی صحیح علی شرط الشیخین کہا۔

اسی طرح حضرت عمر کا یہ بیان کہ مجھے ساری عمر مسئلۂ خلافت، مسئلہ کلالہ اور مسئلہ ربا کا پتا نہ چل سکا۔ ثلاث لان یکون النبی بینہم لنا احب الی من الدنیا وما فیہا الخلافۃ والکلالۃ والرباء کو بھی صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے۔ (دیکھیے المستدرک، ج ۲، ص ۳۳۳، ح ۳۱۸۸)

صحیح حدیث کی پانچویں قسم (ھذا حدیث صحیح علی شرط البخاری)

صحت میں پانچواں مرتبہ ان احادیث کا ہے جو صحیح بخاری میں تو روایت نہیں کی گئیں البتہ صحیح بخاری کی تمام شرائط کی حامل ہیں اور ذخیرۂ حدیث کی دیگر کتب میں روایت کی گئی ہیں جیسے حضرت اُمِ سلمہ سے مروی حدیث الکساء جسے حاکم نے المستدرک، ج ۳، ص ۱۳۶، ح ۴۷۰۵ پر روایت کیا ہے۔

عن شریک. عن عطا . عن أم سلمہ قالت . فی بیتی نزلت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا . قلت فارسل رسول اللہ الی علی وفاطمۃ والحسن والحسین فقال ھولاء اھل بیتی قال: الحاکم والذھبی ھذا حدیث صحیح علی شرط البخاری وکذ اخرجہ الحاکم (ج ۲، ص ۴۱۶، ح۳۵۵۸)

صحیح حدیث کی چھٹی قسم (هذا حديث صحيح على شرط مسلم)

درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے چھٹا مرتب ان احادیث کا ہے جو صحیح مسلم میں تو روایت نہیں کی گئیں بلکہ امام مسلم کی شرط پر ذخیرہ حدیث کی دیگر کتب میں روایت کی گئی ہیں، جیسے:

① حضرت واثلہ بن الاسقع سے مروی حدیث جسے امام احمد نے المسند، ج ۴، ص ۱۰۷، ح ۱۶۵۴۰، کلاهما عن الاوزاعی حدثنی واثلة ابن الاسقع قال: اتيت عليًا فلم اجده فقالت لی فاطمة: انطلق الى رسول الله يدعوه فجاء مع رسول الله فدخلا ودخلت معهما فدعا رسول الله الحسن والحسين فاقعد كل واحد منهما على فخذيه وادنى فاطمة من حجره وزوجها ثم لف عليهم ثوبًا وقال: إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا. ثم قال: هولاء اهل بيتی اللهم اهل بيتی احق اس حدیث کو حافظ ذہبی نے صحیح علی شرط مسلم قرار دیا ہے۔

② حضرت بریدہ سے مروی حدیث جسے اصحاب سنن اور مسانید میں روایت کیا ہے۔ فلم اصبر حتی قطعت حدیثی، اس کی بعض سندوں کو حاکم اور ذہبی نے صحیح علی شرط مسلم کہا ہے۔ (دیکھیے المستدرک، ج ۱، ص ۲۸۷، ح ۱۰۵۹)

③ اسی حدیث واثلہ بن الاسقع کہ آیت تطہیر پنجتن پاکؑ کے حق میں اتری۔ اس کو حاکم نے صحیح علی شرط البخاری جبکہ ذہبی نے صحیح علی شرط مسلم کہا۔ (دیکھیے المستدرک، ح ۳۵۵۸)

④ امام علی علیہ السلام سے مروی حدیث خاصف النعل ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ اس کو حاکم اور ذہبی نے صحیح علی شرط مسلم کہا۔ (دیکھیے المستدرک، ج ۳، ص ۲۹۹، ح ۷۱۹ ۸)

⑤ اسی طرح آیت متعہ کے بارے میں حضرت ابن عباس کی قرأت فما استمتعتم بہ منھن اجورھن الی اجل مسمّٰی کو حاکم اور ذہبی نے صحیح علی شرط مسلم قرار دیا۔ (ج ۲، ص ۳۰۵، ح ۳۱۹۲)

⑥ حضرت ابوہریرہ سے مروی ان رسول اللہ قال: انی ادیت فی منامی کان بنی الحکم بن ابی العاص ینزون علی منبری کما تنزوا القردۃ کو ذہبی نے صحیح علی شرط مسلم کہا اور حاکم نے صحیح علی شرط الشیخین کہا۔ (ج ۳، ص ۴۸۰، ح ۸۴۸۱)

⑦ میراثِ جدہ کے بارے میں خلیفۂ اوّل کی بے علمی کی روایت کو ذہبی اور حاکم نے صحیح علی شرط مسلم کہا۔ (ج ۳، ص ۳۳۸، ح ۷۹۷۸)

⑧ اسی طرح حضرت ابن عباس سے مروی حدیث من ابغض لاھل بیت محمد دخل النار کو ذہبی اور حاکم نے صحیح علی شرط مسلم قرار دیا (دیکھیے ج ۳ ص ۱۴۹، ح ۴۷۱۲)۔ اس کے علاوہ بھی فضائل اہلِ بیتؑ پر ذخیرۂ حدیث کی کتب جامع، کتب مسانید، کتب سنن اور کتب معاجم میں سینکڑوں احادیث ایسی ہیں جو ان مذکورہ صحت کے تمام شرائط پر پوری اُترتی ہیں۔

نوٹ

1 قارئین محترم ہم نے اکثر حوالے مستند کتب تفاسیر و احادیث اور تاریخ و رجال سے دیے ہیں۔ یعنی ایسی کتب کو مصادر قرار دیا ہے جن پر تمام مسائل

اسلامیہ کا دارومدار ہے۔ نیز کتب تاریخ میں سے حافظ ابن کثیر کی تاریخ المعروف البدایہ والنہایہ کو ماخذ قرار دیا ہے کیونکہ یہ کتاب علم تاریخ میں اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے ہاں مستند ترین تاریخ شمار ہوتی ہے۔ نیز حافظ ابن کثیر صرف مورخ ہی نہیں بلکہ مفسر قرآن، حافظ الحدیث اور مستند فقیہ ہیں۔ اس کے باوجود انہیں ابن اور حافظ ذہبی جیسے محدثین و متکلمین اہل سنت کا شاگرد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اور ابن نواصب کے صرف ہمنوا ہی نہیں بلکہ ان کے پیرو پیشوا ہیں۔

دعا گو!

علامہ غلام مصطفیٰ انصاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نور قلوبنا بولاء الحسین واخیہ وجدہ وابیہ وامہ وبنیہ وشیعتہ ومو الیہ واجلی عیوننا بالبکاء فی عزائہ و مصیبتہ و جعل ھاتین الموھبتین وسیلة لنا فی نیل قربتہ و تحصیل رحمتہ ثم الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین و خاتم النبیین محمد و اھل بیتہ و عترتہ و لعنة اللہ علی اھل عداوتہ۔ اما بعد فقد قال اللہ تبارک و تعالی (وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا (الاسراء:۳۳)

''اور جو مظلوم ہو کر قتل کیا جائے ہم نے اس کے ولی کے لیے غلبہ دیا ہے۔ پس چاہیے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے تحقیق وہ مدد دیا گیا ہے''۔

حضرات! حضرت امام حسینؑ کے ماتم اور محرم کو روکنے کے لیے غیر کا ہر جاہل اور عالم کوشش کر رہا ہے۔ یہ لوگ نہ شہادت پر غور کرتے ہیں نہ آلِ محمدؐ کی فضیلت پر

نہ ان کی مصیبت پر۔ صرف ماتم اور امامِ حسین علیہ السلام کے ماتمی جلوس کو روکنے پر ہی زور ہے حالانکہ ماتم کے منع ہونے پر کوئی آیت قرآن میں نہیں آئی اور ماتمِ حسینؑ آلِ محمدؐ نے کیا۔ آسمان سے خون برسا، مظاہر اشکبار ہوئے لیکن تا ہم اعتراض پر اعتراض ہو رہے ہیں لہذا میں نے متعدد کتابیں اس بارے میں لکھی ہیں تا کہ ان لوگوں کو منہ توڑ جواب دوں۔ مظلوم کی حمایت کا ثواب حاصل کروں۔ مجاہدانِ حسینؑ کی صف میں شمار کیا جاؤں۔ ماتمیوں سے دعا کا طالب ہوں تا کہ نزع قبر، حشر میں آلِ محمدؐ مددگار ہوں۔

عزاداری مظلوم ہمارا فطری حق ہے

اپنے محبوب کے غم میں رونا اس کے ماتم میں بیٹھنا اور اس کی نعش یا جنازہ کے ساتھ چلنا ہر انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ رقت جنسیہ اس کی متقاضی ہے۔ اس لیے بلا تفریق مذہب و ملت جملہ بنی نوع انسان اپنے اپنے محبوبوں پر روتے ہیں اور حزن و ملال کرتے ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

لما كان البكاء على الميت و الحزن عليه طبيعة لا يستطيعون ان ينفكوا عنها لم يجزن أن يكلفوا بتركه كيف و هو ناشي من رقة الجنسية و هي محمودة لتوقف تالف أهل المدينة فيما بينهم عليها و لانها مقتضي سلامة مزاج الانسان (حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۳۸ مطبوعہ مصر)

"کہ جب میت پر رونا اور اس پر غم کرنا ایک طبیعی امر ہے جو

لوگوں سے دور نہیں ہو سکتا اس واسطے اس کے ترک کرنے کی تکلیف نہیں دی گئی۔ شریعت محمدیہ میں یہ ہونا بھی نہ چاہیے، کیونکہ رونا اور غم کرنا ہم جنس ہونے کی رقت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور یہ رقت قلبی محمود اور قابلِ ستائش ہے کیونکہ انسان محتاج تمدن ہے اور مدینہ فاضلہ کے اہل کا باہم مالوف اور مانوس ہونا اس پر موقوف ہے اور انسان کی سلامتی مزاج کا تقاضا بھی یہی ہے"۔

انسان چونکہ تین چیزوں کا مجموعہ ہے:

(۱) جسم (۲) نفس (۳) روح

ہر قسم کی مناسبت سے محبت بھی تین قسم کی ہوگی:

(۱) جسمانی (۲) نفسانی (۳) روحانی

جسم اور نفس چونکہ دونوں مادی اور روحانی ہیں۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ لہٰذا یہ دونوں محبتیں بھی قابلِ فانی اور غیر محمود ہوں گی اور ان کی بقاء یا زیادتی کے اسباب بھی غیر محمود ہوں گے اور حتی الامکان ان میں احتیاط اور قلت لازم ہے۔ مگر روح چونکہ باقی اور پاک ہے لہٰذا یہ محبت بھی باعثِ سعادت اور مفید ثابت ہوگی۔ اس کے اسباب بھی محمود ہوں گے۔ اس کا غم بھی صحیح ہوگا۔

حسینؑ ہمارا امام اور محبوب روحانی ہے اور اس کی محبت واجب ہے

قال الترمذی : حدثنا الحسن بن عرفة : حدثنا اسمعیل بن عیاش عن عبد اللہ بن عثمان بن خیثم .

عن سعید بن راشد، عن یعلیٰ بن مرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ حسین منی و أنا من حسین أحب اللہ من أحب حسینًا حسین سبط من الأسباط

(جامع الترمذی،حدیث نمبر ـ ۳۷۷۵ـ ابن ماجہ،حدیث نمبر ۱۴۴ـ مسند احمد، ج ۴، ص ۱۷۲، ح ۱۷۳۳۱)

یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں، اللہ ہر اس آدمی سے محبت کرتا ہے جو حسینؓ سے محبت کرتا ہے اور حسینؓ ایک سبط ہے اسباط سے''۔

و قد قال القاضی عیاض: فی قولہ حسین منی و أنا من حسین کأنہ علم بنور الوحی ما سیحدث بینہ و بین القوم فخصہ بالذکر و بین أنہما کالشئی الواحد فی وجوب المحبۃ و حرمۃ التعرض و المحاربۃ، و أکد ذلک بقولہ ﷺ أحب اللہ من أحب حسینًا فان محبتہ محبۃ الرسول و محبۃ الرسول محبۃ اللہ

(کذا فی تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، ج ۱۰، ص ۲۵۹، مرقاۃ، ج ۱۱، ص ۳۹۲، فیض القدیر، ج ۳، ص ۵۱۳، السراج المنیر، ج ۲، ص ۲۲۷)

حاشیہ ترمذی میں ہے کہ ''حضور ﷺ نے نور وحی سے واقعاتِ کربلا کو دیکھتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ فضیلتِ امامِ حسینؓ پر زور دیا اور بیان کیا کہ وجوبِ محبت، حرمتِ تعرض

اور محاربت میں اور امامِ حسینؑ شے واحد ہیں اور محبتِ حسینؑ
محبتِ خدا ہے کیونکہ امامِ حسینؑ کی محبت میری محبت ہے اور میری
محبت خدا کی محبت ہے"۔

لفظ سبط میں آپ کی امامت کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ شاہ عبد العزیز
محدث دہلوی نے فرمایا:

دریں حدیث اشارہ است بآنکہ شرافت و طہارت
و علم و تقوی در اولاد ایشان بسیار خواھد ماند.
چنانچہ ھمیں قسم واقع شد (تفسیر عزیزی پارہ الم،
ص ۴۲۰)

"فرزندانِ یعقوبؑ سبط تھے اور حسینؑ محمدؐ کا سبط ہے اور اس
لفظ میں اشارہ ہے کہ اولادِ حسینؑ مین شرافت، طہارت، اور علم و
تقویٰ بہت زیادہ ہوگا اور ایسا ہی واقع ہوا"۔

چونکہ حسینؑ مظلوم ہمارا امام اور محبوب ہے اور مظلوم ہے محبوب کا ظلم دیکھ کر
سب کا بے قرار ہونا لازمی اور فطری ہے۔ کما قال العارف الجامی:

اگر خارے خلد در پائے دلدار
دل عاشق شود افگار زاں خار
وگر بادے وزد بر زلف محبوب
فتد بر جان عاشق آں صد آشوب
وگر گردے نشیند بر عذارش
شود خم پشت عاشق زیر بارش

اور چونکہ ہم اس محبت اور غم کو جامہ جاوید پہنانا چاہتے ہیں اور تا قیام قیامت اس سانحہ جانکاہ کو نہیں بھولنا چاہتے، کیونکہ اس کے ترک میں ترک محبتِ خدا او رسول ﷺ اور غفلت از وظیفہ امام خود ہے اور یہ ہمارے ملی شعور کی موت او ہمارے دین کا خاتمہ ہے۔ لہٰذا ظلم کے خلاف واویلا اور اسباب تازگی غم ذکرِ حسین کا اختیار کرنا ہمارا دین متین ہے اور ہمارا رشتہ حیات اسی سے وابستہ ہے اور اسباب غم اختیار کرنا عین فطرت ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی:

امام التدبیر العملی فالعمدة فیه التلبس بهیأت وافعال و اشیاء تذکر النفس الخصلة المطلوبة وتنبهها لها و تهیجها الیها تحثها علیها اما لتلازم عادی بینها و بین الخصلة او لکونها مظنة لها بحکم المناسبة الجبلیة فکما ان الانسان اذا اراد ان ینبه نفسه للغضب و یحضره بین عینیه یتخیل الشتم الذی تفوه به المغضوب علیه و الذی یلحقه من العار و نحو ذالك والنائحة اذا ارادت ان تجدد عهدها بالفجع بذکر نفسها محاسن المیت و تتخیلها وتبعث من خواطرها الخیل و الرجل الیها (حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۵۶ مطبوعہ مصر)

"تحصیلِ سعادت کی دو تصویریں ہیں: ایک علمی اور دوسری عملی، اور یہ تدبیر عملی پس عمدہ آئین یہ ہے کہ انسان ایسی ہیئت

افعال اور امور اختیار کرے جو نفس کو خصلت مطلوبہ کی یاد دلائیں یعنی اس میں اوصاف مطلوبہ کی یاد پیدا ہو، وہ نفس کو تنبیہ کرتے رہیں اور ان اوصاف کی طرف برانگیختہ کریں، یا تو اس لیے کہ ان اوصاف اور افعال میں عادہ لازم ہے، یا اس لیے کہ یہ افعال مناسبت فطری کی وجہ سے ان اوصاف کے حاصل ہونے کا گمان غالب پیدا کردیتے ہیں، پس جب انسان چاہتا ہے کہ نفس کو غصہ پر آمادہ کرے اور اپنے سامنے غصہ کی صورت پیش کرے تو وہ دشمن کو گالیاں یاد کرتا ہے اور دشنام سے جو شرم و عار پیدا ہوتی ہے اس کو سوچتا ہے۔ اور اسی طرح نوحہ کرنے والی جب رونا چاہتی ہے تو وہ مردہ کی خوبیاں بیان کرتی ہے اور اپنے خیال کے سوار اور پیادے ان کی طرف دوڑاتی ہے"۔

پس ہم غمِ حسینؑ میں رونا چاہتے ہیں۔ آپؑ کی محبت میں اضافہ چاہتے ہیں اور آپؑ کے دشمنوں سے دُوری اور نفرت چاہتے ہیں۔ یہی ہمارا دین ہے۔ اب فرمایئے! ہم اسباب غم اختیار کریں یا شبیہ ذوالجناح اور شبیہ ضریح امام محرک غم ہیں یا نہیں؟ ان کو بنائیں یا نہ؟ خلافِ ظلم واویلا کریں یا نہ؟ غمِ حسینؑ سنا کر عالم کو شریک کریں یا نہ؟ بصورت نفی خلاف فطرت ہے یا نہیں؟ تعزیت حسینؑ سے ہمیں روکنا ہمیں ہمارے فطری حق سے روکنا ہے جو ہماری مذہبی موت کے مترادف ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم مذہبی موت کی بجائے سنت حسین علیہ السلام پر عمل کر کے اپنے مذہب کو حیات بخشنے میں سعادت محسوس کریں گے۔ نہ معلوم روکنے والے کیوں خلاف فطرت

روک رہے ہیں حالانکہ مظلوم سے محبت عین فطرت اور تقاضائے انسانیت ہے اور ماتمِ حسینؑ شروع سے محبانِ حسینؑ کا شعار چلا آیا ہے۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ، ص ۰ مطبوعہ نولکشور میں لکھتے ہیں:

اول کسی که در اسلام رسم ماتم عاشورا و نوحه وشیون بر آورده است مختار است

"کہ جس نے پہلے پہل اسلام میں رسم ماتم روز عاشورا نیز نوحہ اور شور وشیون کی بنیاد مستقل رکھی وہ امیر مختارؒ ہے"۔

تاریخ الخلفاء عربی ص ۳۰۳ مطبوعہ اصح المطابع میں ہے کہ ۳۵۲ھ میں معزالدولہ علیہ الرحمہ نے ماتمِ حسینؑ کو قانوناً لازم قرار دے کر اس کا التزام فرمایا:

و فی سنة اثنین و خمسین یوم عاشوراء ألزم معز الدولة الناس بغلق الأسواق و منع الطباخین من الطبیخ و نصبوا القباب فی الأسواق و علقوا علیها المسوح و أخرجوا نساء منتشرات الشعور یلطمن فی الشوارع یقمن المأتم علی الحسین و هذا أول یوم نیح علیه فیه ببغداد و استمرت هذه البدعة سنین

"۳۵۲ھ میں وزیر فخر الدولہ نے لوگوں کو یوم عاشور بازاروں کو بند رکھنے کا حکم دیا اور باورچی خانے بند رکھے اور بازاروں میں قبے اور شامیانے لگا کر ان پر موٹے ٹاٹ ڈالے، عورتوں کو سر برہنہ کھلے بال بڑے بڑے راستوں پر بصورت نوحہ

کنان وطمانچہ بر رخسار زنان نکالا اور یہ پہلا دن ہے کہ جس دن بغداد میں ماتمِ حسینؑ ہوا"۔

ماتم خلافِ شجاعت نہیں

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ماتم خلاف جذبہ شجاعت ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۳۱ پر اس کا جواب بھی دے دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

که حُزن منافی شجاعت نیست رستم را بر قتل سهراب حُزنی که لاحق شد و جامه ی خود را سیاه کرد و ماتم گرفت و گریبان چاك نمود مشهور و معروف است

"حُزن اور غم منافی شجاعت نہیں ہے۔ رستم کو سہراب کے قتل ہوجانے پر جو حُزن لاحق ہوا اور اس نے اپنے کپڑے سیاہ کرلیے اور ماتم شروع کیا مشہور اور معروف ہے"۔

یہ ہے ہمارا حق ماتمِ حسین علیہ السلام اور عزائے حسینؑ جو حب داران آلِ عبا ہمیشہ کرتے رہے۔ اب روکنا ہمیں امتحان میں ڈالنا ہے۔ ملّاں حضرات ذرا سوچ کر فتویٰ دیں، خونِ مظلوم چھپنے والا نہیں۔ کسی بھی غریب سے غریب تر کا جنازہ بازار سے گزرتا ہے لوگ شریک بھی ہوجاتے ہیں مگر شبیہ جنازہ ابنِ رسولؐ سے کیوں ضد ہے؟ یہ تو غریب الدیار، غریب الوطن، کشتہ جور و جفا اور بے گور و کفن کے جنازے کی شبیہ ہے۔ اس سے محبت کی بجائے عداوت تو نہ کیجیے۔

تمام شیعیانِ پاکستان عزاداری مظلوم کو عزیز اور جان سمجھتے اور رشتہ ایمان جانتے ہیں، اگر عزاداری بند ہوئی تو ہمارا دین گیا، ہمارا ایمان گیا۔ لہٰذا دین اور ایمان کی حفاظت کے لیے ہمیں کسی قربانی سے دریغ نہیں کرنا ہوگا کیونکہ دین اور ایمان کی حفاظت فرض ہوتی ہے۔
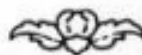
عزاداری سیّدالشہداءؑ کی مخالفت حقیقت میں اسلام کی مخالفت ہے

مبلغ اعظم کا پیغام عزادارانِ حسینؑ کے نام

مسئلہ عزاداری مذہب شیعہ کی روح اور ملت شیعہ کو عزیز از جان ہے۔ مخالف اس کو مٹانے کے لیے مستعد ہو رہے ہیں، لمبے چوڑے اشتہارات خلاف قرآن وسنت مطالبات اور بے سرو پاریز ولیوشن اس کے آئینہ دار ہیں۔ گمراہ کن پروپیگنڈا کی مشینری کے پرزے حرکت میں آچکے ہیں۔ تحریک ختم نبوت کے دنوں میں جو انداز مرزائیت کے لیے اختیار کیا گیا تھا اس سے بڑھ چڑھ کر اب مذہب شیعہ کے خلاف کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ان حالات کے تحت ملت شیعہ کے لیے اتحاد، اتفاق، ایثار اور قربانی کی بے حد ضرورت ہے ورنہ حسین علیہ السلام مظلوم کی شہادت اور جناب زینبؑ کی اسیری کی داستان مٹنے کا قوی اندیشہ ہے۔

اس کا مٹنا حقیقی اسلام کا مٹنا ہے اور اس کی شہرت میں فرق آنا مقصد خدا و رسولؐ کے خلاف ہے کیونکہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد اس کو شہرت بخشنا ہے جیسا کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ دیکھئے سر الشہادتین مطبع جونپور:

لما کان مبنی امرہ علی الشھرۃ و الاعلان انزل اولاً فی الوحی علی جبرئیل۔ و غیرہ من الملائکۃ ثم بتعیین

المكان و تسمية و تعيين الزمان و هو رأس الستين ثم اشتهر امره و اعلن ذكره على لسان امير المومنين كرم الله وجهه فى سفره الى صفين ثم لما وقعت واقعة الشهادة اشتهر امرها بانقلاب التربة دمًا و امطار الدم من السماء و هتف الهواتف بالمراثى و نوح الجن و بكائهم و طواف السباع حافظات لجثته و دخول الحيات فى مناخر قاتليه الى غير ذالك من اسباب الشهرة ليطلع الحاضرون و الغائبون على وقوعها بل بابقاء البكاء و الحزن المستمر و تذكر تلك الوقائع الهائلة فى امته الى يوم القيامة فقد بلغت نهاية الشهرة فى الملاء الاعلى و الاسفل و الغيب و الشهادة و الجن و الانس و الناطق و الصامت

"ہر گاہ امر شہادت کی بنیاد شہرت اور اعلان عام پر تھی لہٰذا شہرت اور اعلان کی خاطر،

اولاً: وحی میں جبرائیلؑ اور دیگر ملائکہ کی زبان سے اعلان ہوا۔

دوم: تعیین مکان، تسمیہ مکان اور تعیین زمان یعنی ۶۰ ھ مقرر ہوا۔

سوم: پھر آپؑ کی شہادت کا ذکر اور پھر اس کا اعلان زمان امیر المومنین علیہ السلام سے بر موقع جنگ صفین کرایا گیا۔

چہارم: امرِ شہادت کو یوں مشتہر کیا گیا کہ مٹی خون ہوگئی، آسمان

سے بھی خون برسا، جنّات نے مرثیہ خوانی کی ، غیب سے
آوازیں آئیں، جنّات روئے، درندوں نے حضرت کے لاشے
کا پہرہ دیا، حفاظت کی، قاتلوں کے ناک میں سانپ برائے
عبرتِ عوام داخل ہوئے"۔

یہ تمام اسبابِ شہرت قدرت نے اس لیے اختیار کیے تا کہ حاضر اور غائب اس کے وقوع پر مطلع ہو جائیں، بلکہ آہ و بکاء، خون دائمی واقعات دردناک کا ذکر جاری رکھنے کی غرض بھی یہی ہے کہ یہ سب اسباب شہرت امامِ حسین علیہ السلام تھے، تا کہ واقعہ شہادت کی قیامت تک شہرت میں فرق نہ آنے پائے۔

برادرانِ ایمانی! یہ ہے غرض عزاداری سیّدالشہداءؑ، یہ ہے ماتمی جلوسوں کی غرض، یہ ہے آہ و بکاء کی غرض، یہ ہے واویلا کی غرض، یہ ہے سینہ زنی کی غرض، یہ ہے نوحہ کی غرض اور یہ ہے آہ و فغان اور ماتمِ حسینؑ کی غرض و غایت، تا کہ شہادت امامِ حسینؑ کی شہرت میں فرق نہ آئے اور اعلان عام میں کمی نہ آئے۔ لیکن دشمن اس شہرت کو مٹانے کے لیے کمر بستہ ہو کر میدان میں اتر آیا ہے۔ اس کا یہ اقدام خلافِ قدرت ہے۔

اے عزادارانِ حسینؑ! کیا تم یوم شہادت کا ہنگامہ، عاشور کی یادگار، فرزند رسولؐ امامِ حسینؑ کا استغاثہ، زینب کبریٰؑ کی سختِ ماتم اور نبی زادیوںؑ کی محنت اور قربانی دنیا سے مٹتی دیکھنا گوارہ کر سکتے ہو؟

اگر عزاداری کی بقا چاہتے ہو تو اپنے باہمی اختلافات اور عارضی رنجشوں کو بھول کر علم دار حسینؑ، حضرت عباسؑ کے علم کے نیچے سب جمع ہو جاؤ اور حلف اٹھاؤ کہ اے غازی عباسؑ! تیرے بازوؤں کی قسم، مشکیزۂ سکینہؑ کی قسم، جب تک ہم

زندہ ہیں شہادتِ حسینؑ کی شہرت میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آنے دیں گے۔

اے فرزندِ رسولؐ کے عزادارو! یہ وقت باہمی انتشار کا نہیں، متحد ہو جاؤ اور وفائے عباسِ علمدارؑ کا سہارا لو، حکومت عالیہ سے آئینی طور اپنا چودہ سو سالہ حق تسلیم کراؤ۔

محبانِ آلِ محمدؐ و ماتم داران سیدالشہداءؑ!

عزاداریٔ امامؑ مظلوم تمہارا چودہ سو سالہ فطری، دینی، مذہبی، اور اخلاقی حق ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت ثابت کرنے اور اس کو باقی رکھنے کے لیے اللہ و رسولؐ خود سیدالشہداءؑ اور ہمارے سلف الصالحین بہت کچھ ہیں اور اب اس کی حفاظت تمہارا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مظلومیت کو ثابت کرنے کے لیے مظاہر قدرت کو سوگوار دکھلا چکا ہے۔ جس کا اہل سنت کے خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی باخبار متواترہ و مشہور برّ الشہادتین مع شرح فارسی ص ۹۳ مطبوعہ نولکشور میں یوں اقرار کرتے ہیں:

1 ماتم آسمان بخون

اخرج البیھقی و ابو نعیم عن بصرۃ الازدیۃ قالت لما قتل الحسین مطرت السماء دمًا فاصبحنا و حبابنا وجرارنا و کل شیء لنا ملان دمًا

”امام بیہقی اور محدث ابونعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی ہے کہ جب امامِ حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان سے خون برسا حتیٰ کہ ہم نے بوقت صبح جو دیکھا تو ہمارے مٹکے اور گھڑے اور ہماری

تمام اشیاء خون سے پر تھیں"۔

۲ ماتم کردن سنگ وخشت بخون

أخرج البیهقی و أبو نعیم عن الزهری قال بلغنی انّه یوم قتل الحسین لم یقلب حجر من حجار بیت المقدس الا وجد تحته دم عبیطٌ (بزم الشهادتین، ص ۹۳)

"امام بیہقی اور محدث ابونعیم نے زہری سے روایت کی ہے کہ جب امام مظلوم علیہ السلام شہید ہوئے تو بیت المقدس کا جو پتھر بھی اٹھایا یا پلٹا جاتا تھا اس کے نیچے سے خالص خون پایا جاتا تھا"۔

۳ گریہ آسمان بر امام حسینؑ

أخرج البیهقی عن علی بن مسهر قال حدّثنی جدّتی قالت کنت ایام قتل الحسین جاریة شابةً فکانت السماء ایاماً تبکی

"علی بن مسہر سے روایت ہے: میری دادی نے مجھے حدیث سنائی کہ میں شہادت امام حسینؑ کے ایام میں دختر نوجوان تھی، ہم نے دیکھا کہ شہادت سید الشہداءؑ پر آسمان کئی روز تک روتا رہا۔ اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آسمان بوجہ گریہ چھے ماہ تک سرخ رہا اور یہ بھی لکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ عوارض جسمانیہ اور نفسانیہ سے مبرہ و منزہ ہے مگر پھر بھی اپنے غضب کو سرخ

آسمان کی صورت میں ظاہر کردیا"۔ (کذٰی الصواعق)

یہ تھا مظلومیت سید الشہداءؑ کا ثبوت بذریعہ مظاہر قدرتِ خدا۔ اب ذرا عزاداریٔ امام مظلومؑ اور آپ کے غم میں رسالت مآب ﷺ کی کیفیت از کتب اہل سنت ملاحظہ ہو، تاکہ ان مراسم کو بدعت کہنے والوں کو شرم محسوس ہو کہ یہ مراسم بدعت نہیں بلکہ سنت ہیں، تاکہ مخالفان عزائے حسینؑ کی نیت معلوم ہو جائے کہ جو حضرات اس کے مخالف ہیں ان کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مظلوم کی مظلومیت پر پردہ پوشی ہو اور ظالم عریان ہونے سے بچ جائے۔

۴ مالک کونینؐ در غم حسینؑ

قال الطبرانی حدثنا بکر بن سهل الدمیاطی .ثنا جعفر مسافر التنیسی. ثنا ابن ابی فدیك .ثنا موسی بن یعقوب الزمعی .عن هاشم بن عتبه بن ابی وقاص .عن عتبه بن عبدالله ابن زمعه عن ام سلمه

عن ام سلمته ان رسول الله ﷺ اضطجع ذات یوم فاستیقظ وهو خائر النفس وفی یده تربة حمراء قلت ما هذه التربة یا رسول الله ﷺ قال اخبرنی جبرائیل ان هذا یعنی الحسین یقتل بارض العراق وهذه تربتها. اخرجه المعجم الکبیر

(۱۰۹/۳ح ۲۸۲۱ و ایضاً ۳۰۸/۲۳ح ۶۹۷ بمتابعة ابراهیم بن دحیم عن موسیٰ کما یاتی فی ترجمة والآجری .

فی الشریعة ح/ ۱۶۶۲۔ من وجہٍ آخر کما یأتیفی ترجمة هاشم بن هاشم وابن عساکر فی تاریخه ۱۹۱/۱۴/ ح/ ۳۳۷۴، بمتابعة خالد بن مخلد وایضاً ح/ ۳۳۷۵،من وجه آخر بهذه المتابعة وایضاً ح/ ۳۳۷۶، بمتابعة ابراهیم بن طهمان، عن هاشم بن هاشم بمثله ونحوه مطولاً ومختصراً (سر الشہادتین، ص ۹۲)

''بیہقی اور ابونعیم نے حضرت اُم سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضور ﷺ لیٹے لیٹے حسرت زدہ ہو کر جاگ اٹھے اور آپؐ کے ہاتھ میں سرخ مٹی تھی جسے آپؐ الٹ پلٹ رہے تھے، میں نے عرض کیا: حضورؐ! یہ کیا مٹی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: مجھے جبرائیلؑ نے بتایا کہ یہ میرا بیٹا حسینؓ سرزمین عراق پر شہید کیا جائے گا۔ یہ اس کے مقام شہادت کی مٹی ہے''۔

خاک آلودہ نمودن رسولِ خدا

سرِ اقدس خود و ریش دَر غم امامِ حسین

اخرج الحاکم و البیہقی عن ام سلمة قالت رایت رسول الله ﷺ فی المنام و علی رأسه و لحیته التراب فقلت مالك یا رسول الله قال شهدت قتل الحسین انفاً

''حاکم اور بیہقی نے حضرت اُمِ سلمہؓ سے روایت کی ہے: میں نے رسولِ خدا کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کا سر اور ریش خاک

آلودہ ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا ماجرا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ابھی حسینؑ کا مقامِ قتل دیکھا ہے۔

گریہ صاحبِ لافتیٰ بر مصائب سیّد الشہداءؑ

اخرج ابو نعیم عن اصبغ ابن نباته قال اتینامع علی رضی الله عنه علی موضع قبر الحسین فقال ههنا مناخ رکابهم و موضع رحالهم و مهراق دمائهم فتیة من آلِ محمد یقتلون بهذه العرضة تبکی علیهم السماء و الارض (سر الشہادتین، ص ۹۰)

"ابو نعیم نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اس مقام پر آئے جہاں قبر حسینؑ ہے۔ جناب امیرؑ نے رو کر فرمایا: یہاں ان کی سواریاں بیٹھیں گی اور یہاں ان کے کجاوے ہوں گے۔ آلِ محمدؐ کے نوجوان اس میدان میں شہید ہوں گے۔ ان پر زمین و آسمان روئیں گے"۔

مرثیہ خوانی جنّات دَرغمِ محسنِ کائنات

أخرج أبو نعيم من طريق حبيب ابن ثابت عن ام سلمة قالت ما سمعت نوح الجن منذ قبض النبي ﷺ الا الليلة و ما اری ابنی الا قد قتل يعنی الحسين فقالت لجاريتها أخرجي فاتسئلی فاخبرت انه قد قتل و اذا الجنة تنوح

"حضرت اُمِ سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور پُرنور ﷺ کی وفات سے جنّات کا نوحہ نہیں سنا مگر آج کی رات میں سمجھ گئی کہ میرا بیٹا حسینؑ مارا گیا ہے۔ میں نے اپنی کنیز سے کہا: جا پتہ کر کیسا نوحہ ہے؟ اور کہاں سے آواز آرہی ہے؟ اس نے آکر بتلایا کہ بی بی! حسینؑ مارے گئے اور کوئی جنہ (عورت) نوحہ پڑھ رہی ہے اور وہ نوحہ یہ ہے:

الا یاعین فابتھلی بجھد
ومن یبکی علی الشھداء بعدی
علی رھط تقودھم المنایا
الی متجبر فی ملك عھدی

"خبردار ہو میری آنکھ اور پوری کوشش کے ساتھ گریہ وزاری کر کیونکہ میرے بعد شہداء پر کون روئے گا جن کو موت کے سامان ایک ظالم کی طرف میری سلطنت کے زمانہ میں کھینچ کر لیے جا رہے ہیں"۔

مرثیہ خوانی میں حسینؓ کی مدح

أخرج أبو نعيم عن مزيدة بن جابر الحضرمي عن امه قالت سمعت الجن تنوح على الحسين وهي تقول

انعى حسينًا هبلاً كان حسينًا جبلاً

"ابو نعیم نے مزیدہ بن جابر حضرمی سے روایت کی ہے کہ ان کی والدہ نے کہا: میں نے ایک جن کو حسینؓ پر نوحہ کرتے سنا اور وہ نوحہ یہ تھا"۔

حسینؓ بڑے ہی صاحبِ جمال تھے
صبر و استقلال میں پہاڑ تھے

شکایت اُمت از قلم قدرت در نوحہ خوانی حسینؓ

بعض لوگوں کو شکایت ہے کہ نوحہ خوانی میں شکایت امت کیوں ہوتی ہے حالانکہ ان کو پتہ نہیں کہ یہ شکایت ان کی اپنی کتاب میں قلم قدرت سے لکھی ہوئی موجود ہے۔ (دیکھئے سِرّ الشہادتین، ص ۹۷)

أخرج أبو نعيم من طريق لهيعة عن أبي قنبل قال لما قتل الحسين اجتزو رأسه و قعدوا في اول مرحلة

یشربون النبیذ فخرج علیهم قلم من حدید فکتب سطراً بدم

ترجوا امة قتلت حسیناً

شفاعة جده یوم الحساب

"ابو نعیم نے بطریق لہیعہ از ابی قبیل روایت کی ہے کہ جب حسینؑ مظلوم قتل کے گئے اور آپ کا سر قلم کر لیا گیا اور آپ کا سر لے کر شام کو لے چلے اور پہلی ہی منزل پر بیٹھ کر شراب (نبیذ) پینے لگے تو ایک لوہے کا قلم دیوار سے ظاہر ہوا اور خون سے یہ شعر دیوار پر لکھ کر غائب ہو گیا۔ کیا وہ امت جس نے حسینؑ کو شہید کیا ہے روز قیامت ان کے نانا کی شفاعت کی اُمید رکھتی ہے"۔

شارح بزُ الشہادتین علامہ سلامت اللہ رنگی محلی اسی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں: یہ قلم حجرہ راہب میں نمودار ہوا جب باغی قافلہ اسیران اہل بیت علیہم السلام اور امام مظلوم کو لے کر وہاں پہنچے۔

عزاداری کردن سیّد الشہداءؑ خود بر خود

أخرج ابن عساکر عن المنهال ابن عمر و قال أنا و الله رأیت رأس الحسین حین حمل و أنا بدمشق و بین یدی الراس رجل یقرء سورة الکهف حتی بلغ الی قوله تعالی: أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ

كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا (الکہف، ۹)

فأنطق الله الرّأس بلسان ذربٍ فقال أعجب من اصحاب الکہف قتلی و حملی (سر الشہادتین، ص ۹۹)

"ابن عساکر نے منہال بن عمر سے روایت کی ہے کہ آپ نے کہا بخدا میں نے سرِ حسینؑ کو اس وقت دیکھا جب نوک نیزہ پر بلند کیا گیا اور میں اس وقت دمشق میں تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی میرے سامنے ہی سورۂ کہف پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ عزوجل کے اس قول تک پہنچا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری عجیب نشانیوں میں ہیں، تو خدا تعالیٰ نے سرِ حسینؑ کو زبان تیز اور فصیح سے بلوایا تو آواز آئی:

"میرا قتل ہونا اور نیزہ پر بلند ہونا اصحاب کہف سے بھی زیادہ عجیب ہے (یعنی وہ نوجوان تنہا غار میں غائب ہوئے یا ظلم سے بھاگے میرے ساتھ نبی زادیاں بھی ہیں)"۔

شیعیانِ حیدر کرار ماتم دارانِ آل اطہارؑ! میں نے بفضلہ تعالیٰ برادران کی کتب سے ثابت کردیا ہے کہ مظاہر قدرت سے لے کر خود سید الشہداءؑ تک عزاداری، نوحہ خوانی، ماتم داری میں عالم کا ذرہ ذرہ مشغول ہے، یہ عزاداری سنت خدا و رسولؐ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام ہے۔ لہٰذا یہ ہمارا فطری، دینی اور مذہبی حق ہے اور لوگوں کے عذر بہانوں کا مطلب سید الشہداءؑ کی مظلومیت کو مٹا کر ظالموں کے مظالم پر پردہ پوشی مقصود ہے اور کچھ نہیں۔

اب تم بیدار ہوجاؤ، غفلت کو چھوڑ دو، تمہارا فرض ہے اس کو مٹنے نہ دو۔

محرم قریب آرہا ہے مخالف کے ارادے خام اور غلط ہیں ۔ آپ نے پاکستان اور اپنے مذہبی حق کی حفاظت کرنی ہے خواہ کتنی ہی قربانی کیوں نہ پیش کرنی پڑے۔ ہمیں غالب امید ہے کہ ہماری حکومت عادلہ ہمارے اس جائز حق کو تلف ہوتا ہوا نہ دیکھے گی ورنہ ہم اُسوۂ حسینیؑ پر عمل کرنے کے لیے تیار کھڑے ہیں۔

ہم عنقریب یومِ عزاداری منانے کا اعلان کرنے والے ہیں۔ اس روز تمام پاکستان میں یومِ عزاداری کو عملی جامہ پہنانا آپ کا فرضِ اولین ہوگا۔ حکومت پر اپنا حق واضح کیجیے۔ علمائے کرام و ذاکرین عظام سے گزارش ہے کہ اپنے اپنے علاقہ میں عزاداری کے جلوسوں میں حصّہ لیں۔ پاکستان میں کوئی بستی ایسی نہ رہے جہاں یومِ عزاداری نہ منایا جائے۔ اب غفلت کا وقت نہیں ہے۔ عزاداری ہمارا حق ہے ہم نہ سیاست چاہتے ہیں نہ حکومت، صرف غمِ حسینؑ کا اظہار چاہتے ہیں۔ مظلوم کی مظلومیت کا تحفظ چاہتے ہیں۔

عاشوراء کی عظمت

ایک انگریزی اخبار مارننگ نیوز مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۷۳ء، ۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ کا ایک پرچہ جناب مہدی نقوی اجمیری صاحب نے ترجمہ کر کے میرے پاس پہنچایا۔ جس میں کسی الحاج ایس ایم عبد الحامد سابق صدر مجلس اسلامی و مصنفین ڈھاکہ کا ایک مضمون عاشورہ کی اہمیت پر نظر سے گزرا۔ جس میں موصوف نے شہادتِ حسینیہؑ کی عظمت اور یومِ عاشورا کی خصوصیت ختم کرنے کی کوشش کی ہے اور عزاداری کے مراسم اور شعائر کو بدعت بتلایا ہے اور چند آیات و احادیث سے بے محل استدلال کرنے کی سعی بھی کی ہے، جن کا موصوف کے دعویٰ سے دُور کا بھی تعلق

نہیں! لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ عوام کو غلط فہمی سے بچانے اور شہادتِ حسینیہ ؓ کی خصوصیت اور عاشورہ کی عظمت کو واضح کرنے کے لیے چند سطور لکھوں تا کہ شہادتِ حسینیہ کی شہرت میں فرق نہ آئے اور اہلِ اسلام کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا نہ ہونے پائیں۔ وما اریدالا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ۔

قتلِ حسینؓ کے الزام سے یزید کو بچانے کی ناکام کوشش

ابتدائے مضمون میں موصوف نے یزید کو قتلِ حسینؓ سے بچانے کی تمام تر ذمہ داری یزید کے سپاہیوں کی سفاکی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ حامیانِ یزید اکثر کرتے چلے آرہے ہیں۔ تا کہ یزید جو جماعت اور جمہور کا ساختہ پرداختہ خلیفہ بتلایا جاتا ہے اس الزام سے بچ جائے اور جماعت کی عظمت میں فرق نہ آئے۔ حالانکہ حضرت امامِ حسینؓ نے قرآن وحدیث کے بجائے اکثریت کے بل بوتے پر دین کی عظمت سے کھیلنے والوں کے کھیل کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے رکھ دیا ہے اور امامتِ حقہ کی صداقت کو جماعت کے مقابلہ میں ثابت کر دیا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا:

> واتاہ بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام فقال لہ: یا ابن عم قد رایت ما صنع اھل العراق بابیک واخیک، و انت ترید ان تسیر الیھم و ھم عبید الدنیا. فیقاتلک من قد وعدک ان ینصرک، و یخذلک من انت احب الیہ ممن ینصرہ. فاذکرک اللہ فی نفسک. فقال: جزاک اللہ یا ابن عم خیراً. مھما یقض

الله من امر يكن. فقال ابوبكر: انا لله و انا اليه
راجعون، نحتسب ابا عبد الله عند الله. و كتب اليه
عبد الله بن جعفر كتابا يحذره اهل العراق و يناشده
الله ان شخص اليهم
فكتب اليه الحسين: انى رايت رؤيا و رأيت رسول
الله امرنى بامر و انا ماض له. و لست بمخبر بها احداً
حتى الاقى عملى

البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج ۸، ص ۱۶۳، چاپ جدید، ج ۵، ص ۲۶۹ کہ
جو حکم رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: میں اس کو کر کے ہی رہوں گا۔ یعنی شہادت
کا پروگرام حسب حکم رسولؐ اللہ ہے۔

بیعتِ یزید اور شہادتِ حسینؓ

قتلِ حسینؓ سے یزید کو بچانے کی کوشش بے سود ہے۔ کیونکہ بیعت یزید کے
انکار سے ہی تو قتلِ حسینؓ کے منصوبہ کی تکمیل ہوئی۔ انکار پر ہی مکہ و مدینہ سے
ہجرت کرنی پڑی۔ اسی یزید کی بیعت کی وجہ سے امیر مسلم کوفہ میں قتل ہوئے۔ آپؓ
کا لاشہ بازار میں اور سر دروازہ پر نصب ہوا۔ ابن زیاد کا تقرر برائے قتلِ حسینؓ
یزید ہی کی طرف سے اس وقت ہوا۔ فرات کا پانی بند، عاشور کی لڑائی، یار و انصار،
عزیز و اقارب کی شہادت، بیٹوں کی قربانیاں، علی اکبرؓ کی جوانی، علی اصغرؓ کا بچپن
سب بیعتِ یزید کے ناحق ثابت کرنے کے لیے ہوئے۔

آخر امامِ حسین علیہ السلام کا اپنا قتل، مخدرات عصمت و طہارت کی اسیری سب

یزید کے دربار تک ظلم وستم کو ظاہر کرتے ہوئے ہوئی۔ آخر یزید کے دربار میں سر حسینؑ پہنچا۔ یزید نے جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا اور امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے اپنی حکومت، ولایت، خلافت کے دلائل پیش کیے، جوابات سنے اور قتل حسینؑ کو اپنی فتح قرار دیا۔ اگرچہ لوگوں کی لعن طعن سے بچنے کے لیے بعض اوقات قتل حسینؑ سے برأت کا اظہار بھی کیا مگر از راہ سیاست نہ کہ از راہ دیانت۔ ورنہ قاتلوں کو انعام اور ابن زیاد کے اکرام کیسے؟ (البدایہ والنہایہ ابن کثیر، ج ۸، ص ۲۰۳، جدید، ج ۵، ص ۱۱۷)

الغرض یزید نے اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کنبہ و گھرانہ ختم کر دیا مگر الحاج صاحب اور دیگر سنت کے دعویدار اس کو بچا رہے ہیں۔

واقعاتِ شہادت کا اخفاء

اس کے بعد الحاج صاحب نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے دردناک واقعہ کو چھپانے کی کوشش کی ہے کہ یہ واقعہ جتنا دردناک ہے اتنا ہی مشہور ہے۔ لہٰذا اس کو دہرانا پسند نہیں کرتا حالانکہ اس کا وعدہ اللہ نے توریت، انجیل اور قرآن میں کیا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (التوبہ/۱۱۱)

"خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں

(اور اس کے) عوض ان کے لیے بہشت ہے۔ یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں۔ یہ تورات، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضروری ہے اور خدا سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے"۔

افسوس! موصوف نے واقعہ شہادت کو عاشور کے دن اخبار میں نقل کرنا بھی پسند نہ فرمایا۔ حالانکہ قرآن وحدیث اور تاریخ نے اس کو ظاہر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے مشہور عالم دین شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنی مشہور کتاب سر الشہادتین، مطبوعہ بمبئی میں بیان فرماتے ہیں:

ولما كان مبنى امره على الشهرة و الاعلان انزل اولا فى الوحى على لسان جبرائيل و غيره من الملئكة ثم بتعيين المكان وتسميتة و تعيين الزمان وهو راس الستين ثم اشتهر أمره و اغنى ذكره على لسان امير المومنين كرم الله وجهه فى سفره الى صفين ثم لما وقعت واقعة الشهادة اشتهر امرها بانقلاب التربة دما و امطار الدم من السماء و هتف الهواتف بالمراثى ونوح الجن و بكائهم و طواف السباع حافظان لجثته ودخول الحيات فى مناخر قاتليه الى غير ذالك من اسباب الشهرة ليطلع الحاضرون و الغائبون على

وقوعها بل بابقاء البكاء و الحزن المستمر و تذ کر تلك الوقائع الهائلة فی امته الی یوم القیامة فقد بلغت نهایة الشهرة فی الملاء الا علی و الاسفل والغیب و الشهادة والجن و الانس والناطق والصامت (سر الشہادتین، ص ۴، تا ص ۵ مطبوعہ بمبئی)

"شہادتِ حسینؓ کی بنیاد چھپانے پر نہیں بلکہ شہرت و اعلان پر ہے۔ اسی لیے پہلے بطور وحی زبان جبرائیل و ملائکہ پر نازل ہوئی پھر تعیین مکان ہوئی اور اس کا نام کربلا بتایا گیا۔ پھر ۶۰ھ کے زمانہ میں اس کی تعیین ہوئی اور پھر بھی اس کو مشتہر کیا گیا اور امیر المومنین علی علیہ السلام کی زبان پر اس کا اعلان سفر صفین میں کربلا کے مقام پر کرایا گیا۔ پھر جب واقعہ شہادت واقع ہو گیا تو مظاہر قدرت سے اس کو شہرت دی گئی۔ پس مٹی خون ہوگئی، آسمان سے خون برسنا شروع ہوا۔ غیبی آوازوں میں مرثیے پڑھے گئے۔ جنات نے نوحہ و بکا کیا۔ شیروں اور درندوں نے حضرت کی لاش پر پہرے دیئے۔ ابن زیاد کے قتل کے بعد جب سر کو کوفہ میں لایا گیا تو اس کی ناک میں سانپ گھس گئے وغیرہ وغیرہ"۔

یہ سب اسباب شہرت ہیں تا کہ حاضرین و غائبین اس کے وقوع پر مطلع ہو جائیں بلکہ ساتھ بھی دیں اور ان شعائر کو باقی رکھنے، آہ و بکا اور حزن دائمی کے اور ان ہولناک واقعات کا امت محمدیہ میں قیامت تک بطور ذکر جاری رکھنا سب اسباب

شہرت ہیں۔ ان کو مٹانے یا چھپانے کی کوشش کرنا سب منشاء شہادت کے خلاف ہیں اور مظاہر قدرت سے مقابلہ ہے۔ اسی لیے اس واقعہ کی شہرت زمین و آسمان، غائب و شاہد، صامت و ناطق سب میں پہنچ چکی ہے۔ الحاج کا اس کو چھپانا اس کی نقل کو پسند نہ کرنا سوائے قاتلوں کی حمایت اور حسینؑ کی مخالفت کے اور کیا ہے حالانکہ قرآن میں ہے کہ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ "شہادت کو مت چھپاؤ"۔

چند غیر مستند روایات

اس کے بعد یوم عاشور کی خصوصیت و شہادتِ حسینؑ کو مٹانے کے لیے چند غیر مستند واقعات قصے کہانیوں کی کتابوں سے نقل فرمائے ہیں۔ حالانکہ یہ بنی امیہ کے ساختہ و پرداختہ ہیں۔ (دیکھو صواعق محرقہ، ص ۱۸)

جواب الزامی و تحقیقی

اول، تو ان واقعات کا کتب معتبرہ میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

دوم، اگر عَلَى السَّبِيلِ التنزیل اس کو مان لیا جائے تو یوم عاشورا کی اہمیت و خصوصیت اور بڑھ جاتی ہے کہ یہ دن ابتدائے آفرینش سے تا قیامت مخصوص و مشہور چلا آیا ہے جیسا کہ ہمارے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری نبوت ہے تو آپ کے نواسہ حسینؑ کی شہادت بھی اسی دن کی خصوصیت اور عظمت کی آخری کڑی ہے اور وہ تمام واقعات بطور تمہید اور مقدمات واقع ہوئے ہیں کہ حسینؑ کی شہادت کا دن آدمؑ سے تا قیامت مخصوص رہا اور تمام قومیں اس کی عظمت کو تسلیم کرتی آئی ہیں اور اس کے مختلف شعائر کو ظاہر کرتی آئی ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کا اس کو شہادتِ حسینؑ کے ساتھ منانا نہ کوئی بدعت ہے نہ جدت بلکہ عین ذَكِّرْهُم بِأَيَّامِ اللهِ کی تعمیل ہے

کہ یہ خدا کا مخصوص دن ہے کہ عاشورا یوم من ایام اللہ ہے۔(دیکھیے صحیح مسلم، ح ۲۶۳۲)

شعائر عزا پر الحاج کے اعتراضات اور اس کے جوابات

اس کے بعد حاجی صاحب نے اپنے حج ۱۹۴۷ء کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایک عربی عالم کے حوالہ سے ماتمِ حسینؑ اور ان کے شعائر عزا پر چند اعتراضات بھی کیے ہیں کہ یہ بدعت ہیں اور اس کو بھی دلیل قرار دیا ہے کہ وہاں یہ شعائر نہیں ہوتے لہٰذا بدعت ہیں۔

الجواب: مکہ معظمہ، مدینہ منورہ میں ماتم کا نہ ہونا اس کے بدعت ہونے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ وہاں آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بادشاہت نہیں۔

وہاں سے آلِ محمدؑ اور مذہب آلِ محمدؑ کو بزور نکالا گیا ہے جیسا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے نکالا گیا تھا۔

جب نبیؐ اور امامؑ مکہ یا مدینہ سے نکل جائے تو باقی اہلِ مکہ و مدینہ کی سنت، سنت نہیں ہوتی بلکہ نبیؐ و امامؑ کی سنت، سنت ہوتی ہے خواہ غار میں ہو یا میدانِ کربلا میں ہو۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امامِ حسینؑ کی ہجرت مشہور اور مکہ معظمہ میں شیعہ کی کثرت ہوتی رہی ہے اور بادشاہ اس کو روکتے رہے ہیں جیسا کہ اہل سنت کی مشہور کتاب صواعق محرقہ، ابن حجر مکی میں ہے:

أما بعد فإني سئلت قديماً في تاليف كتاب يبين ،

حقيقة خلافة الصديق و إمارة ابن الخطاب فأجبت

الی ذلک مسارعۃ فی خدمۃ ھذا الجناب فجاء بحمد اللہ انموذجا لطیفاً. و منھاجاً شریفاً و مسلکا منیفاً: ثم سئلت قدیماً فی اقرائہ فی رمضان سنۃ خمیس وتسعمائۃ بالمسجد الحرام لکثرۃ الشیعۃ و الرافضۃ و نحوھما الآن بمکۃ المشرفۃ اشرف بلاد الاسلام فاجبت الی ذلک رجاء لھدایۃ بعض من زل بہ قدمہ عن اوضح المسالک ثم سنح لی ان ازید علیہ اضعاف ما فیہ و ابین حقیۃ خلافۃ الأئمۃ الأربعۃ و فضائلھم و ما یتبع ذلک مما یلیق بقوادمہ و خوافیہ. فجاء کتاباً فی فنہ حافلا.

"۹۵۰ھ میں مکہ معظمہ میں شیعہ کی کثرت ہوگئی تو بادشاہ نے مجھ سے یہ کتاب صواعق محرقہ لکھوائی اور رمضان شریف میں اس کی تلاوت کرائی تا کہ وہاں مذہب شیعہ نہ رہے۔ سچ ہے اَلنَّاسُ عَلٰی دِینِ مُلُوکِھِم، کہ "لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں"۔

سعودی عرب اور ان کا حدیث میں ذکر

دوم: وہاں اب نجدیوں کی حکومت ہے جو عبد الوہاب نجدی مشہور بانی وہابیت کی تحریک سے ظہور میں آئے۔ نجدیوں کے متعلق رسالت مآب کا یہ فرمان ہے:

حدثنا علی بن عبد اللہ: حدثنا ازھر بن سعد عن ابن عون عن نافع عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ ﷺ وفی نجدنا قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ ﷺ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبھا ویطلع قرن الشیطان.

(رواہ البخاری، ج ۱، ص ۱۰۵۱، ح ۷۰۹۳، ج ۱، ص ۱۴۱، ح ۱۰۳۷، مشکوٰۃ، ص ۵۸۲، ح ۶۲۷۱ باب ذکر الیمن والشام)

''ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے یمن اور شام میں برکت فرما۔ تو عرض کیا گیا یارسولؐ اللہ! ہمارے نجد میں بھی برکت کی دعا فرمایئے۔ فرمایا: وہاں زلزلے ہوں گے، فتنے اٹھیں گے اور شیطان وہاں سے اپنے سینگ نکالے گا''۔

لہٰذا اہل نجد کی حکومت میں ماتمِ حسینؑ کیسے؟ نجدیوں کا سنت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

حاجی کا کربلا معلّٰی میں نہ جانا

حاجی صاحب نے یہ نہ لکھا کہ میں حج سے فارغ ہو کر برائے زیارت قبر امامؑ نجف اشرف اور کربلا معلّٰی بھی گیا تھا اور وہاں بھی نہ ماتم ہے نہ نوحہ نہ کوئی شبیہ ہے

تاکہ شیعوں پر پورا اتمامِ حجت ہو جاتا۔ کیونکہ وہاں قبر امام ہے، قتل گاہ ہے، یادگار شہداء ہے اور شیعہ کا مذہب اہلِ بیت کا مذہب ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اور امامِ حسین علیہ السلام کا مذہب ہے۔ ان کی یادگاریں عراق میں ہیں۔

ایران، ایمان اور سلمان کامل الایمان

اور یہ بھی نہ لکھا کہ ایران و فارس گیا۔ وہاں بھی نہ ماتم ہے نہ نوحہ ہے۔ حالانکہ ان کے اہل ایمان بلکہ کامل الایمان ہونے کی شہادت حدیث میں ہے۔ (مدح ایران بحدیث و قرآن)

قال البخاری حدثنا قتیبة بن سعید: حدثنا عبد العزیز یعنی ابن محمد عن ثور عن ابی الغیث عن ابی هریرة قال کنا جلوساً عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ نزلت سورة الجمعة فلما نزلت و آخرین منهم لما یلحقوا بهم قالوا من هؤلاء یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال و فینا سلمان الفارسی قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ید علی سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لنا له رجال من هؤلاء۔ متفق علیه

(مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۶، ح ۶۲۱۲، صحیح بخاری، ح ۴۸۹۷، صحیح مسلم، ۶۴۹۸، تفسیر الطبری، ج ۱۲، ص ۹۰، ح ۳۴۰۶۸ و ۳۴۰۸۹، تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۳۶۳)

و قال أیضاً حدثنا عبد العزیز بن عبد اللہ: حدثنی

سلیمان بن بلال عن ثور عن ابی الغیث عن ابی ہریرہ قال: کنا جلوسا عند النبی ﷺ فانزلت علیہ سورۃ الجمعۃ { و آخرین منہم لما یلحقوا بہم } قال: قلت من ہم یارسول اللہ........؟

فلم یراجعہ حتی سال ثلاثا وفینا سلمان الفارسی، وضع رسول اللہ ﷺ یدہ علی سلمان، ثم قال: لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ہولاء

ابوہریرہ نے کہا: ہم حضور ﷺ پرنور کے پاس بیٹھے تھے کہ سورۂ جمعہ کا نزول ہوا اور جب یہ آیت اتری کہ و آخرین منہم لما یلحقوا بہم کہ دوسرے لوگ جو ابھی ان کے ساتھ ملحق نہیں ہوئے۔ تو ہم نے سوال کیا کہ حضور یہ کون لوگ ہیں کہ جن کی خدا قبل ایمان لانے کی مدح فرما رہا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ابھی تک ان میں سے ایک سلمان فارسیؓ ہمارے درمیان موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر ایمان آسمان کے ستاروں سے بھی اوپر چلا جائے تو اہل فارس میں سے یہ لوگ اس کو پھر بھی حاصل کر لیں گے (از مترجم کیونکہ وہاں کے اکثر لوگ اہل بیتؑ کو ماننے والے ہیں)۔

الغرض الحاج کو یہ لوگ جو اہل بیتؑ کو ماننے والے ہیں نظر نہ آئے البتہ اہل مکہ یاد رہے۔ جہاں سے حضور ﷺ ہجرت فرما گئے اور اب نجدی آل سعود

ہمارے بزرگوں کی قبریں اور نشانات گرانے کے لیے آ گئے جو اصل روضۂ رسولؐ کی زیارت سے بھی منع کرتے ہیں۔ شبیہ روضہ کی کیا حقیقت ہے؟ روضۂ رسولؐ کی زیارت کے وقت سعودی عرب کے سپاہی جو کچھ زائرین اور حجاج سے کہتے کرتے ہیں ان سے پوچھیے۔

واقعہ شہادتِ عظمیٰ قرآن وحدیث اور تاریخ میں

الحاج صاحب نے اس ذبح عظیم کے مصداق کو قصہ کہانی لکھ کر اس کی عظمت کو گھٹانا چاہا ہے مگر کیا ہوا؟ اول تو قرآنِ مجید میں عاشورا کا نام موجود ہے:

وَالْفَجْرِ ○ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ○ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ○ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ○ (الفجر/۱-۴)

"قسم ہے ایک فجر خاص اور دس عاشورہ کی راتوں کی اور ایک جفت اور ایک طاق کی اور ایک رات کی"۔

تفسیر معارج العرفان فی علوم القرآن میں لکھا ہے کہ فجر سے مراد فجر عاشورہ محرم ہے اور وَلَيَالٍ عَشْرٍ سے مراد عشرہ محرم الحرام کی دس راتیں ہیں۔ وَالشَّفْعِ سے مراد جفت جوڑی ہے۔ حسینؑ کے دو پیارے بیٹے علی اکبرؑ اور علی اصغرؑ کی شہادت اور وَتر یعنی طاق سے حضرت امام حسینؑ کی اپنی شہادت مراد ہے جو سب کے بعد منفرد اور یکتا اکیلے مظلوم بے یار و مددگار امام کی ہوئی جو یکہ وتنہا رہ گیا اور معنوی طور پر بے مثل و بے مثال شہادت جس کی نہ نظیر ملتی ہے نہ مثال۔

سچ فرمایا ہے امام حسینؑ نے سبقت العالمین الی المعالی بحسن خلیقة و علو همة کہ میں تمام اہل عالم سے بلند بندوں میں حسن اخلاق اور

بلندی سے بڑھ گیا ہوں۔ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ سے وہ رات مراد ہے جس میں قیدی کربلا سے اسیر و پابہ زنجیر کر کے چلائے گئے۔

ان کی شہادت اہل سنت والجماعت کی تفسیروں میں بھی موجود ہے۔ دیکھو تفسیر در منثور ج ۶، ص ۳۴۶ تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۳۴۵ میں ہے کہ یہ عشرہ محرم ہے اول سے دس تک اور اسی میں عاشورا ہے اور تفسیر روح البیان ج ۵، ص ۴۲۱، مطبوعہ مصر میں اس کو لکھا ہے اور تفسیر عزیزی، ص ۱۵۹ پارہ عم۔ تفسیر ابن کثیر ج ۵، ص ۵۰۵ میں بھی اس کو لکھا ہے اور سورۂ فجر کا تمام مضمون بھی اس کی دلیل ہے اور هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ کے مطابق کہ تحقیق اس میں صاحبان عقل کے لیے قسم ہے۔ لہٰذا جس نے سورہ کے مضمون پر غور نہیں کرنا اور ابن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شہادت عظمیٰ کا فلسفہ نہیں سمجھتا۔ اس کے لیے قسم کیسی؟ اس کے لیے تو قصہ کہانی ہے۔ یہ قسم تو اہل عقل کے لیے ہے۔ سورۂ فجر کا مضمون قوم عاد و ثمود اور فرعون کی تینوں حکومتوں کے ظلم وستم کا بیان ہے کہ انھوں نے زمین میں فساد برپا کیے، ظلم و ستم کیے۔ پاک بندوں کو قید و قتل کیا۔ آخر انجام بربادی ہوئی۔ اور یہ مہلت اور ڈھیل کا زمانہ ان ربک لبالمرصاد کا مصداق تھا کہ "تحقیق تیرا پروردگار بیچ گھات کے ہے"۔ ظالم سلطنتوں کی مہلت انتظار عذاب کے لیے ہوتی ہے۔

سورۂ فجر کی آخری آیت:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي ○

نَفْسُ الْمُطْمَئِنَّةَ اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ راضی اور پسندیدہ ہو کر۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری

جنت میں داخل ہو جا"۔ (الفجر، ۲۷۔۳۰)

چنانچہ تفسیر البرہان ج ۸، ص ۲۸۴ نیز تفسیر صافی، ج ۵، ص ۳۲۸، تفسیر نو الثقلین، ج ۸، ص ۲۰۱ اور ثواب الاعمال از شیخ صدوق، ص ۱۱۰ تا ۱۲۶ میں ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسین علیہ السلام کے حق میں اتری ہے:

شرف الدین النجفی، قال: روی الحسن بن محبوب باسنادہ عن صندل عن داود بن فرقد قال: قال ابو عبد الله علیہ السلام: اقرؤا سورۃ الفجر فی فرائضکم و نوافلکم، فانہا سورۃ الحسین بن علی وارغبوا فیہا رحمکم الله۔ فقال لہ ابو اسامۃ و کان حاضر المجلس: کیف صارت ھذہ السورۃ للحسین علیہ السلام خاصۃ؟ فقال: الا تسمع الی قولہ تعالی: يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ○ وَادْخُلِي جَنَّتِي ○؛ انما یعنی الحسین بن علی علیہما السلام، فھو ذو النفس المطئنۃ الراضیۃ المرضیۃ و اصحابہ من آلِ محمد صلوات الله علیہم الرضوان عن الله یوم القیامۃ و ھو راض عنھم، و ھذہ السورۃ نزلت فی الحسین بن علی۔ وشیعتہ و شیعتہ آلِ محمد خاصۃ، من ادمن قرائۃ الفجر کان مع الحسین۔ فی درجتہ فی الجنۃ، ان الله عزیز حکیم۔

حضرت امام حسین کا عزم و استقلال مصائب و شدائد میں اطمینانِ کامل اور راضی برضا رہنے اور ارواح طیبہ میں داخل ہونے، جاگیر جنت کو حاصل کرنے کے یہ خاص قرائن ہیں۔ ذرا سورہ کے مضمون پر غور فرمایئے۔ ذوالحجہ اور رمضان سے مناسبت کیسے؟

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا (الاحقاف، ۱۵) میں حضرت کی پوری سوانح حیات سیرت، صورت، جنگ، جہاد و امامت وصایت سب کچھ موجود ہے۔ اس کی مزید تفصیل اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ بہ طور اختصار اصول کافی، ح ۱۲۵۷ میں دیکھیے۔

محمد بن يحيى، عن علي بن اسماعيل عن محمد بن عمرو الزيات عن رجل من أصحابنا عن أبي عبد الله - قال: إن جبرئيل نزل على محمد ﷺ فقال له: يا محمد أن الله يبشرك بمولود يولد من فاطمة تقتله امتك من بعدك فقال: يا جبرئيل و على ربي السلام لا حاجة لي في مولود يولد من فاطمة تقتله امتي من بعدي. فعرج ثم هبط فقال له مثل ذلك فقال: ياجبرئيل و على ربي السلام لا حاجة لي في مولد تقتله امتي من بعدي فعرج جبرئيل الى السماء ثم هبط فقال: يا محمد ان ربك يقرئك السلام ويبشرك بانه جاعل في ذريته الإمامة و الولاية والوصية. فقال: قد رضيت. ثم أرسل إلى فاطمة أن

الله يبشرنى بمولود يولد لك، تقتله امتى من بعدى.
فأرسلت إليه لا حاجة لى فى مولد (منى) تقتله امتك من بعدك. فارسل اليها ان الله قد جعل فى ذريته الامامة و الولاية و الوصية فارسلت اليه انى قد رضيت حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي . فلو لا أنه قال: اصلح لى فى ذريتى لكانت ذريته كلهم آئمة. ولم يرضع الحسين من فاطمة -ولا من انثى، كان يؤتى به النبى فيضع ابهامه فى فيه، فيمص منها ما يكفيه اليومين و الثلاث، فنبت لحم الحسين -من لحم رسول الله ﷺ و دمه ولم يولد لستة أشهر الا عيسى ابن مريم علیہ السلام و الحسين بن على علیہما السلام. و فى رواية اخرى، عن ابى الحسن الرضا علیہ السلام: ان النبى ﷺ كان يؤتى به الحسين، فيلقمه لسانه فيمصه فيجتزى به ولم يرتضع من انثى.

اس کا ترجمہ آخر میں ہے:

حدثنى محمد بن الحسين بن ابراهيم قال: حدثنى حسين بن محمد: حدثنا جيرير عن محمد، عن انس بن

مالك قال اتی عبید الله بن زیاد براس الحسین فی جعل فی طبشت فجعل ینکت و قال فی حسنه شیئًا فقال انس کان اشبهھم برسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کان مخضوبا بالوسمة۔ (بخاری شریف، ج۱، ص ۵۳۰، ح ۳۷۴۸ مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۲ باب مناقب اہل بیتؑ)۔

"انس بن مالک سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن زیاد کے سامنے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک لا گیا تو اس نے طشتری میں رکھ کر اس پر چھڑی سے ضرب لگانی شروع کی تو حضرت انس بن مالک جو صحابی رسولؐ تھے اور دس سال حضورؐ کے خادم خاص رہ چکے تھے نے فرمایا: جس کے سر پر ضرب لگائی جا رہی ہے یہ سب سے زیادہ ہم شکل پیغمبرؐ تھے یعنی یہ چھڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبیہ پر لگ رہی ہے۔ اور بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۳۰ میں اس باب مناقب حسنؑ و حسینؑ کی آخری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول ہے"۔

حدثنا محمد بن بشار: حدثنا غندر حدثنا شعبة عن محمد بن أبي يعقوب: سمعت ابن أبي نعم سمعت عبد الله بن عمر و ساله عن المحرم: قال شعبة احسبه يقتل الذباب؛ فقال اهل العراق يسئلون عن قتل الذباب و قد قتلوا ابن بنت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هما ريحانتاي من الدنيا (رواه البخاري، ج۱، ص۵۳۰، ح

۳،۷۵۳ اور ۵۹۹۴، کتاب الآداب)

”حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: اہل عراق فقہ کے اتنے دلدادہ ہیں اور تقویٰ کی یہ حد ہے کہ محرم کے لیے مکھی مچھر مارنے سے اجتناب کے مسئلے پوچھتے ہیں۔ حالانکہ انھوں نے رسولؐ کی بیٹی کے لخت جگر امام حسینؑ کو قتل کر دیا۔

باوجودیکہ حضورؐ نے فرمایا: حسنؑ اور حسینؑ میرے دو پھول ہیں جن کو میں بوسے دیتا ہوں راحت حاصل کرتا ہوں اور میرا تمام دنیا سے یہی رزق ہیں یعنی کل کائنات سے میرا حاصل یہی ہیں میرا رزق یہی ہیں۔ الغرض یہ قتل حسینؑ صرف قصہ کہانی نہیں بلکہ قرآن وحدیث میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔ حتیٰ کہ بخاری شریف جیسی اصح الکتاب میں موجود ہے: اَللّٰھُمَّ صلِّ علیٰ محمّدٍ و آلِ محمّد۔

عاشورہ کی عظمت اہمیت اور خصوصیت

الحاج صاحب نے یہ بھی لکھا ہے عاشورہ دنیا کے آغاز سے ایک اہم تاریخ جملہ انبیاء کے اہم کارنامے اسی تاریخ پر ہوئے ہیں۔ مثلاً آدمؑ کی پیدائش، جبرائیلؑ کی آمد برزمین، پانی کی بارشوں کی ابتدا، توبہ آدمؑ، کشتی نوحؑ، نار نمرود سے حضرت ابراہیمؑ کی سلامتی، حضرت موسیٰؑ کا بمع اپنے اصحاب کے دریائے نیل سے عبور، حضرت یونسؑ کا بطن ماہی سے نجات پانا، ایوبؑ کی مصائب و آلام سے شفا، عروج عیسیٰؑ برآسمان سب اسی تاریخ پر ہوئے ہیں۔ اول تو یہ روایات کسی آیت اور حدیث

صحیح میں آئی نہیں۔ اگر بالفرض ان کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو معلوم ہوا کہ عاشورہ ابتدائے آفرینش سے اہم چلا آرہا ہے۔ انبیاء کے امتحان اسی تاریخ پر ختم ہوئے۔

مگر اس طرح کہ اس تاریخ پر ان کے مصائب ختم ہوئے اور نجات پا گئے اور بچ گئے۔ لہٰذا اسی تاریخ پر ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا آخری امتحان اسی تاریخ پر ختم ہوا۔ آپؑ نے ان سب کا فدیہ اور بدلہ ہو کر دین کو بچا لیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کو حیاتِ جاودان بخشی۔ وہ تو صرف خود بچے حسینؑ دین و قرآن اسلام بچا گئے لہٰذا ان کی یاد منانی ضروری ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۵، ص ۱۱۷ میں مراسم عزاداری امامِ حسینؑ کے بارے میں یہ فتویٰ دیتے ہیں:

فکل مسلم ینبغی له ان یحزنه قتله رضی الله عنه فانه من سادات المسلمین و علماء الصحابة و ابن بنت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"ہر کلمہ گو مسلمان کو چاہیے کہ وہ امامِ حسینؑ کی شہادت پر رنج اور غم منائے کیونکہ وہ مسلمانوں کے سردار اور علماء صحابہ سے اور پیغمبرؐ اسلام کے نواسے ہیں"۔

بقول اقبال مرحوم:

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است
شوکت شام و فر بغداد رفت
سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت

تارِ ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیرِ او ایماں ہنوز
اے صبا اے پیکِ دور افتادگاں
اشکِ ما بر خاکِ پاکِ او رساں

(مثنوی رموزِ بے خودی، ص ۱۲۷ اور ۱۲۸)

جیسا کہ آدمؑ سے لے کر سب انبیاء آئے تبلیغ اعمال کرتے رہے۔ سرکارِ مرتبت خاتم الانبیاء ﷺ پر آکر نبوت ختم ہو گئی یہ آخری رسول ہیں۔ اسی طرح پاک بندوں کے امتحان ہوتے آئے۔ آخر میں حضرت محمد ﷺ کے نواسے پر آخری امتحان ختم ہوئے اور انبیاء کے امتحان پورے ہو گئے۔

اب قیامت تک نبوتِ محمد ﷺ قائم رہے گی۔ شہادتِ حسینؑ سے حق کی حمایت میں تحریکیں اٹھتی رہیں گی۔

وفدیناہ بذبح عظیم

لہٰذا بقول الحاج صاحب کے یہ تاریخ ابتدائے آفرینش سے خاص ہے تو اس کو عام کیوں بنایا جا رہا ہے۔ اس کو شان و شوکت، عظمت و خصوصیت آلِ محمدؐ کی یا میں غم و الم سے کیوں نہ منایا جائے اور یہ بھی خیال رہے کہ شاہ عبدالعزیزؒ صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب (سر الشہادتین) میں اس کو شہادتِ محمد رسول اللہ ﷺ تسلیم کر لیا اور اس کے غم و الم کو ابدی قرار دیا اور ان واقعات کا ذکر قیامت تک جاری رہنا منشائے قدرت قرار دیا ہے۔

ولما کان مبنی امرہ علی الشھرۃ و الاعلان انزل اولا
فی الوحی علی لسان جبرائیل علیہ السلام و غیرہ من الملئکۃ

ثم بتعيين المكان و تسميته و تعيين الزمان و هو راس الستين ثم اشتهر أمره و اغنى ذكره على لسان امير المومنين كرم الله وجهه فى سفره الى صفين ثم لما وقعت واقعة الشهادة اشتهر امرها بانقلاب التربة دما و امطار الدم من السماء و تف الهواتف بالمراثى و نوح الجن و بكائهم و طواف السباع حافظان لجثته و دخول الحيات فى مناخر قاتليه الى غير ذلك من أسباب الشهرة ليطلع الحاضرون و الغائبون على وقوعها بل بابقاء البكاء و الحزن المستمر و تذكر تلك الوقائع الهائلة فى امته إلى يوم القيامة فقد بلغت نهاية الشهرة فى الملاء الأعلى و ألاسفل و الغيب و الشهادة و الجن و الانس و الناطق و الصامت

(سر الشہادتین، ص ۴، تا ص ۵ مطبوعہ بمبئی)

”کہ شہادتِ حسینؓ کی بنیاد چھپانے پر نہیں بلکہ شہرت و اعلان پر ہے۔ اسی لیے پہلے بطور وحی زبان جبرائیلؑ و ملائکہ پر نازل ہوئی پھر تعیین مکان ہوئی اور اس کا نام کربلا بتایا گیا۔ پھر ۶۰ھ کے زمانہ میں اس کی تعیین ہوئی اور پھر بھی اس کو مشتہر کیا گیا اور امیر المومنین علیؓ کی زبان پر اس کا اعلان سفر صفین میں کربلا کے مقام پر کرایا گیا۔ پھر جب واقعہ شہادت واقع ہو گیا تو مظاہر

قدرت سے اس کو شہرت دی گئی۔ پس مٹی خون ہوگئی آسمان سے خون برستا شروع ہوا۔ غیبی آوازوں میں مرثیے پڑھے گئے۔ جنات نے نوحہ وبکا کیا۔ شیروں اور درندوں نے حضرت کی لاش پر پہرے دیئے۔ ابن زیاد کے قتل کے بعد جب سر کو کوفہ میں لایا گیا تو اس کی ناک میں سانپ گھس گئے وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا اس تاریخ کو نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل ہوا۔ حضرت کی آل اولاد ماری گئی۔ ظلم سے مقابلہ ہوا، حق کے لیے حضرتؑ کی قربانی ہوئی، آلِ محمدؐ اسیر ہوئے۔ لہٰذا ان واقعات اور مظالم کی یاد ضروری ہے۔ اس سے مذہب حق زندہ ہوتا ہے اور باطل کو موت آتی ہے۔ لہٰذا اہلِ حق اس دن زندگی کے آثار ظاہر کریں گے، روئیں گے، پیٹیں گے، جلسے جلوس کریں گے، اہل باطل موت کی نیند سو جائیں گے، اپنی موت آپ مرجائیں گے۔

مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں مذہب شیعہ کی قلت کی وجوہات

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ فِیْهِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ○ (آل عمران ۹۶-۹۷)

"تحقیق پہلا گھر جو مقرر کیا گیا واسطے لوگوں کے وہ ہے جو بیچ مکہ کے برکت والا۔ اور ہدایت واسطے لوگوں کے بیچ اس کے نشانیاں ہیں۔ بظاہر منجملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے اور جو کوئی داخل ہو اس میں تو ہوتا ہے امن میں اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس کا حج کرنا فرض کیا گیا ہے یعنی اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک راستہ کی طاقت پا سکے یعنی زاد راہ اور سواری وغیرہ اور جو شخص انکار کرے پس تحقیق اللہ تمام جہاں والوں سے غنی اور بے نیاز ہے"۔

تشریح مقامِ ابراہیمؑ

مقامِ ابراہیمؑ ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کعبہ

کی تھی اور اس پتھر میں آپ کے قدموں کا نشان بن گیا تھا۔ اب وہ پتھر خانہ کعبہ سے ذرا فاصلہ پر ایک محفوظ مکان میں رکھا ہے۔ (حاشیہ اشرفیہ، ص ۶۸ مطبوعہ تاج کمپنی)

الحاج صاحب کو شاید یہ پتہ نہیں کہ شیعہ بیت اللہ کو واجب الاحترام سمجھتے ہیں اور فریضہ حج ادا کرنے جاتے ہیں۔ مقامِ ابراہیم کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ مگر یہ حسرت لے کر واپس آتے ہیں کہ یہ بیت کی تعظیم تو موجود ہے مگر اہلِ بیتؑ کی نہیں۔ افسوس! لوگوں کو "بیت" یاد رہ گیا مگر اہلِ بیتؑ یاد نہ رہے حالانکہ دونوں لازم و ملزوم ہیں دونوں کا ذکر کتاب و سنت میں موجود ہے۔

قرآن میں ذکر اہلِ بیتؑ

رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

(سورہ ہود ر ۷۳)

"اللہ کی رحمت و برکت ہے تم پر اے اس گھر والو! تحقیق حمید و مجید تعریف کیا گیا بہت بزرگی والا ہے"۔

افسوس لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں مگر اہلِ بیتؑ کی نہ رحمت یاد رہی نہ برکت۔

معمار کعبہ حضرت ابراہیمؑ کی دُعا اور اہلِ بیتؑ کی تعین و تعظیم

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ○ (الابراہیم ر ۳۷)

"اے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو میدان (مکہ) جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اے پروردگار تاکہ یہ نماز پڑھیں۔ تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تاکہ تیرا شکر کریں"۔

اس آیت میں اہلِ بیتؑ کی تعیین ہوگئی مِنۡ ذُرِّيَّتِي یعنی میری اولاد جن کو میں نے تیرے عزت والے گھر کے پاس بسا دیا اہلِ بیتؑ ہوگئے۔

بیت الحرام، بیت اللہ، ذریت طاہرہ اہلِ بیتؑ ان کا فریضہ قیام نماز کا اہتمام تَهۡوِىٓ إِلَيۡهِمۡ ان کی محبت و مودت کچھ لوگوں کے دلوں میں یعنی سب محب اہلِ بیتؑ نہیں ہوں گے۔ کچھ مومن مرد موالی ہوں گے۔

قُلۡ لَّآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًا إِلَّا ٱلۡمَوَدَّةَ فِي ٱلۡقُرۡبَىٰ

تَهۡوِىٓ إِلَيۡهِمۡ کا ترجمہ ہے اور سوال محبت اہلِ بیتؑ ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذۡهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجۡسَ أَهۡلَ ٱلۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيرًا ۝ (الاحزاب، ۳۳)

"یعنی اللہ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو! رجس یعنی آلودگی کو تم سے دور رکھے اور تم کو ہر طرح ظاہراً و باطناً پاک و صاف رکھے"۔ (ترجمہ اشرفیہ، ص ۴۷۶)

یہ رسول اللہ کے اہلِ بیتؑ ہیں۔ دیکھئے صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۸۳، ح ۶۲۶۱، ترمذی شریف، ح ۳۲۰۵/۳۲۰۶/۳۷۸۷/۳۸۷۱، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۸

باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ، ان کی تعیین و تعداد حدیث کساء میں آچکی ہے۔ کتاب وسنت میں توڑ موڑ کرنا اچھا نہیں۔

تفصیل اثباتِ پنجتن پاکؑ میں ہے:

و قال مسلم حدّثنا أبو بكر بن أبي شيبة و محمد بن عبد الله بن نمير و اللفظ لأبي بكر قالا: حدّثنا محمد بن بشر عن زكرياء عن مصعب بن شيبة عن صفية بنت شيبة قالت: قالت عائشة: خرج النبي ﷺ غداة و عليه مرط مرحل، من شعر اسود. فجاء الحسن بن علي فادخله. ثم جاء الحسين فدخل معه. ثم جأت فاطمة فادخلها ثم جاء علي فأدخله ثم قال:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ "پیغمبر اسلام ﷺ نے حضرت علیؑ، جناب سیّدہ فاطمہ زہراؑ، اور حسنین شریفینؑ کو چادر میں داخل کر کے آیہ تطہیر کی تلاوت کی"۔

و قال الترمذی حدثنا قتيبة قال: حدثنا محمد بن سليمان بن الاصبهاني، عن يحيى بن عبيد عن عطاء بن أبي رباح، عن عمر بن ابي سلمة ربيب النبي ﷺ قال: لما نزلت هذه الآية على النبي ﷺ:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ

وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ○ فی بيت ام سلمة فدعا فاطمة وحسنا و حسينا. فجللهم بكساء و علی خلف ظهره فجلله بكساء ثم قال: اللّهم هولاء أهل بيتی فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرا. قالت ام سلمة: و انا معهم يا نبی الله؛ قال: انت علی مكانك وانت علی خير

"عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ جب آیتِ تطہیر پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ حضرت اُمِ سلمہؓ کے گھر میں تھے پس آپ نے جناب سیدہ فاطمہؑ الزہرا، امام حسنؑ اور امامِ حسینؑ کو اور امام علیؑ کو چادر تطہیر میں ڈھانپا اور پھر فرمایا: "اے خدا یہی لوگ میری اہلِ بیتؑ ہیں لہٰذا ان سے ہر قسم کے رجس کو دُور رکھ اور انہیں پاک و پاکیزہ رکھ جس کے یہ اہل ہے"۔ حضرت اُمِ سلمہؓ نے کہا: کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: تو اپنے مقام پر ہے اور تو نیکی پر ہے"۔

و قال الطبری حدثنی محمد بن المثنی قال: ثنا بكر بن الغنزی. قال: ثنا مندل، عن الاعمش عن عطية عن أبی سعيد الخدری قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نزلت هذه الآية فی خمسة فی و فی علی و حسن و حسين وفاطمة عليهم السلام

إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ

- وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا

(تفسیر جامع البیان، ج ۱۰، ص ۲۹۶، ح ۲۸۴۸۷، طبقات المحدثین، ج ۳، ص ۱۳۹، ح ۹۱۵، المعجم الاوسط، ج ۶، ص ۹۵، ح ۸۱۲۷، المتفق والمفترق، ج ۲، ص ۱۱۵۸، ح ۷۲۳، المعجم الصغیر، ج ۱، ص ۱۳۵)

"حضرت ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت تطہیر صرف ہم پنجتن پاک کے حق میں اتری ہے۔ میرے بارے میں، امام علی، حسنین شریفین علیہما السلام اور میری دختر فاطمۃ الزہرا" ، پھر آپ نے آیت تطہیر کو پڑھا۔ مزید تفصیل اثبات پنجتن پاک میں ملاحظہ فرمائیں۔

محبتِ اہلِ بیتؑ کا حکم

ارشاد رب العزت ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

(الشوریٰ ر ۲۳)

"نہیں مانگتا میں تم سے اوپر اس کے بدلہ مگر دوستی بیچ قرابت کے اور جو کوئی کما دے یہ نیکی زیادہ دیتے ہیں۔ ہم اس کو بیچ اس کے نیکوئی۔ تحقیق اللہ بخشنے والا قدر دان ہے"۔

ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی مطبوعہ تاج کمپنی لاہور ص ۵۴۸ پر ہے:

اجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم کی تفسیر کہ کچھ مومن لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دینا۔ کیونکہ سارے تو نہ محبت کر سکتے ہیں نہ دلوں میں ان کی یاد لا سکتے ہیں۔

اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى سے مراد آلِ محمدؐ کی دوستی ہے۔ اور دوستی کو نصرت، حمایت، اطاعت، عزت سب کچھ لازم ہے اور یہی مذہب کا مفہوم ہے۔ یعنی میرے بعد میری آل کو امام سمجھنا، ان کی اطاعت و محبت کرنا، امداد کرنا، عداوت نہ کرنا۔ ان کے محب اور شیعہ بننا۔ چنانچہ آیتِ مودّت کی تفسیر میں امام طبرانی نے المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۴۷، ح ۲۶۴۱ میں یہ حدیث روایت کی ہے:

حدثنا محمد بن عبد الله حرب بن الحسن الطحان ثنا
حسين الاشقر عن قيس بن الربيع عن الاعمش عن
سعيد بن جبير عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال:
قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى
قالوا: یارسول اللہ ومن قرابتك هؤلاء الذين وجبت
علینا مودتهم؛ قال: علی وفاطمة وابناهما

"عبد اللہ بن عباس کا بیان ہے کہ جب آیتِ مودت نازل
ہوئی تو صحابہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ آپؐ کے کون سے قریبی
رشتہ دار ہیں کہ جن کی مودّت ہم پر واجب قرار دی گئی ہے؟
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے بھائی علیؑ ابن ابی
طالبؑ اور میری دختر فاطمۃ الزہراؑ اور ان کی اولاد ہے"۔

آیتِ موَدّت کی تفسیر اور اس حدیث کے بارے میں ہونے والے اعتراضات
اور اشکال کے جوابات کی تفصیل حافظ ابن کثیر اور تفسیر ابن کثیر اور اثبات پنجتنؑ پاک
اور جواب الاستفسارات میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس سے کفار قریش کی دوستی مراد لینا عقل ونقل کے خلاف ہے۔ قرآن وحدیث
کے خلاف ہے۔ اس آیت کے سیاق وسباق کے خلاف ہے اور موجبِ نفاق ہے۔
(تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے میری کتاب اثبات پنجتنؑ پاک)

کیونکہ کفار کی دوستی منع ہے جیسا کہ قرآن شریف میں کفار کی دوستی سے منع
کیا گیا ہے خواہ وہ اپنا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ سورہ ممتحنہ کی پہلی آیت اور سورہ
مجادلہ کی آخری آیت میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ
تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ
الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ
إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي
تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا
أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ○
لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ
حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ
إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ
الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ○

''مومنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لیے (مکہ سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم تو ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو۔ اور وہ دین حق سے جو تمھارے پاس آیا ہے منکر ہیں۔ اور اس باعث سے کہ تم اپنے پروردگار خدا تعالیٰ پر ایمان لائے ہو۔ پیغمبرؐ کو اور تم کو جلاوطن کرتے ہیں۔ تم ان کی طرف پوشیدہ پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ اور جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے

ہو وہ مجھے معلوم ہے اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ

سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

جو لوگ خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ تم ان کو خدا

اور رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے، خواہ

وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر پر لکیر کی

طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیضِ غیبی سے ان کی مدد کی ہے اور

وہ ان کو بہشتوں میں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں داخ

کرے گا ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ خدا ان سے خوش اور وہ خدا

سے خوش۔ یہی گروہ خدا کا لشکر ہے اور سن رکھو خدا ہی کا لشکر

مراد حاصل کرنے والا ہے"۔

شکوہ

لہٰذا حجاج بیت اللہ سے شکوہ ہے کہ بیت کو تو چومتے ہیں مگر اہلِ بیت کو یاد نہ کیا؟ آلِ ابراہیمؑ کے شعائر تو بجالاتے رہے مگر آلِ محمد علیہم السلام کے شعائر قربانی کو بدعت کہا؟ حالانکہ درود وصلوٰۃ بھی یہی پڑھتے رہے:

حدثنا قيس بن حفص و موسى بن اسماعيل قالا:

حدثنا عبد الواحد بن زياد: حدثنا ابو فروة مسلم

بن سالم الهمداني: قال: حدثني عبد الله بن عيسى:

سمع عبد الرحمن ابن ابي ليلى قال: لقيني كعب بن

عجرة. فقال: الا اهدی لك هدية سمعتها من النبی؟
فقلت: بلی فاهدها لی. فقال: سألنا رسول الله فقلنا
یارسول الله کیف الصلاة علیکم أهل البیت؟
فان الله قد علمنا کیف نسلم. قال: قولوا: {اللهم
صل علی محمد و علی آلِ محمد کما صلیت علی
ابراهیم و علی آل ابراهیم انك حمید مجید. اللهم
بارك علی محمد و علی آلِ محمد کما بارکت علی
ابراهیم و علی آل ابراهیم انك حمید مجید

(بخاری شریف، ص ۹۴۰، ج ۲، ج ۱، ص ۴۷۷، ح
۳۳۷۰/۴۷۹۷/۶۳۵۷)

مکہ معظمہ میں اہلِ حق کے مصائب و مشکلات

مکہ معظمہ بے شک مبارک، واجب الاحترام هُدًى لِّلنَّاسِ کا مصداق اور مقام ثواب ہے۔ اس کی عظمت و حرمت میں شک کرنے والا کافر ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں اہلِ حق مظلوم نہیں ہوئے یا وہاں کے اہل غلبہ کبھی گمراہ نہیں ہوئے یا وہاں کے رہنے والے ظالم نہیں ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا (النساء/۷۵)

"کچھ عورتیں اور کچھ بچے ہیں جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی سے باہر نکال لے جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لیے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کیجیے اور ہمارے لیے غیب سے کسی مددگار کو بھیجیے"۔

دیکھیے: یہ دعا مکہ معظمہ کے ان مظلوم مسلمانوں کی ہے جو کمزوری کی او کم سامانی کی وجہ سے ہجرت نہ کرسکے اور کافروں نے ان کو ہجرت سے روک دیا تھا تو اب اس آیت میں اس وقت اہلِ مکہ کو ظالم کہا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر وقت مکہ معظمہ کے ساکن اور اہل عادل نہیں ہوتے بلکہ غریبوں، مسکینوں کو ستاتے ہیں

ہجرت کرنے سے مراسم شرعی بجالانے میں آڑے آتے ہیں۔ مومن بیچارے دعا مانگتے ہیں۔

وَاجْعَل لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا

"یا اللہ! ہمارے پاس ولی اور مددگار بنا کر بھیجیے"۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے ولی مددگار بنائے جاتے ہیں۔

عَلِيٌّ مِنِّي وَ أَنَا مِنْهُ وَ هُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي

جیسا کہ جامع الترمذی ص ۹۷۸، ح ۳۷۱۲، السنن الکبری، از امام نسائی، ج ۵، ص ۴۵، ح ۸۱۴۶/ ج ۵، ص ۱۲۶، ح ۸۴۵۳/ ۸۴۷۴، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۸۰، ح ۱۲۱۷۰، کتاب السنۃ ج ۲، ص ۵۶۴، ح ۱۱۸۷، مسند احمد ج ۴، ص ۴۳۸، ح ۱۹۹۵۰، المعجم الکبیر، ج ۱۸، ص ۱۲۹، ح ۲۶۵ میں ہے۔

و قال الترمذی حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عن یزید الرشك عن مطرف بن عبد الله عن عمران بن حصین قال: بعث رسول الله جیشا و لها قصة فقال: ما تریدون من علی ؛ ان علیا منی و انا منه و هو ولی کل مومن من بعدی و الحدیث حسن صحیح. حسنه الترمذی وصححه الحاکم و الألبانی علی شرط مسلم.

"ترمذی باب مناقب علیؑ میں موجود ہے۔ لہٰذا علیؑ ولی بھی ہے، مددگار بھی ہے، مومنوں کا مشکل کشا بھی ہے اور فاتح خیبر بھی ہے"۔

اب اگر مکہ معظمہ میں شیعہ مظلوم ہو جائیں اور وہاں کی حکومتیں ذکرِ حسینؑ

سے روکیں، مجالس سے امام بارگاہ سے روکیں ماتم سے روکیں تو کیا قرآن کے خلاف ہوگا؟

چنانچہ وہاں کی حکومت ذکرِ حسینؑ سے روک رہی ہے۔ دوسروں کو حق بیانی کی اجازت نہیں دیتی۔ انگریزوں کے سہارے جس طرح مسلمانوں پر تسلط جمائے بیٹھی ہے سب کو معلوم ہے اور انگریزوں کی یہی منشا ہے کہ وہاں کوئی خوش عقیدہ حاکم نہ ہو۔ جس کی طرف مسلمانوں کے دل محبت و مودت سے جھک جائیں۔ سیاست کے بجائے ان کو مذہبی راہنما تسلیم کرلیں اور مسلمانوں کی وحدت اس محبت کے باعث پھر دوبارہ قائم ہو جائے۔ اسلام کی یہ تکلیف اور افتراق دور ہو جائے۔

انگریز کی منشاء یہی ہے کہ وہاں ایسی حکومت ہو جو بزرگوں کی قبروں کو گرائے۔ رسولؐ اللہ کی قبر کی تعظیم سے روکے۔ ذکر آلِ محمدؐ نہ کرنے دے۔ لوگوں کی نفرت بحال رہے۔ نہ محبت آئے نہ مودت، نہ اتفاق نہ نصرت۔ لہٰذا اگر وہاں عاشور کے روز کوئی ذکرِ حسینؑ یا مجلس نہیں تو یہ ذکرِ حسینؑ کے بدعت ہونے کی دلیل نہیں بلکہ حکومتوں کی رکاوٹ ہے۔ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم کے خلاف ہے۔

شعائرِ عزا کے بدعت ہونے کی تحقیق

اس کے بعد الحاج صاحب نے شعائرِ عزا کو بدعت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور چند روایات نقل کی ہیں حالانکہ ان کو نہ بدعت کی تعریف معلوم ہے نہ تقسیم معلوم ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

حدثنا محمد بن عبید بن میمون المدنی ابو عبید

حدثنا ابی عن محمد ابن جعفر بن ابی کثیر عن موسٰی

بن عقبة. عن أبي اسحاق عن ابي الاحوص عن عبد الله
بن مسعود، ان رسول الله ﷺ قال: إنما هما
اثنتان. الكلام و الهدى. فاحسن الكلام كلام الله.
و احسن الهدى هدى محمد. الا و اياكم و محدثات
الامور فان شر الامور محدثاتها و كل محدثة بدعة
و كل بدعة ضلالة

ابن ماجہ، ص ٦، ح ٤٦، اور مشکوٰۃ شریف ص ٢٧ باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ، لیکن حضور پرنور نے بدعت کی خود یہ تعریف فرمائی ہے:

قال رسول الله من احدث في امرنا هذا ما ليس منه
فهو رد

متفق علیہ مشکوٰۃ ص ٢٧، ح ١٤٠، صحیح بخاری، ح ٢٦٩٧، صحیح مسلم، ح ٤٤٩٢:

و قال البخاري حدثنا يعقوب: حدثنا ابراهيم بن
سعد عن ابيه عن القاسم بن محمد عن عائشة رضي
الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ من احدث في
امرنا هذا ما ليس منه فهو رد

"جو شخص دین میں کوئی نئی بدعت نکالے جس کی نظیر یا جس کا ثبوت کتاب و سنت سے نہ مل سکے وہ بدعت ہے۔ ما ليس منه بدعة کی تعریف ہے کہ جو چیز از قسم دین نہ ہو، جس کی نظیر دین میں موجود نہ ہو وہ بدعت ہے"۔

جیسا کہ صحیح مسلم، ج۲۳۵۱/۶۸۰۰ میں ہے:

وحدثنا محمد بن المثنی العنزی: اخبرنا محمد بن جعفر: حدثنا شعبة عن عون بن ابی جحیفة عن المنذر بن جریر عن ابیه قال کنا عند رسول الله فقال: من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها. واجر من عمل بها بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شئ و من سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرها و وزر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اوزارهم شئ

کے خلاف ہو جائے گا کہ جس نے اسلام میں کوئی اچھی سنت جاری کی اس کو ثواب ہوگا۔ بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کو بھی۔ (دیکھو صحیح مسلم ص ۲۴۱)

یہ کیسے معلوم ہوا کہ عزاداری کا کتاب وسنت میں کوئی ثبوت نہیں۔ بدعت دین میں اضافہ کی مثال ایسی ہے جیسا کہ تراویح کی نسبت بخاری شریف ص ۲۶۹ جلد اول میں خلیفہ ثانی نے خود فرمایا:

قال عمر نعم البدعة هذه

"یہ اچھی بدعت ہے"۔

جیسا کہ حدیث نمبر ۲۰۱۰ میں ہے:

وعن ابن شهاب عن عروة بن الزبیر. عن عبد الرحمن بن عبد القاری انه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب لیلة فی رمضان الی المسجد. فاذا الناس اوزاع

متفرقون يصلی الرجل لنفسه و يصلی الرجل فيصلی بصلاته الرهط فقال عمر: انی اری لو جمعت هؤلاء علی قاری واحد لكان امثل. ثم عزم فجمعهم علی ابی بن كعب ثم خرجت معه ليلة اخری والناس يصلون بصلاة قارئهم قال عمر: نعم البدعة هذه والتی ينامون عنها افضل من التی يقومون يريد آخر الليل و كان الناس يقومون اوله

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كل بدعة ضلالة و ان راها الناس حسنة

"ہر بدعت گمراہی ہے خواہ لوگوں کی نظر میں نعم البدعۃ ہی کیوں نہ ہو"۔

و كل ضلالة فی النار

"اور ہر گمراہی دوزخ لے جاتی ہے"۔

جیسا کہ ذم الکلام و اہلہ، ج ۲، ص ۲۱۸، ح ۲۸۳۔

اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت بھی سنت رسول نہیں ہے جیسا کہ حضرت عمر نے خود فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو خلیفہ نہیں بنایا۔ جیسا کہ صحیحین کی یہ روایات اس پر شاہد ہیں:

حدثنا محمد بن يوسف: أخبرنا سفيان عن هشام بن عروة عن أبيه عن عبد الله بن عمر قال: قيل لعمر: الا تستخلف؟ قال ان إستخلف فقد استخلف من

هو خیر منی: ابوبکر و ان اترک فقد ترک من ھو خیر منی: رسول اللہ ﷺ فاثنوا علیه. فقال: راغب وراھب وددت انی نجوت منھا کفافاً لا لی ولا علی لا اتحملھا حیا ومیتًا.

و قال مسلم حدثنا اسحٰق بن ابراھیم و ابن ابی عمر و محمد بن رافع و عبد بن حمید و الفاظھم متقاربة قال اسحٰق و عبد: اخبرنا و قال الآخران: حدثنا عبد الرزاق: اخبرنا معمر عن الزھری: اخبرنی سالم عن ابن عمر قال: دخلت علی حفصة فقالت: اعلمت ان اباك غیر مستخلف؛ قال قلت: ما کان لیفعل قالت: أنه فاعل. قال: فحلفت انی اکلمه فی ذٰلك فسکت حتی غدوت و لم اکلمه. قال فکنت کانما احمل بیمینی جبلاً. حتی رجعت فدخلت علیه. فسالنی عن حال الناس و انا اخبرہ. قال: ثم قلت له: انی سمعت الناس یقولون مقالة. فالیت ان اقولھا لك زعموا انك غیر مستخلف و انه لو کان لك راعی ابل او راعی غنم ثم جائك و ترکھا رایت ان قد ضیع: فرعایة الناس اشد. قال: فوافقه قولی فوضع رأسه ساعة ثم رفعه الیَّ فقال: ان اللہ عزوجل یحفظ دینه و انی لئن لا استخلف فان رسول اللہ لم

یستخلف وان استخلف فان ابابکر قد استخلف
"اگر میں خلیفہ نہ بناؤں تو یہ رسول ﷺ کی سنت ہوئی اگر بناؤں تو حضرت ابوبکر کی سنت ہوئی"۔ (بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۷۲، ح ۷۲۱۸، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۲۰، ح ۴۷۱۴)

یعنی آنحضرت ﷺ کی سنت اور ہے اور حضرت ابوبکر کی سنت اور ہے غور کیجیے۔

فرمایئے جو رسولؐ اللہ کی سنت نہ ہو وہ کیا ہوگی؟ بدعت کس کو کہتے ہیں؟ چار مصلے کسی حدیث میں نہیں، چاروں مذہب کسی حدیث میں نہیں آئے، اب ان کو بدعت کہو یا سنت، اس کی تفصیل براہین ماتم جلد اول میں دیکھو۔ مراسم عزاداری بدعت نہیں ہیں، کیونکہ ان کی نظیر اور ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے جیسا کہ میں عنقریب نقل کروں گا۔

چند آیات کی تفسیر

اس کے بعد الحاج صاحب نے چند آیات نقل کی ہیں جن کی نہ ان کو تفسیر معلوم ہے نہ تاویل، نہ ظاہر نہ باطن، نہ حد نہ مطلع۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر آیت کا ظاہر، باطن، حد اور مطلع ہوتا ہے۔ کما فی المشکوٰۃ

آیتِ اول (اطاعت خدا و رسولؐ)

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (سورہ آل عمران/۱۳۲)

"اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسولؐ کی تا کہ تم رحم کیے جاؤ"۔
اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کا کہا مانو۔ یعنی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو خم غدیر اور حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا:

قال : حدثنا نصر بن عبد الرحمٰن الکوفی قال: حدثنا زید بن الحسن هو: الانماطی عن جعفر بن محمد، عن ابیه عن جابر بن عبد الله قال: رأیت رسول الله فی حجته یوم عرفة و هو علی ناقته القصواء یخطب فسمعته یقول: یا ایها الناس انی قد ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب الله و عترتی أهل بیتی. قال: و فی الباب عن ابی ذر و ابی سعید و زید بن ارقم و حذیفة بن اسید. قال ابو عیسی: و هذا حدیث حسن غریب من هذا الوجه.

(رواہ الترمذی، ص ۷ ۱۳۴، ح ۳۷۸۶، مشکوۃ شریف ص ۵۶۹)

قال: حدثنا علی بن المنذر کوفی قال: حدثنا محمد بن فضیل. قال: حدثنا الأعمش عن عطیة عن أبی سعید و الأعمش عن حبیب بن أبی ثابت، عن زید بن أرقم رضی الله عنهما قالا: قال رسول الله ﷺ: إنی تارك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الآخر: کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اهل بیتی، و لن

یتفرقا حتی یردا علی الحوض، فانظروا کیف تخلفونی فیھا قال ابو عیسی: ھذا حدیث حسن غریب (سنن الترمذی، ص ۱۴۳۸، ح ۳۷۸۸)

''لوگو! میں نے تمھارے درمیاں وہ چیز چھوڑ دی ہے اگر تم اس کے ساتھ تمسک کرو گے یعنی اس کو پکڑو گے اعتصام کرو گے تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب قرآن شریف اور میری عترت اور میری اہلِ بیتؑ ہے''۔

اب اطاعت رسولؐ کا دم بھرنے والے، اطاعت پر فخر کرنے والے کہاں ہیں؟ اس فرمانِ رسولؐ اللہ کی کسی نے پیروی کی ہے جو صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۸۴، ترمذی شریف، ص ۶۲۶، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۵ باب مناقب اہلِ بیتؑ جیسی دورۂ حدیث پڑھائی جانی والی کتب میں ہے؟

افسوس! جب لوگ اہلِ بیتؑ کا انکار کرنے پر آئے تو نہ قرآن یاد رہا اور نہ حدیث۔ در اصل مذہب شیعہ اتنا پکا سچا اور مضبوط مذہب ہے کہ لوگ اس کے مقابلے میں جب تک حیلے بہانے نہ کریں، مکر وفریب نہ کریں تو ان بیچاروں کی جان نہیں چھوٹتی۔ حیلے بہانے یہ ہیں کبھی قرآن چھوڑ جائیں گے اور کبھی حدیث چھوڑ جائیں گے تو ایسی ضد کا کیا علاج کیا جائے۔

آیتِ دوم (اسلام میں پورا داخلہ)

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَاۤفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرہ/۲۰۸)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو داخل ہو بیچ اسلام کے پورے پورے، اور مت کرو پیروی شیطان کی تحقیق وہ تمھارا دشمن ہے"۔

تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۲۴۶، تفسیر فتح القدیر ج ۱، ص ۲۰۶، تفسیر الطبری، ج ۲، ص ۳۳۷، ح ۳۰۱۹ میں ہے:

و قال ابن جریر حدثنا القاسم قال، حدثنا الحسین قال: حدثنی حجاج، عن ابی جریج عن عکرمۃ قوله: ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ. قال: نزلت فی ثعلبه، و عبد الله بن سلام و ابن یامین و اسد و اسید ابنی کعب و سعیة بن عمرو قیس بن زید کلهم من یهود قالوا: یارسول الله یوم السبت یوم کنا نعظمه فدعنا فلنسبت فیه! و ان التوراة کتاب الله فدعنا فلنقم بها باللیل! فنزلت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ. فقد صرح عکرمة بمعنی ما قلنا فی ذلک، من ان تاویل ذلک دعاء للمؤمنین الی رفض جمیع المعانی التی لیست من حکم الاسلام و العمل بجمیع شرائع الاسلام والنهی عن تضییع شئ من حدوده.

"کہ یہ آیت ان اہل کتاب کی نسبت ہے جو ایمان لا کر پھر بھی اپنی توریت اور انجیل پر عمل کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا ان کو حکم ہوا

کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ سوائے قرآن و
حدیث کے کسی کو ماخذ احکام نہ سمجھو نہ مانو"۔

معلوم ہوا سیرتِ شیخین پر عمل کرنے والے اللہ و رسولؐ اسلام کو چھوڑ کے غیر کی طرف جانے والے ہیں۔

اس آیت کے مطابق مسئلہ عزاداری تو اسلام میں پورا داخل ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آلِ محمدؑ کو مانا۔ ظلم سے نفرت کی، آلِ محمدؑ سے محبت کی۔ ان کی خوشی میں خوشی کی، غم میں غمناک ہوئے۔ ظلم کے خلاف واویلا سے مظلوم سے ہمدردی ہے ہائے حسینؑ۔

آیتِ سوم

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى
وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ
جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء، ۱۱۵)

"اور جو کوئی مخالفت کرے گا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، بعد اس کے
کہ ظاہر ہوئی واسطے اس کے ہدایت اور پیروی کرے سوائے
راہ مسلمان کے تو اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور
بعد میں اس کو جہنم میں داخل کریں گے"۔

اس آیت کا بھی عزاداری کی مخالفت سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ عزاداری تو قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ اس بات کا تعلق تو ان مخالفین سے ہے۔ جنہوں نے رسولؐ اللہ کے مسلمان ہونے اور ہدایات واضح ہو جانے کے بعد بھی مخالفت کی۔

جیسا کہ حضور پرنور ﷺ نے وقتِ آخر فرمایا:

و قال البخاری حدثنا یحیی بن سلیمان بن یحیی قال: حدثنی ابن وھب قال: اخبرنی یونس عن ابن شھاب، عن عبید اللہ بن عبد اللہ، عن ابن عباس قال: لما اشتد بالنبی وجعه قال: ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ۔ قال عمر: ان النبی غلبه الوجع و عندنا کتاب اللہ حسبنا فاختلفوا و کثر اللغط قال: قوموا عنی و لا ینبغی عندی التنازع فخرج ابن عباس یقول: ان الرزیة کل الرزیة ما حال بین رسول اللہ و بین کتابه

”حضورؐ نے وقت آخر فرمایا: میں تمھارے لیے تحریر لکھ دوں تا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ۔ پس انھوں نے تنازع کیا۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کے پاس تنازعہ کرنا جائز نہیں“۔

یہ حدیث بخاری شریف کے متعدد مقامات پر موجود ہے۔

بخاری شریف، کتاب العلم، ج ۱، ص ۲۲، ح ۱۱۴، کتاب الجہاد، ج ۲، ص ۳۳۹، ح ۳۰۵۳/ ج ۲، ص ۳۳۹، ح ۳۱۶۸/ ج ۲، ص ۶۳۸، ح ۴۳۳۱/ ۴۴۳۲/ ج ۲، ص ۸۴۶، ح ۵۶۶۹، ج ۲، ص ۱۰۹۵، ح ۷۳۶۶، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۴۴۳، ح ۴۲۳۲/ ۴۲۳۳/ ۴۲۳۴، طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۷۰ ۳، المعجم الاوسط، ج ۴، ص ۹۸، ح ۵۳۳۸، مسند احمد، ج ۳، ص ۳۳۵، ح ۱۳۳۱۶۔

صحیح مسلم کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

حدثنا اسحٰق بن ابراهيم: اخبرنا وكيع عن مالك بن مغول، عن طلحة بن مصرف، عن سعيد بن جبير عن ابن عباس انه قال: يوم الخميس وما يوم الخميس ثم جعل تسيل دموعه، حتى رايت على خدية كانها نظام اللؤلو قال: قال رسول الله: ائتونی بالكتف والدواة او اللوح و الدواة اكتب لكم كتابا لن تضلوا بعده ابدا فقالوا: ان رسول الله يهجر

"سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جمعرات کے دن کو یاد کر کے اس قدر روتے تھے کہ ان کے رخساروں پر اس طرح آنسو جاری ہو جاتے تھے جیسے موتیوں کی پروئی ہوئی لڑی ہو اور ساتھ یہ بھی کہا کہ یہ وہ دن تھا جب پیغمبرؐ اسلام نے بہ وقت آخر قلم دوات یا تختی اور دوات طلب کیا اور فرمایا: میرے لیے سامان کتابت لاؤ تا کہ میں تمھارے لیے ایسا ہدایت نامہ لکھ دوں کہ جس کے بعد کبھی بھی گمراہی کا کوئی خطرہ نہ رہے تو وہاں پر موجود لوگوں نے کہا: تحقیق پیغمبرؐ اسلام کو معاذاللہ ہذیان ہو گیا ہے"۔

و قال الطبرانی حدثنا محمد بن احمد بن ابی خیثمة، قال: نا محمد بن علی بن خلف العطار، قال: نا موسی بن جعفر بن ابراهیم بن محمد بن علی بن عبد الله بن جعفر ابی طالب، قال: نا هاشم بن سعد عن زید بن

اسلم عن ابیه عن عمر بن الخطاب. قال: لما مرض النبی قال: ادعوا لی بصحیفة و دواة. اکتب لکم کتب لا تضلوا بعده ابدا فکرهنا ذلك اشد الکراهة، ثم قال: ادعوا لی بصحیفة اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعده ابدا فقال النسوة من وراء الستر: الا تسمعون ما یقول رسول الله ﷺ فقلت: انکن صواحبات یوسف. اذا مرض رسول الله عصرتن اعینکن و اذا صح رکبتن عنقه؟

فقال رسول الله: دعوهن؛ فانهن خیر منکم}. قال الامام احمد حدثنا موسی بن داود. حدثنا ابن لهیعة. عن ابی الزبیر عن جابر و ان النبی ﷺ یقول: لا یمرض مؤمن ولا مؤمنة ولا یضلون بعده قال: فخالف علیها عمر بن الخطاب حتی رفضها۔

"حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کا بیان ہے کہ تحقیق پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے مرض الموت میں جب صحیفہ وغیرہ طلب کیا تا کہ ایسا ہدایت نامہ لکھ دیں جس کے بعد گمراہی کا خطرہ نہ رہے۔ تو حضرت عمر نے اس تحریر کی مخالفت کی"۔

حضرت عمر کا اپنا بیان ہے کہ جب رسالت مآب ﷺ نے اپنے مرض الموت میں صحیفہ اور دوات طلب کیا تا کہ وہ ہمارے لیے گمراہی سے بچنے کا ہدایت نامہ لکھ دے تو:

فکرھنا ذلك اشد الکراھة

"تو ہم نے پیغمبر اسلام ﷺ کے صحیفہ وغیرہ طلب کرنے اور تحریر وصیت کو سخت ناگوار جانا"۔

اسی مسئلے کو اللہ تعالیٰ نے سورہ نور آیت نمبر ۴۷ سے لے کر ۵۱ تک بیان کیا ہے:

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ○ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ○ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ○ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○

"بعض لوگ کہتے ہیں: ہم خدا پر اور رسولؐ پر ایمان لائے اور ان کا حکم مان لیا۔ پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فرقہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ صاحب ایمان ہی نہیں اور جب ان کو خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ (رسولؐ خدا) ان کا قضیہ چکا دیں تو ان میں سے ایک فرقہ منہ پھیر لیتا ہے۔ اگر معاملہ حق (ہو اور) ان کو (پہنچتا) ہو تو ان کی طرف مطیع

ہو کر چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا (یہ)
شک میں ہیں۔ یا ان کو یہ خوف ہے کہ خدا اور اس کا رسولؐ ان
کے حق میں ظلم کریں گے نہیں بلکہ یہ خود ظالم ہیں۔ مومنوں کی تو
یہ بات ہے کہ جب خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف بلائے
جائیں تاکہ وہ ان کا فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا
اور مان لیا۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

اس مسئلے پر مزید تفصیلی بحث جواب الاستفسارات، بحث حدیث قرطاس میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہم کب کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کی معاذ اللہ مخالفت ہو۔ مخالفت تو وہ کرتے ہیں جو اہلِ بیتؑ کے باب میں رسولؐ اللہ کی جملہ فرمائشات ترک کر دیتے ہیں اور خود امام اور خلیفے بنا کر ان کی تابعداری شروع کر دیتے ہیں اور شرک اسی کو کہتے ہیں کہ خود ہی بنا لینا اور خود ہی پوجنا کسی کا نام اجماع، کسی کا شوریٰ، کسی کا سنتِ شیخین، کسی کا سنتِ صحابہ، حالانکہ حضورؐ کی طرف سے صرف قرآن و اہلِ بیتؑ واجب الاعتصام ہیں لہٰذا و من یبتغ غیر سبیل المومنین کے وہ مصداق ہیں جو آئمہ اطہارؑ کا راستہ چھوڑ گئے کیونکہ وہ صرف ہادی اور راہنما ہی نہیں بلکہ مومنون کے ولی اور مددگار بھی ہیں۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ
يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُونَ
(المائدہ، ۵۵)

"تمہارے دوست تو خدا اور اس کے پیغمبرؐ ہی ہیں اور جو نماز

پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خدا کے آگے جھکتے ہیں"۔

میں مومنین سے مراد حضرت علیؑ اور ائمہ طاہرینؑ مراد ہیں جو رکوع میں زکوٰۃ دینے والے ہیں۔ اس کی تفصیل تفسیروں میں دیکھو۔ تفسیر ابن جریر، ج ۴، ص ۶۳۹، ح ۱۲۲۱۵ تا ۱۲۲۱۹، تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۷۲، تفسیر الدر المنثور، ج ۲، ص ۵۱۹ تا ۵۲۰، تفسیر فتح القدیر، ج ۱، ص ۵۸۵، تفسیر القرطبی، ج ۶، ص ۲۰۷، ح ۲۷۱۵، تفسیر المظہری، ج ۳، ص ۱۶۲/ ۱۶۳، التفسیر الکبیر، ج ۴، ص ۳۸۳:

و قال ابن جرير حدثنا محمد بن الحسين قال. حدثنا احمد بن المفضل قال: حدثنا اسباط عن السدى قال: ثم اخبرهم بمن يتولاه فقال:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ هؤلاء جميع المومنين. ولكن على بن ابى طالب مر به سائل وهو راكع فى المسجد فاعطاه خاتمه.

حدثنا هناد بن السرى قال. حدثنا عبدة عن عبد الملك عن ابى جعفر قال: سالته عن هذه الآية:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ قلت: من الذين آمنوا؟ قال: الذين آمنوا! قلنا: بلغنا انها نزلت فى على بن ابى طالب قال: على من الذين آمنوا. حدثنا اسمعيل بن اسرائيل الرملى قال.

حدثنا ایوب بن سوید قال: حدثنا عتیبة بن ابی حکم فی هذه الآیة

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا. قال: علی بن ابی طالب. حدثنی الحارث قال، حدثنا عبد العزیز قال: حدثنا غالب بن عبید الله قال: سمعت مجاهداً یقول فی قوله:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ الایة. قال: نزلت فی علی بن ابی طالب، تصدق وهو راکع.

ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت ولایت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت علی علیہ السلام بحالت رکوع نماز میں تھے۔ ایک سائل نے آکر سوال کیا تو حضرت علی علیہ السلام نے بحالت رکوع اس سائل کو اپنی انگشتری دی۔ نیز یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عمار یاسرؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ اور خود امام علی علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔ لہٰذا یہ کثرتِ شواہد اور کثرتِ طرق کی وجہ سے کم از کم حسن لغیرہ کے مرتبہ کی حامل ہے۔

چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایات موجود ہیں۔ المعجم الاوسط میں حضرت عمار کی روایت موجود ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام کی روایت تفسیر الدر المنثور میں بحوالہ ابن مردویہ ان الفاظ میں روایت کی گئی ہے:

و اخرج ابو شیخ و ابن مردویہ عن علی بن ابیطالب قال: نزلت هذه الآیة. علی رسول اللہ فی بیتہ.

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ الی آخر الآیة. فخرج

رسول الله ﷺ فدخل المسجد، جاء والناس يصلون بين راكع وساجد وقائم يصلي، فاذا سائل فقال: يا سائل، هل اعطاك احد شيئاً؛ قال: لا، الا ذاك الراكع لعلي بن ابی طالب اعطانی خاتمه.

"حضرت علی علیہ السلام کا اپنا بیان ہے کہ رسالت مآب ﷺ گھر سے نکل کر مسجد النبی میں داخل ہوئے تو لوگ نماز کے لیے آئے ان میں سے بعض رکوع میں بعض سجدے میں اور بعض بحالت قیام تھے پس اچانک ایک سائل آیا اس نے سوال کیا تو پیغمبر اسلام ﷺ نے اس سائل سے پوچھا کیا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے؟ تو سائل نے کہا کسی نے بھی کچھ نہیں دیا مگر وہ ہستی جو بحالت رکوع ہے اس نے مجھے یہ انگشتری عطا کی ہے اور وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے"۔

لہٰذا اس آیت مذکور سے ثابت ہوا کہ زکوۃ کھانے والے اور ہیں اور زکوۃ دینے والے اور ہیں۔

امام فخر الدین رازی اس روایت کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں:

روی عطاء عن ابن عباس انها نزلت فی علی بن ابی طالب وروی ان عبد الله بن سلام قال: لما نزلت هذه الآية قلت يا رسول الله انا رأيت عليا تصدق بخاتمه على محتاج وهو راكع، فنحن نتولاه. و روی عن ابی ذر رضی الله عنه انه قال: صليت مع رسول

الله ﷺ یومًا صلاۃ الظهر فسأل سائل فی المسجد فلم یعطه احد فرفع السائل یده الی السماء و قال: اللهم اشهد انی سألت فی مسجد الرسول ﷺ فما أعطانی احد شیئًا و علی -کان راکعًا فأوما الیه بخنصره الیمنی و کان فیها خاتم. فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم بمرأی النبی ﷺ فقال: اللّهم ان أخی موسی سالك فقال:

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي الی قوله وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي (طہ، ۲۵۔۳۲) فأنزلت قرآنا ناطقاً

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا (القصص، ۳۵) اللهم و انا محمد نبیك و صفیك فاشرح لی صدری و یسر لی امری و اجعل لی وزیرا من اهلی علیًا اشدد به ظهری. قال ابوذر: فو الله ما اتم رسول الله هذه الکلمة حتی نزل جبریل فقال: یا محمد اقرا إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ الی آخرها. فهذا مجموع ما یتعلق بالروایات فی هذه المسألة.

''صحابیٔ رسولؐ حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ نماز ظہر پڑھی۔ ایک سائل نے مسجد میں سوال کیا۔ لیکن اس کے سوال پر کسی نے بھی کچھ نہ دیا۔ پس سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیا

اے اللہ! گواہ رہنا میں نے تیرے رسولؐ کی مسجد میں سوال کیا اور مجھے کسی نے بھی کچھ نہیں دیا۔ حضرت علیؑ اس وقت حالت رکوع میں تھے۔ آپؑ نے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی کہ جس میں انگشتری تھی اس کی طرف اشارہ کیا۔ پس سائل آگے آیا اور اس نے انگشتری اُتار لی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا: خداوندا! بے شک میرے بھائی موسیٰؑ نے تم سے سوال کیا تھا کہ اے اللہ! میرے سینے کو کھول دے اور میرے کام کو آسان فرمادے اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں اور میرے خاندان سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر بنادے تو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ آیت اُتاری:

اے موسیٰؑ ہم عنقریب تیرے بھائی کے ذریعے تیرے بازو مضبوط کریں گے، تو رسالت مآب نے اللہ تعالیٰ سے حضرت علی علیہ السلام کے لیے یہ دعا کی: "اے اللہ! میں محمدؐ تیرا نبی اور صفی ہوں پس میرے سینہ کو بھی کھول دے میرے کام کو آسان کر اور میری اہل بیتؑ سے حضرت علی علیہ السلام کو میرا وزیر بنا اور میرا پشت پناہ بنا"۔

حضرت ابوذر کا بیان ہے قسم بخدا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ دعائیہ کلمات ختم نہیں ہوئے تھے کہ جبرئیل امین آیت ولایت لے کر اُترے۔

اس پر تفصیلی بحث تفسیر خلافت میں دیکھیں۔ نیز ائمہ اہل بیتؑ اور خود مولا علیؑ

بھی اس بات کے مدعی ہیں کہ یہ آیت ہمارے حق میں ہے۔ (دیکھئے اصول کافی، ح ۷۵۵/۷۵۶ کتاب الحجۃ)

الحسین بن محمد عن معلی بن محمد عن احمد بن محمد عن الحسین بن محمد الهاشمی عن ابیه عن احمد بن عیسیٰ عن ابی عبد الله علیہ السلام فی قول الله عز وجل. إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ امنوا الذين ... قال انما یعنی اولیٰ بکم ای احق بکم وبامورکم وانفسکم واموالکم الله ورسوله ﷺ والذين امنوا یعنی علیاً واولاده الائمة علیهم السلام الیٰ یوم القیمة ثم وصفهم الله عزوجل فقال الذین فقال الذین یقیمون الصلاة ویوتون الزکوٰة وهم رٰکعون وکان امیر المومنین فی صلاة الظهر وقد صلیٰ رکعتین وهو راکعٌ وعلیه حلةٌ قیمتها الف دینارٍ وکان النبی (ص) کساه ایاها وکان النجاشی اهداها له فجاء سائلٌ فقال السلام علیك یا ولی الله واولیٰ المومنین من انفسهم تصدق علیٰ مسکینٍ فطرح الحلة الیه واوما بیده الیه ان احملها فانزل الله عزوجل فیه هذه الآیة وصیر نعمة اولاده بنعمته فکل من بلغ من اولاده مبلغ الامامة یکون بهذه الصفة مثله فیتصدقون وهم رٰکعون والسائل

الذی سئل امیرالمومنین من الملائکۃ والذین یسئلون الائمۃ من اولادہ یکونون من الملائکۃ

۲۔ علی بن ابراھیم عن ابیہ عب ابن ابی عمیر عن عمر بن اُذینۃ عن زرارۃ والفُضیلبن یسار وبُکیر بن اعین ومحمد بن مسلم وبرید بن معاویہ وابی الجارود جمیعًا عن ابی جعفر قال امر اللہ عزوجل رسولہ بولایۃ علیٍ وانزل علیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلواۃ ویؤتون الزکواۃ وفرض ولایۃ اولی الامر فلم یدور ما ھی فامر اللہ محمداً ان یفسر لھم الولایۃ کما فسرہ لھم الصلواۃ ولزکواۃ والصوم والحج فلما اتاہ ذٰلك من اللہ ضاق بذالك صدر رسول اللہ وتخوف ان یرتدوا عن دینھم وان یکذبوہ فضاق صدرہ وراجع ربہ عزوجل فاوحی اللہ عزوجل الیہ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمك من الناس فصدع بامر اللہ تعالیٰ ذکرہ فقام بولایۃ علیٍ یوم غدیرِ خم فنادی الصلاۃ جامعۃ وامر الناس ان یبلغ الشاھد الغائب قال عمر ابن اُذنیہ قالوا جمیعًا غیر ابی الجارود وقال ابو جعفر وکانت الفریضۃ تنزل بعد الفریضۃ الاُخریٰ وکانت

الولایۃُ آخر الفرائض فانزل اللہ عز وجل الیوم اکملتُ لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ابو جعفر یقول اللہ عز وجل لا أنزل علیکم بعد ھذہ فریضۃٌ قد اکملت لکم الفرائض ۔۔

اس آیت کو حضرت علی علیہ السلام نے روز شوریٰ اپنی خلافت کے اثبات کے لیے ارکان شوریٰ کے سامنے بطور دلیل پیش کیا اور وہ اس کو رد نہ کر سکے دیکھئے امالی شیخ طوسی حدیث ۱۱۶۰ کے ضمن میں ھل فیکم احدٌ اتی الزکوٰۃ وھو راکعٌ ونزلت فیہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ آمنوا الذین یقیمون الصلواۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم رٰکعون ۔۔غیری ۔۔۔؟قالوا لا (بحوالہ الامالی شیخ طوسی ص ۳۸۰،

جن کی خلافت کتاب وسنت سے ثابت نہیں ان کی مخالفت کا خطرہ کیسا؟ جیسا کہ حضرت علیؑ نے روز سقیفہ مخالفت کی۔

دیکھئے بخاری شریف ص ۱۰۰۹ باب رجم الحبلی ، ح ۶۸۳۰

و انہ قد کان من خبرنا حین توفی اللہ نبیہ ﷺ الا ان الانصار خالفونا واجتمعوا فاسرھم فی سقیفۃ بنی ساعدۃ وخالف عنا علی- والزبیر ومن معھما۔

"حضرت عمر ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو وفات دی تو اس وقت انصار نے ہماری مخالفت کی اور وہ سارے سقیفہ میں جمع ہوئے اور علیؑ اور ان کے طرفداروں نے ہماری مخالفت کی"۔

تو لہٰذا جب حضرت عمر خود مان گئے کہ حضرت علی علیہ السلام اور دیگر بنی ہاشم نے ہماری بیعت نہیں کی بلکہ مخالفت کی تو حضرت عمر سے بڑا اہل سنت بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے اور جناب فاطمۃ الزہرا، غضب ناک ہوئی۔ (بخاری شریف، ص ۴۳۵ غضب سیدہ زہرا کی حدیث بخاری شریف، ح ۳۰۹۲ میں پوری دیکھو)

قال البخاری حدثنا عبد العزیز بن عبد الله حدثنا ابراهیم بن سعد عن صالح عن ابن شهاب قال اخبرنی عروة بن الزبیر ان عائشة أم المومنین اخبرته ان فاطمة بنت رسول الله ﷺ سالت أبابکر الصدیق ان یقسم لها میراثها مما ترك رسول الله ﷺ مما افاء الله علیه. فقال لها أبوبکر أن رسول الله ﷺ قال: لا نورث ما ترکنا صدقة فغضبت فاطمة بنت رسول الله فهجرت أبابکر فلم تزل مهاجرته حتی توفیت و عاشت بعد رسول الله ستة اشهر. قالت: و کانت فاطمة تسال أبابکر نصیبها ما ترك رسول الله من خیبر و فدك و صدقته بالمدینة فابی ابوبکر علیها ذلك.

"اُم المومنین حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ دختر رسول حضرت فاطمہ زہرا نے بعد از وفات پیغمبر اسلام ﷺ حضرت ابوبکر سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا تو حضرت ابوبکر نے یہ کہہ کر دینے سے انکار کر دیا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور وہ جو

چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے تو حضرت فاطمہ یہ سن کر ابوبکر پر سخت غضبناک ہوئی اور انھوں نے حضرت ابوبکر سے قطع تعلقی اختیار کر لی اور تا وقتِ وفات ان سے ناراض رہیں اور بعد از پیغمبر اسلام ﷺ چھے ماہ زندہ رہیں اور جب تک زندہ رہیں ابوبکر سے اپنی میراث کا مطالبہ ہمیشہ جاری رکھا اور ابوبکر ہمیشہ انکار کرتا رہا"۔

نیز جلد نمبر ۲ ص ۶۰۹، کتاب المغازی باب، غزوہ خیبر، ح ۴۲۴۱، نیز صحیح مسلم، ج ۲، ص ۹۱، ح ۴۵۸۰ میں بھی ہے۔

فأبى أبو بكر ان يدفع الى فاطمة منها شيئًا فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت: وعاشت بعد النبي ﷺ ستة اشهر فلما توفيت دفنها زوجها علي ليلا ولم يؤذن بها ابابكر و صلى عليها و كان لعلي من الناس وجه حياة فاطمة فلما توفيت استنكر علي وجوه الناس.

"حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جب حضرت ابوبکر نے انکار کر دیا کہ میں دخترِ رسولؐ حضرت فاطمہ زہراؑ کو کچھ بھی نہیں دوں گا تو حضرت فاطمہ زہراؑ اس مسئلہ میں ابوبکر پر ناراض ہوئیں اور ان سے بائیکاٹ کر دیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی اور بعد از پیغمبرؐ اسلام چھے ماہ زندہ رہیں پس جب ان کی وفات ہوگئی پس ان کے شوہر امام علیؑ نے ان کو رات میں دفن کر دیا اور ابوبکر کو اس

کی اطلاع بھی نہ دی اور خود ہی نماز جنازہ پڑھ لی اور جب تک
جناب سیدہ زندہ رہیں لوگ حضرت علیؑ کا احترام کرتے تھے۔
پس جب ان کی وفات ہو گئی تو لوگوں نے حضرت علیؑ سے اپنے
چہرے پھیر لیے"۔

لہٰذا ہم شیعہ لوگ اہل بیتؑ کو مانتے ہیں اور ہمارا مذہب اہل بیت کا مذہب ہے اور کسی ایرے غیرے کا نہیں۔ جن سے اہل بیتؑ راضی ہیں ہم بھی ان سے راضی ہیں اور جن سے وہ راضی نہیں ہم بھی راضی نہیں اور جنہیں اہل بیتؑ نے مانا ہے ہم بھی ان کو مانتے ہیں اور جنہیں نہیں مانا ہم بھی انہیں نہیں مانتے اور جتنا کسی کو مانا ہے اتنا ہی مانتے ہیں اور جیسا مانا ہے ویسا ہی مانتے ہیں اس میں لڑنے جھگڑنے کی کیا ضرورت ہے۔

اور فیصلہ کرو جن پر جناب سیدہ بنت رسول اللہ ﷺ ناراض ہو ان سے ہم کیسے راضی ہوں؟

آیت چہارم

فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ

"شیطان نے ان کے لیے ان کے عملوں کو مزین کر دیا ہے"۔

اس کا عزاداری کی مخالفت سے کیا تعلق ــــ ؟ یہ تو ان کے متعلق ہے کہ جنہوں نے حضرت علی علیہ السلام جیسے امام کو چھوڑ کر صرف اعمال ظاہری پر بھروسہ کیا اور اترانے لگے۔ جیسا کہ ابن ماجہ ص ۱۵ باب ذکر الخوارج اور بخاری شریف، ج ۲، ص ۶۲۴، ج ۵۱ ۳۳/ ۴۴ ۳۳/ ۳۶۱۰/ ۳۶۶۷/ ۵۰۵۸/ ۶۱۶۳/ ۶۹۳۱/

۶۹۳۴/ ۷۴۳۲، صحیح مسلم، ح ۲۴۴۹/۲۴۵۱/ ۲۴۵۲/ ۲۴۵۵/ ۲۴۵۶ اور مشکوٰۃ شریف، ص ۵۳۵، ح ۵۸۹۴ باب المعجزات میں ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں یہ حدیث اس طرح روایت کی گئی ہے:

حدثنا قتيبة: حدثنا عبد الواحد عن عمارة بن القعقاع: حدثنا عبد الرحمن بن ابي نعم قال: سمعت ابا سعيد الخدري يقول: بعث علی بن ابي طالب عليه السلام الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من اليمن بذهيبة في اديم مقروظ ثم تحصل من ترابها. قال: فقسمها بين اربعة نفر: بين عيينة بن بدر، و اقرع بن حابس و زيد الخيل و الرابع اما علقمة و اما عامر بن الطفيل فقال رجل من اصحابه: كنا نحن احق بهذا من هؤلاء قال: فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقال: {الا تأمنوني و انا امين من في السماء يأتيني خبر السماء صباحاً و مساءً قال: فقام رجل غائر العينين مشرف الوجنتين ناشز الجبهة كث اللحية محلوق الرأس مشمر الازار فقال: يا رسول الله اتق الله. قال: ويلك اولست احق اهل الارض ان يتقي الله؟ قال: ثم ولى الرجل فقال خالد بن وليد: يارسول الله الا اضرب عنقه؟ قال: {لا. لعله ان يكون يصلي فقال خالد: و كم من مصل يقول بلسانه ما ليس

فی قلبہ. قال رسول اللہ: انی لم اومر ان انقب قلوب الناس و لا اشق بطونہم قال: ثم نظر الیہ و ھو مقفی و قال: انہ یخرج من ضئضئ ھذا قوم یتلون کتاب اللہ رطبًا لا یجاوز حناجرھم، یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ. و اظنہ قال: لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل ثمود.

"ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ کے موقع پر مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے تو بنی امیہ کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسولؐ اللہ! آپ مال کی تقسیم میں عدل سے کام نہیں لے رہے؟ آپؐ نے فرمایا: "مجھے تو آسمان والے امین سمجھتے ہیں اور تو مجھے امین نہیں سمجھتا"۔

چنانچہ بنی امیہ کے اس آدمی کا حلیہ اور اس کے اعمال اور اس کی وضع قطع دشمنانِ اہلِ بیتؑ کے علماء سے ملتی جلتی تھی۔

من تشبہ بقوم فھو منھم۔ چنانچہ اس کا حلیہ لکھا ہے کہ اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، اس کی ریش بہت طویل تھی، سر منڈا ہوا تھا، پاجامے ٹخنوں سے اوپر تھے، تو بعض صحابہ نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے یہ کہہ کر منع فرمایا: لوگ کہیں گے: محمدؐ اپنے صحابہ کو قتل کرتا ہے تو آپؐ نے فرمایا: یہ اکیلا نہیں بلکہ اس کی پوری جماعت ہے اور یہ لوگ قرآن بہت پڑھتے ہوں گے اور تمھاری نمازوں کو اپنی نمازوں کے

مقابلے میں حقیر سمجھیں گے اور تمہارے روزوں اور دیگر اعمالِ
صالحہ کو اپنے اعمال کے مقابلے میں کچھ نہ سمجھیں گے اور یہ لوگ
باوجود ظاہری شریعت کے پابند ہونے کے دین سے اس طرح
نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے"۔

کہ یہ مسلمان ہیں جو قرآن بڑا پڑھیں گے، نمازیں بہت ہوں گی،
مسلمانوں پر بت پرستی کے الزام لگائیں گے یعنی خوارج۔

فرمایئے: عزاداری کو بت پرستی کون کہہ رہا ہے؟
قرآن مجید میں ان کے لیے یہ تمثیل موجود ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ○ الَّذِينَ ضَلَّ
سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ
صُنْعًا ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ
فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ○
(سورہ کہف ر ۱۰۳۔۱۰۵)

"کیا خبر نہ دوں میں تم کو ساتھ بہت خسارہ پانے والوں کے
عمل میں وہ لوگ جن کی کرائی محنت دنیا میں ضائع ہوگئی اور وہ
گمان کرتے رہے کہ وہ اچھے کام کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں
جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کی ملاقات کا
پس ان کے عمل ضبط ہو گئے۔ ہم قیامت کے دن ان کے عملوں
کے وزن کے لیے کوئی ترازو نہ لگائیں گے"۔

یہ ہیں وہ خارجی جو قرآن پڑھتے رہے مگر آخرت کو کچھ نہ ملا۔ حالانکہ اعمال

ظاہری پر اتراتے رہے۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۱۰۷، مطبوعہ مصر میں ہے کہ بقول حضرت علیؑ یہ آیت خوارج کو بھی شامل ہے۔

تفسیر ابن جریر، ج ۸، ص ۲۹۴، ح ۲۳۳۹۶ تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۵۱۰، تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۱۰۷، البرہان، ج ۵، ص ۹۵، تفسیر مجمع البیان، ج ۶، ص ۷۶۷۔

قال ابن جرير حدثنا الحسن بن يحي قال: اخبرنا عبد الرازق، قال: اخبرنا الشورئ عن سلمة بن كهيل عن ابي الطفيل قال: قام ابن الكواء الى علي فقال: من الاخسرين اعمالا الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا. و هم يحسبون انهم يحسنون صنعاً؟ قال: ويلك اهل حروراء منهم.

شہداء کو مُردہ نہ کہو

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ

وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ○ (البقرہ/ ۱۵۴)

"اور مت کہو واسطے ان لوگوں کے کہ مارے جاتے ہیں بیچ راہ

اللہ کے مردے بلکہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں سمجھتے"۔

اس بات کا مطلب تو یہ ہے کہ شہیدانِ راہِ خدا کو عام مردے نہ سمجھ لینا۔ وہ ایک ممتاز حیات کے مالک ہیں۔ اگرچہ ان حواس سے ہم اس حیات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ سچ ہے:

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زمان از غیب جان دیگر است

اس کے ساتھ کی ایک اور آیت بھی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ

عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ○ (سورہ آل عمران/ ۱۶۹)

"جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کو مُردہ نہ سمجھنا بلکہ خدا

کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے"۔

اس آیت میں اتنا زیادہ تنبیہ کی گئی ہے کہ ان کو مردہ کہنے کی ممانعت ہی نہیں بلکہ مردہ خیال کرنے کی بھی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ بھی

ہیں۔ تیسرا یہ کہ ان کو رزق بھی ملتا ہے۔ یہ جنگ اُحد کے شہیدوں کی نسبت دونوں آیات ہیں۔ منافقین کی رد اور مومنین کی تسلی کے لیے نازل ہوئی ہیں جو موت کے خوف سے جنگ میں نہ گئے تھے یا جا کر فرار ہو گئے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا (آل عمران/۱۶۶)

"جو مصیبت تم پر آن پڑی جس روز کہ دونوں گروہ باہم مقابل ہوئے سو خدائے تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی تا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو بھی ظاہر کر دے اور منافقین کو بھی"۔

الغرض یہ آیت شہداء کی شان میں ہے۔ جو لوگ اس سے مخالفت ماتم پر استدلال کرتے ہیں یہ ان کا قیاس باطل ہے۔ آیت میں کوئی لفظ غم یا ماتم کے خلاف نہیں ہے۔ اگر اس سے استدلال کیا جائے کہ ان کو مُردہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ماتم نہ کیا جائے کہ وہ زندہ ہیں تو کیا یہ قیاس بھی صحیح ہو گا کہ ان کا جنازہ نہ پڑھا جائے کیونکہ وہ زندہ ہیں اور ان کو دفن نہ کیا جائے کیونکہ وہ زندہ ہیں۔ ان کا ترکہ تقسیم نہ کیا جائے کیونکہ وہ زندہ ہیں اور ان کی بیویوں کا نکاح کسی اور سے نہ کیا جائے کیونکہ وہ زندہ ہیں؟؟

اگر یہ تمام باتیں جائز ہیں اور اس کے باوجود بھی وہ زندہ ہیں تو اگر ان کا ماتم کیا جائے اور ان کے شریکِ غم ہوا جائے اور ان کا مرثیہ پڑھا جائے اور ان کے قاتلوں پر غم و غصہ کا اظہار کیا جائے تو حیات روحانی میں کیا فرق آئے گا؟

اول تو یہ آیت شہدائے اُحد کے حق میں ہے اور شہدائے اُحد کا مرثیہ پڑھا

گیا ہے اور حضرت حمزہؓ جو جنگ اُحد کے شہیدوں کے سردار ہیں ان کے ماتم میں مدینہ بھر گیا تھا۔ (دیکھو سیرت النبی، شبلی جنگ شہادت حمزہؓ اور جیسا کہ ابن ماجہ، ح ۱۵۹۱ اور مسند احمد، ج ۲، ص ۴۰ر ۸۴ر ۹۲، المستدرک، ج ۱، ص ۳۸۱، سنن ابی داؤد، ح ۳۱۳۶، اس حدیث کو حافظ ذہبی اور حاکم نے صحیح علی شرط مسلم کہا ہے:

حدثنا هارون بن سعيد المصري : حدثنا عبد الله بن وهب: انبانا اسامة بن زيد عن نافع، عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ مر بنساء عبد الاشهل يبكين هلكاهن يوم احد. فقال رسول الله : لكن حمزة لابواكي له فجاء نساء الانصار يبكين حمزة. فاستيقظ رسول الله فقال: ويحهن ما انقلبن بعد؟ مروهن فلينقلبن ولا يبكين على هالك بعد اليوم.

"ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور ﷺ قبیلہ بنی عبد الاشہل کی عورتوں کے پاس سے گزرے تو وہ اپنے اُحد کے شہیدوں کو رو رہی تھیں تو حضورؐ نے دیکھ کر فرمایا: اپنے شہیدوں کو تو ہر کوئی رو رہا ہے لیکن رسولؐ کے چچا حمزہؓ کے لیے کوئی رونے والا نہیں۔ بس انصار کی عورتیں آئیں اور ان پر رونا شروع کیا۔ یہ حلقہ بندی ہے جو نوحہ و بین سے رویا جاتا ہے اسی کا نام ماتم ہے"۔

اور طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۱۷ مطبوعہ بیروت میں ہے:

وبكت الانصار على قتلاهم فسمع ذلك رسول الله فقال: لكن حمزة لا بواكي له. فجاء نساء الانصار الى

باب رسول اللہ ﷺ فبکین علی حمزۃ فدعا لھن رسول اللہ ﷺ و امرھن بالانصراف فھن الی الیوم اذا مات المیت من الانصار بدا النساء فبکین علی حمزۃ ثم بکین علی میتھن۔

"جب حضرتؐ نے فرمایا: افسوس حمزہؓ کے لیے کوئی رونے والا نہیں تو انصار کی عورتیں جمع ہو کر سرکار دو عالمؐ کے دروازہ پر آئیں۔ جناب حمزہؓ پر رونے لگیں۔ حضورؐ نے ان کے لیے دعا کی اور واپس جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ مدینہ میں آج بھی یہی رواج ہے کہ جب کوئی شخص مرے اور عورتیں اسے رونا شروع کریں تو پہلے حمزہؓ پر بین کرتی ہیں۔ پھر اس کے بعد اپنے مردوں کو روتی ہیں"۔

معلوم ہوا کہ شہادتِ حمزہؓ سے لے کر آج تک یہ سنت چلی آرہی ہے۔ افسوس کہ حمزہؓ کو تو رونے والیاں مل گئیں مگر مدینہ میں حسینؑ ابن علیؑ کو رونے والا کوئی نہیں؟ حالانکہ زینبؑ تمام عمر مدینہ میں ماتم کرتی رہی؟

لہٰذا اس آیت میں شہداء کو مُردہ نہ کہنے یا مردہ نہ سمجھنے سے ماتم کے منع پر استدلال نہیں ہوسکتا، بلکہ قرآنِ مجید میں زندوں پر رونا موجود ہے جیسے یوسفؑ مصر میں زندہ موجود تھے اور یعقوب علیہ السلام یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ کہہ کر روتے تھے حتیٰ کہ ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں اور فرزندان یعقوبؑ نے آپ کا یہ دائمی غم والم دیکھ کر حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْھَالِکِیْنَ کا فتویٰ لگایا کہ آپ تو ذکرِ یوسفؑ سے بیماری اور ہلاکت تک پہنچ جانے والے ہیں اس شدت سے غم اور

اس شدت الم سے حالانکہ یوسف علیہ السلام مصر میں زندہ تھے اور بادشاہ تھے اور خوش تھے۔ لیکن زندگی بادشاہت اور خوشی سے یعقوبؑ کے رونے یا غم کرنے میں کوئی فرق نہ آیا: یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ یہ ندبہ ہے اور یہ نوحہ ہے:

قَالَتْ یٰوَیْلَتٰٓی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ○ یٰوَیْلَتٰٓی

"وہ کہنے لگی: ہائے ہائے کیا اب میں بچہ جننے بیٹھوں گی میں تو بڑھیا ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہیں۔ یہ تو بڑی تعجب خیز بات ہے"۔

یہ حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ محترمہ حضرت سارہؑ کا واویلا ہے اور فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ میں فِیْ صَرَّةٍ یہ ان کا چیخیں مارنا ہے۔

اور فَصَكَّتْ وَجْهَهَا یہ ان کا ماتم اور پیٹنا ہے۔

جب قرآن میں واویلا بھی آ گیا، چیخیں مارنا بھی آ گیا، چہرہ پیٹنا بھی آ گیا تو پھر ماتم کس کو کہتے ہیں؟ نہ معلوم مخالفان ماتم کس خیال میں ہیں؟

آیت ششم

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ/۱۵۶)

"آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجیے جن کی یہ عادت ہے کہ ان پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم تو

اللہ ہی کی ملک ہیں اور ہم اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

اس کے آگے لکھا ہے:

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ○ (البقرہ/۱۵۷)

"کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ اوپر ان کے پروردگار کا درود ہے یہی لوگ راہ پانے والے ہیں"۔

یہ آیت بھی شہدائے اُحد کے صبر و استقلال کی تنزیلاً اور شہدائے کربلا کی تاویلاً دلالت کرتی ہے مگر اس میں ماتم کہاں منع ہوا جو ان کی حمایت و محبت پر ہو رہا ہے؟ ان کی شہادت کو زندہ کر رہا ہے یاد دلا رہا ہے۔ لیکن اس سے رونے پیٹنے اور غم کرنے کی ممانعت کہاں سے نکلتی ہے؟ اگر نکلتی ہے تو یہ آیت بھی جنگ اُحد کے شہیدوں کے حق میں ہے اور جناب رسالت مآبؐ کا خود حضرت حمزہؓ پر ہچکیاں لے کر رونا ثابت ہے۔ دھاڑیں مار مار کر رونا موجود ہے۔ (دیکھو سیرت ابن ہشام جلد ۲)

الغرض قرآنِ مجید میں کوئی آیت رونے پیٹنے، سینہ زنی کے مخالف نہیں ہے اور نہ ہی الحاج صاحب کوئی نقل کر سکے۔ صرف قیاسات پر گزارا ہے ورنہ رونے پیٹنے کے جواز کی آیات تو قرآنِ مجید میں موجود ہیں۔

اثباتِ ماتم از قرآنِ کریم

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ (المائدہ/۸۳)

"اور جب سنتے ہیں وہ جو اُتارا گیا ہے طرف رسولؐ کے تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اس سبب سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے"۔

لیجیے حق پہچان کے رونا قرآن کریم سے ثابت ہوگیا۔ یہ آیت رونے کی ہے

اور

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ (سورہ نساء/۱۴۸)

"اللہ تعالیٰ بری بات پکار کر کہنے کو پسند نہیں کرتا بجز مظلوم کے اور اللہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔ یعنی مظلوم کو واویلا کی اجازت ہے غیر کو نہیں"۔

نوٹ: یعنی مظلوم اگر ظالم کے خلاف حکایت شکایت کریں گے تو وہ گناہ نہیں ہوگا۔ دیکھو حاشیہ اشرفیہ ص ۱۱۳ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شیعہ جو حضرت امامِ حسینؑ کے مظلوم ہونے کی حکایت کرتے ہیں اور ان پر ظلم کرنے والوں کی شکایت کرتے ہیں وہ گناہ نہیں

حکایت ہے۔ ظلم بر مظلوم کا یاد دلانا مقصود ہے اور شکایت سے ظالم سے نفرت دلانا مقصود ہے۔ ہاں البتہ خلاف واقعہ کہنے کی اجازت نہیں۔

فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ (الذاریات/۲۹)

"پس آئی بی بی حضرت ابراہیمؑ کی بیچ حیرت کے۔ پس ہاتھ مارا منہ اپنے کو اور کہا میں بوڑھی ہوں بانجھ"۔

حیرت اور افسوس میں منہ پر ہاتھ مارنا اس آیت سے ثابت ہو گیا۔ اور شاہ عبدالقادر نے اپنی تفسیر موضح القرآن میں صاف لفظ افسوس لکھا ہے۔

اور یہ ترجمہ جو ہم پیش کر رہے ہیں، شاہ رفیع الدینؒ دہلوی کا ہے کہ ہاتھ مارا منہ اپنے کو اور سورۂ ہود میں ہے:

قَالَتْ يَاوَيْلَتَا

"کہا: ہائے واویلا"۔

جس ماتم کو لوگ منع کرتے ہیں وہ کسی مظلوم نبی ولی کا نہیں ہوتا جو اللہ کی راہ میں مارا گیا ہو۔ اور اس کے ظلم و ماتم کی یاد کو قیامت تک باقی رکھنا ضروری ہو وہ زمانہ جاہلیت میں اپنے اپنے قبائل کے لیے جو اپنے اپنے مقتولوں کو روتے تھے اور فتنہ و فساد کی آگ کو برانگیختہ کر کے اور بھڑکا کے دوبارہ لڑتے تھے منع فرمایا۔ ان قبائلی جنگوں کو دوبارہ بند کرنے کے لیے ان کے ماتم حمایت و محبت سب بند کر کے ایک ہی آلِ محمدؐ کی قُلْ لَّاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى یعنی اپنے اپنے قبائل کی مودتوں کو بند کر کے صرف آلِ محمدؐ کی محبت اور مودت کا استثناء فرمایا ہے۔ لہذا سوائے ان کے کسی اور کا ماتم، جلسہ اور جلوس دین اور مذہب میں جائز

نہیں۔ صرف ماتمِ حسینؑ کرو آلِ محمدؐ کی حمایت میں۔ جیسا کہ امالی میں شیخ صدوق نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

قال الامام صادق کل الجزع و البکاء مکروہ سوی الجزع و البکاء علی الحسین (بحار الانوار، ج ۱۸، ص ۳۳۲)

"لہٰذا آلِ محمدؐ کی مودت اور محبت تو بھی کر اور ہم بھی کرتے ہیں ہم اپنے قریبیوں کو چھوڑتے ہیں تو اپنے قریبیوں کو چھوڑ، ہم اپنے یاروں کو چھوڑتے ہیں تم اپنے یاروں کو چھوڑ"۔

حدیث اور ماتم

اس باب میں بھی الحاج صاحب نے چند حدیثیں بے محل نقل کی ہیں جن کا ذکر کرنے کا یہ محل ہے۔ جہاں الحاج صاحب پیش کر رہے ہیں نہ وہ معنی ہیں جو وہ لے رہے ہیں۔

پہلی حدیث

حدثنا هشام بن عمار: حدثنا سفيان، عن ابراهيم الهجري عن ابن ابي اوفى قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن المراثي

"حضرت نے غم کے گانوں سے منع فرمایا ہے"۔

ابن ماجہ، ص ۱۱۴، ح ۱۵۹۲، مسند احمد، ج ۴، ص ۳۵۶/ ۳۸۳۔

اس سے الحاج صاحب نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ کو منع ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ ابن ماجہ کی شرح میں اس حدیث کے نیچے صاف لکھا ہے:

قال الخطابي انما كره من المراثي النياحية على مذهب الجاهلية فاما الثناء و الدعاء للميت فغير مكروه لانه رثى غير واحد من الصحابة كثير من المراثي

"خطابی نے کہا ہے کہ یہاں مرثیہ سے وہ نوحہ مراد ہے جو زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا کہ اپنی اپنی بہادریاں ظاہر کرنے کے لیے خواہ مخواہ اپنے مردوں کو بڑا بنا کے پیش کیا جاتا تھا۔ ورنہ میت کے لیے مرثیہ میں دعا یا ثنا کرنا منع نہیں۔ چنانچہ بہت سے صحابہ نے مرثیہ کہے ہیں"۔

پھر خطابی نے اپنی معالم السنن میں بہت سے صحابہ کرام کے مرثیے لکھے ہیں:

اور طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۳۱۹ مطبوعہ بیروت میں بھی حضرت کی وفات پر مختلف صحابہ کرام کے منظوم مرثیے لکھے گئے ہیں۔ مثلاً پہلا مرثیہ حضرت ابوبکر کا ہے دوسرا حسان بن ثابت کا، تیسرا کعب بن مالک کا، چوتھا عروہ بن عبد المطلب کا، پانچواں عاتکہ بنت عبد المطلب کا، چھٹا صفیہ بنت عبد المطلب کا، ساتواں ہند بنت حارث کا، آٹھواں ہند بنت اثاثہ کا اور نواں عاتکہ بن زید عمر بن نفیع کا اور دسواں اُمِ ایمن کا ہے۔ تلك عشرة كاملة

مرثیہ ابوبکر بر وفات نبی

يا عين فابكى ولا تسأمى

وحق البكاء على السيد!

على خير خندف عند البلاء

امسى يغيب فى الملحد

فكيف الحياة لفقد الحبيب

و زين المعاشر فى المشهد؟

فليت الممات لنا كلنا
وكنا جميعا مع المهتدی!

مرثیہ عبداللہ بن انیس:

تطاول لیلی و اعترتنی القوارع
وخطب جلیل للبلیة جامع
غداة نعی الناعی الینا محمدا
و تلك التی تستك منها المسامع
فلو رد میتا قتل نفسی قتلها!
ولكنه لا یدفع الموت دافع

حسان بن ثابت کا مرثیہ:

والله ما حملت انثی و لا وضعت
مثل النبی رسول الامه الهادی
امسی نساؤك عطلن البیوت، فما
یضربن خلف قفا ستر بأوتاد
مثل الرواهب یلبسن المسوح و قد
ایقن بالبؤس بعد النعمة البادی!

عاتکہ بنت عبد المطلب کا مرثیہ:

یا عین جودی ما بقیت بعبرة
سحا علی خیرالبریة احمد
یا عین فاحتفلی و سُحی و اسجُمی

و ابکی علی نور البلاد محمد!

انی لک الویلات مثل محمد

فی کل نائبة تنوب و مشهد؛

مزید تفصیل طبقات ابن سعد میں ملاحظہ فرمائیں:

لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ الحاج صاحب حدیث کو نہیں سمجھتے کہ یہاں مراثی سے کیا مطلب ہے۔ حالانکہ صحیح بخاری ج۱، ص ۱۷۳ میں صاف موجود ہے، باب رثاء النبی سعد بن خولہ شہید بدر کا مرثیہ کہا کہ

یرثی لہ رسول اللہ

"حضورؐ اس کے لیے مرثیہ پڑھتے تھے"۔

سبحان اللہ! حضرت سعد صحابی کا مرثیہ جائز اور الحاج صاحب نے جتنی روایات نقل کی ہیں وہ عام مراثی اور ماتموں کے متعلق ہیں جو زمانہ جاہلیت کے کفار پڑھتے تھے۔ حضرت امامِ حسین علیہ السلام کے ماتم کے منع پر ایک روایت بھی نقل نہ کرسکے۔ حالانکہ امامِ حسین علیہ السلام کا غم والم، رونا پیٹنا سب حدیث و تاریخ قول و فعل اہلِ بیتؑ سے ثابت ہے۔

چنانچہ مشکوۃ شریف باب مناقب اہلِ بیتؑ ص ۵۷۲ فصل ثالث ح ۶۱۸۰، بحوالہ المستدرک، ج ۳، ص ۱۷۶، ح ۴۸۱۸، دلائل النبوۃ، از البیہقی، ج ۶، ص ۴۶۸ نیز تاریخ ابن عساکر، ج ۱۴، ص ۱۹۵، ح ۳۳۸۵/ ۳۳۸۶ میں رسولؐ خدا کا حضرت امامِ حسینؑ کو گود میں لے کر رونا اور یہ کہنا:

آتانی جبرائیل -فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی ھذا فقلت ھذا قال نعم وآتانی بتربتہ من تربۃ الحمراء۔

”کہ میرے پاس جبرائیل آئے۔ انھوں نے خبر دی کہ تحقیق میری اُمت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی تو میں نے کہا: کیا میرے اس بیٹے کو؟“

کہا: ہاں! اور میرے پاس حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل گاہ کی مٹی سے سرخ مٹی لائے اور پوری حدیث اس طرح ہے:

قال الحاكم أخبرنا أبو عبد الله محمد بن علي الجوهري ببغداد ثنا أبو الاحوص محمد بن الهيثم القاضي، ثنا محمد بن مصعب ثنا الاوزاعي، عن أبي عمار شداد بن عبد الله، عن ام الفضل ابنة الحارث انها دخلت على رسول الله فقالت: يارسول الله! إني رأيت حلما منكرا الليلة قال: ما هو؟ قال: انه شديد.

قال: (ما هو) قالت: رأيت كان قطعة من جسدك قطعت و وضعت في حجري فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: رايت خيرا تلد فاطمة الزهراء ان شاء الله غلاما فيكون في حجرك فولدت فاطمة الزهرا الحسين فكان في حجري كما قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدخلت يوما الى رسول الله فوضعته في حجره ثم حانت مني التفاته فإذا عينا رسول الله تهريقان الدموع قالت: فقلت: يا نبي الله بأبي أنت و امي مالك؟ قال: اتاني جبريل - فأخبرني: ان امتي ستقتل ابني هذا

فقلت: هذا! فقال: نعم واتانی بتربۃ من تربتہ حمراء

اور مشکوٰۃ کے اس صفحہ ح ۶۱۸۱ پر عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو قتل حسینؑ کے دن وقت نصف النہار خواب میں دیکھا۔

أشعث اغبر نی یدہ قارودۃ فیہا دم

ترمذی شریف، ص ۶۲۳ اور مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۲ فصل ثالث۔

چنانچہ مسند احمد میں یہ روایت ان الفاظ میں مروی ہے:

قال الأمام أحمد حدثنا عبد الرحمن ثنا حماد بن سلمه عن عمار بن أبي عمار، عن ابن عباس قال: رأیت النبی ﷺ فی المنام بنصف النهار اشعث اغبر معه قارورة فيها دم يلتقطه او يتتبع فيها شيا؛ قلت يا رسول الله ﷺ ما هذا؛ قال: دم الحسين - و اصحابه لم ازل اتتبعه منذ اليوم قال عمار فحفظنا ذٰلك اليوم فوجدناه قتل ذٰلك اليوم۔

''ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے پیغمبر اسلام ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ پراگندہ بال، چہرہ غبار آلود، ہاتھ میں شیشی، اس میں خون ، میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یہ کیا؟ آپؐ نے فرمایا: یہ حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جو آج کربلا میں گرتا رہا ہے اور میں جمع کرتا رہا ہوں۔ عبد اللہ کہتا ہے: جب میں نے وقت کا حساب کیا تو وہ قتل حسینؑ کا وقت ثابت ہوا''۔

چنانچہ یہ حدیث مسند احمد، ج ۱، ص ۲۴۲، ح ۲۱۶۶؍ ج ۱، ص ۲۸۳، ح ۲۵۴۹، فضائل الصحابہ، ج ۲، ص ۷۷۸، ح ۱۳۸۰، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۱۰، ح ۲۸۲۲؍ ج ۱۲، ص ۱۴۳، ح ۱۲۸۳۷، المستدرک، ج ۴، ص ۳۹۸، ح ۸۲۰۱، دلائل النبوۃ، ج ۶، ص ۴۷۱ میں ہے۔

بی بی اُمِ سلمہؓ سے بھی یہی روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے روزِ عاشورا سر اور ریش اقدس پر خاک ڈالے ہوئے نظر آئے۔ میں نے عرض کیا: آپ کا یہ کیا حال ہے؟

فقال شھدت قتل الحسین

آپؐ نے فرمایا: "میں ابھی ابھی حسینؑ کی قتل گاہ سے آرہا ہوں"۔

چنانچہ ترمذی شریف ح ۳۷۷۱، المعجم الکبیر، ج ۲۳، ص ۳۷۳، ح ۸۸۲، المستدرک، ج ۴، ص ۲۰، ح ۶۷۶۴، کتاب الشریعہ، ح ۱۶۶۵، مشکوۃ شریف، ح ۶۱۶۶ میں یہ حدیث موجود ہے۔

اور ترمذی شریف میں یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے:

قال الترمذی حدثنا أبوسعید الأشج قال: حدثنا أبو خالد الأحمر قال: حدثنا زرین قال: حدثنی سلمی قالت: دخلت علی ام سلمۃ و ھی تبکی فقلت: ما یبکیك؟ قالت: رأیت رسول اللہ فی المنام و علی رأسه و لحیته التراب فقلت: مالك یا رسول اللہ! قال: شھدت قتل الحسین آنفًا

حضرتؐ نے یہ بھی فرمایا: جو شخص مجھے خواب میں دیکھے وہ ایک حقیقت دیکھے

رہا ہے، کیونکہ شیطان میری شکل میں نہیں آ سکتا"۔

چنانچہ بخاری، ح ۱۱۰/ ۳۵۳۹/ ۶۱۸۸/ ۶۱۹۷/ ۶۹۹۳ میں ہے:

قال البخاری حدثنا موسی قال: حدثنا أبو عوانة عن أبي حصين. عن أبي صالح عن أبي هريرة عن النبي قال: تسموا باسمي و لا تكتنوا بكنيتي. و من رآني في المنام فقد رآني فإن الشيطان لا يتمثل في صورتي ومن كذب على متعمداً فليتبوا مقعده من النار

نہ معلوم الحاج صاحب کو یہ حدیثیں کیوں نظر نہیں آئیں؟ نہ ہی مرثیہ و ماتم زینبؑ بر حسنؑ و حسینؑ اس عالم کو جس کا وہ مدینے میں تذکرہ فرما رہے ہیں؟ اس کو بھی نظر نہ آئی۔ علامہ ابن کثیر دمشقی نے جو ابن ناصبی کے شاگرد ہیں اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۱۹۳، تاریخ الکامل، ج ۳، ص ۱۸۵، تاریخ الطبری، ج ۴، ص ۳۴۸، انساب الاشراف، ج ۳، ص ۴۱۲ پر صاف لکھا ہے کہ:

فلما مر بمكان المعركة ورأو الحسين - و اصحابه مطرحين هنالك بكته النساء، و صرخن و ندبت زينب اخاه الحسين عليه السلام و اهلها فقالت و هي تبكي: يا محمداه يا محمداه صلى عليك الله و ملك السماء هذا حسين بالعراء مرمل بالدماء مقطع الاعضاء يا محمداه و بناتك سبايا. و ذريتك مقتلة تسفي عليها الصبا قال فابكت كل عدو و صديق. قال قرة بن قيس لما مرت النسوة بالقتل صحن و لطمن

خدودهن قال فما رأيت من منظر من نسوة قط
احسن منظر رأيته منهم ذلك اليوم

نیز حافظ ابن کثیر نے اس روایت کی یہ کہہ کر توثیق کی ہے کہ یہ مقتل امامِ حسینؓ کی ان روایات میں سے ہے کہ جسے ثقہ مورخین نے ذکر کیا ہے نہ کہ ان روایات میں سے ہے کہ جن کے بارے میں کذب وغیرہ کا احتمال ہو۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وهذه صفة مقتله ماخوذة من كلام ائمة هذا الشان
لا كما يزعمه اهل التشيع من الكذب

"شہادت امامِ حسین علیہ السلام کے بعد جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہو بیٹیاں مقتولوں کی لاشوں پر سے گزریں تو دھاڑیں مار مار کر روئیں اور اپنے رخسارے پیٹے اور یہ مرثیہ پڑھا:

ہائے محمدؐ، ہائے محمدؐ! تجھ پر اللہ اور آسمان کے فرشتے صلواۃ پڑھ رہے ہیں لیکن تیرا یہ حسینؓ جنگل میں بے گور و کفن پڑا ہے اور خون میں لت پت ہے اور اس کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں۔

ہائے محمدؐ! تیری بیٹیاں قیدی ہو چکی ہیں۔

ہائے محمدؐ! تیری اولاد قتل ہوئی پڑی ہے۔

ہائے محمدؐ! ان پر آندھیاں چل رہی ہیں"۔

راوی کہتا ہے: جناب زینبؓ کے اس مرثیے نے ہر دوست اور دشمن کو رلایا۔

نہ معلوم یہ غم حسینؓ کے مٹانے والوں کو تاریخ کا اہم موڑ کیوں نظر نہیں آرہا؟ تمام عمر مدینہ میں زینبؓ کا ماتم اُم رُباب کا دھوپ میں بیٹھ بیٹھ کے مرجانا کیوں نظر نہیں آتا؟

دیکھو تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۹۱ میں ہے:

وكان مع الحسين امراته الرباب بنت امرئ القيس وهي ام ابنته سكينة وحملت الى الشام فيمن حمل من اهله. ثم عادت الى المدينة فخطبها الاشراف من قريش فقالت: ما كنت لاتخذ حموا بعد رسول الله وبقيت بعده سنة. لم يظلها سقف بيت حتى بليت وماتت كمدا. وقيل: انها اقامت على قبره سنة وعادت الى المدينة فماتت آسفا عليه.

"حضرت امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں ان کی زوجہ محترمہ سیّدہ اُمِ ربابؑ بھی تھیں جو کہ ان کی دختر حضرت سکینہؑ کی والدہ محترمہ ہیں وہ بھی شام میں قید کر کے لائی گئی تھیں، پھر وہاں سے وہ مدینہ لوٹیں اور امامِ حسینؑ کی شہادت کے بعد ایک سال پورا زندہ رہیں اور کبھی سایہ میں نہیں بیٹھیں اور اسی غم میں ان کا جسم دھوپ میں بیٹھنے کی وجہ سے بوسیدہ ہوگیا تھا اور بعض روایات کے مطابق وہ ایک سال حضرت امامِ حسینؑ کی قبر پر خیمہ لگایا اور واپس مدینہ آ کر اسی غم میں وفات پا گئیں"۔

ان حالات کو غور سے دیکھا جائے تو کیا ثابت نہیں ہوتا کہ مرثیہ و ماتم کی مخالفت کرنے والے غم حسینؑ کو مٹانا چاہتے ہیں؟ محبت حسینؑ کے اثر کو دُور کرنا چاہتے ہیں؟ ظلم کو چھپانا چاہتے ہیں؟ مذہب آلِ محمدؐ کو مٹانا چاہتے ہیں؟ ان کے قتل اور غم سے غافل کرنا چاہتے ہیں؟ اس کے بعد الحاج صاحب نے لکھا ہے کہ ہم

شہیدوں کو مُردہ نہیں کہہ سکتے۔

بے شک صحیح ہے کیا مردوں کو دفن بھی نہیں کر سکتے اور ان کا غم بھی نہیں کر سکتے۔

دوم: لکھا ہے کہ ہم اپنے رسول ﷺ کی پیروی پابندی سے تمام باتوں میں کرنی چاہتے ہیں۔

میں عرض کرتا ہوں کہ کتب حدیث میں غم حسینؑ میں رسول اللہ ﷺ کی حالت نقل کر چکا ہوں۔ آپ کا سر اور ریش اقدس پر خاک ڈالنا، پراگندہ بال نظر آنا، ہاتھ میں خون کی شیشی پکڑنا ترمذی شریف سے بیہقی سے، مشکوٰۃ شریف سے نقل کر چکا ہوں۔ ایسا کیوں نہیں کرتے؟

اس کے بعد الحاج صاحب نے حضرت ابراہیمؑ فرزند رسالت مآب کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ حضورؐ اس پر خاموش روئے اور آہ و بکا کا کوئی لفظ نہ فرمایا۔ یہ سب کچھ غلط لکھا ہے۔ کتابوں میں ایسا نہیں ہے۔

باب زیارات القبور اہلِ سنت کی کتب سے

الحاج صاحب نے تعزیہ داری کی عداوت میں ایک حدیث ابن ماجہ سے یہ بھی نقل کی ہے:

من زار قبرا بلا مقبور فھو ملعون

"جس شخص نے ایسی قبر کی زیارت کی جس میں کوئی مُردہ نہ ہو وہ جانے کہ وہ بت پرستی کرتا ہے"۔

اول تو یہ ترجمہ غلط ہے، دوم یہ حدیث ابن ماجہ میں موجود ہی نہیں۔ الحاج

صاحب نے جوشِ بیان میں آکر جھوٹ ہی لکھ دیا۔ اگر ہزار تلاش کے بعد ابن ماجہ میں یہ حدیث ثابت کردیں جیسا کہ انھوں نے لکھی ہے تو ہم ان کو صحیح معنوں میں عالم مان لیں گے ورنہ اثر عداوتِ حسینؑ ہے جو ظاہر ہو رہا ہے کہ حوالہ دینے میں غلط بیانی کا بھی خوف نہیں۔

اس بے حوالہ حدیث کے نقل کرنے سے الحاج صاحب کا مطلب ہمارے تعزیہ کی شبیہوں پر اعتراض کرنا مقصود ہے۔ ورنہ ابن ماجہ، ح ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، مسند احمد، ج ۳، ص ۴۴۲، سنن ابي داؤد، ح ۳۲۳۶، جامع الترمذی، ح ۳۲۰/ ۱۰۵۶ میں تو ایسی حدیثیں بھی موجود ہیں کہ اصل قبر کی زیارت بھی موجود نہیں۔ چنانچہ ابن ماجہ کی روایت یہ ہے:

قال ابن ماجه حدثنا ازهر ابن مروان حدثنا عبد الوارث: حدثنا محمد بن جحادة عن ابی صالح، عن ابن عباس قال: لعن رسول الله زوارات القبور.

"رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: قبروں کی زیارات کرنے والی عورتوں پر لعنت ہے"۔

پتہ نہیں یہ عام عورتیں جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں اس لعنت سے کیسے بچتی ہیں؟ اصل حدیث ابن ماجہ کی یہ تھی کہ جس کو تحریف کرکے اپنے مطلب کے مطابق بنالیا۔ سچ فرمایا رسالت مآب ﷺ نے:

من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعده من النار

"جو شخص جان بوجھ کر میرے ذمہ غلط حدیث لگائے وہ ٹھکانہ جہنم میں بنائے"۔ (صحیح بخاری، ح ۱۰۶ تا ۱۱۰)

حدیث دوم کہ اہل قبور کی زیارت پر بھی لعنت، برادران اسلام اپنی ان حدیثوں پر غور کر کے پھر تعزیہ پر اعتراض کریں۔

عن ابی ھریرۃ قال لعن رسول اللہ ﷺ زیارات القبور۔ (ابن ماجہ، ص ۱۳)

دیکھئے جن کے مذہب میں اہل قبر کی زیارت بھی قابل لعن بنا دیتی ہے ان کو شبیہ تعزیہ سے کیا مطلب؟ ہمارے اہل بیتؑ کی عورتوں کا حال ان کے برعکس ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۷۷، مشکوۃ ص ۱۵۲ کے مطابق:

لما مات الحسن بن حسن ابن علی ضربت امراتہ قبۃ علی قبرہ سنۃ ثم رفعت

"جناب حسن مثنیٰ بن حسن بن علی علیہ السلام کی جب وفات ہوئی تو ان کی اہلیہ نے ان کی قبر پر قبہ لگایا۔ ایک سال تک رکھا پھر اٹھا دیا"۔

اس حدیث سے قبر پر قبہ لگانا بھی جائز ہو گیا اور وہ جو الحاج صاحب کہتے تھے کہ تین دن سے زیادہ غم نہیں کرنا چاہیے اس کی بھی نفی ہو گئی۔ یہ تو وہ جناب حسن مثنیٰؑ ہیں جو کربلا سے زخمی ہو کر آ گئے تھے اور مدینہ منورہ میں اپنی طبعی موت مرے تو ان کی قبر پر بھی جناب فاطمہؑ صغریٰ نے ایک سال تک قبہ لگایا اور ان کا غم والم جاری رکھا۔ تو خیال فرمایئے کہ کربلا سے بچ جانے والے شہید کی قبر پر بھی ایک سال تک قبے لگائے جاتے ہیں اور غم والم کیے جاتے ہیں تو جو وہاں شہید ہو گئے اور ان کے لاشے تک پامال ہوئے ان کا غم قیامت تک کیوں نہ منایا جائے؟ ان کی حمایت میں ظلم کے خلاف کیوں نہ احتجاج کیا جائے؟ ظلم کے خلاف کیوں نہ جلسے اور جلوس ہوں؟

قال ابن ماجه حدثنا العباس بن جعفر حدثنا محمد بن ایوب ابوهریرة الوسطی: حدثنا عبد العزیز بن محمد عن کثیر بن زید عن زینب بنت نُبیط عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ اعلم قبر عثمان بن مظعون بالصخرة.

"انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے عثمان بن مظعون کی قبر پر پتھر کا نشان سا لگایا تا کہ وہ قبر پہچانی جایا کرے۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۲، ح ۱۵۶۱، سنن ابی داؤد، ح ۳۲۰۶)

اس حدیث سے خاص قبروں پر نشان لگانا بھی ثابت ہوا۔

ثوابِ عزاداری برائے عزادارانِ حسینؑ وحب دارانِ حیدرِ کرارؑ

حدثنا عمرو بن رافع قال: حدثنا علی بن عاصم. عن محمد بن سرقة عن ابراهيم عن الاسود عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: من عزی مصابا فله مثل اجره

ابن ماجہ، ص ۱۱۸ ح ۱۶۰۲/ ۱۶۰۱، السنن الکبری، ج ۴، ص ۵۹، جامع الترمزی، ح ۱۰۷۳۔

"جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کی عزاداری کی اس کو اتنا ہی اجر ہے جتنا اس مصائب اٹھانے والے نے اس مصیبت میں

حاصل کیا ہے"۔

ایک حدیث میں ہے:

حدثنا أبوبكر بن أبي شيبة حدثنا خالد بن مخلد: حدثني قيس ابو عمارة مولى الانصار قال: سمعت عبد الله بن أبي بكر محمد بن عمرو بن حزم يحدث عن أبيه عن جده عن النبي ﷺ انه قال: ما من مؤمن يعزى اخاه مصيبة الا كساه الله سبحانه من حلل الكرامة يوم القيامة.

"حضور ﷺ نے فرمایا: جو مومن اپنے بھائی کی مصیبت میں عزاداری کرے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے لباس فاخرہ میں سے پہنائے گا قیامت کے دن"۔

حدثنا أبوبكر بن ابي شيبة حدثنا وكيع بن الجرح عن هشام ابن زياد عن امه عن فاطمة بنت الحسين عن أبيها قال: قال النبي من اصيب مصيبة. فذكر مصيبته. فاحدث استرجاعاً و ان تقادم عهدها كتب الله له من الاجر مثله يوم اصيب.

" فاطمہ بنت الحسینؑ سے روایت ہے اور انھوں نے اپنے والد امام حسین علیہ السلام سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے پس اپنی مصیبت کو یاد کر کے نئے سرے سے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھے اگر چہ کتنا زمانہ

گزر چکا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ہی اجر دیتا ہے جتنا مصیبت کے دن ملا تھا"۔

ناظرین و قارئین کرام سے التماس ہے کہ اس حدیث پر ذرا خاص غور فرمائیں کہ صحاح ستہ کی کتابوں میں بابِ مصیبت میں حضرت امامِ حسین علیہ السلام کی یہ اپنی روایت ہے۔ اس حدیث سے حضرتؑ نے اپنی عزاداری کا ثوابِ دوام بیان فرمایا ہے، خواہ ہماری مصیبت کو کتنے قرون اور دور گزر جائیں مگر مسلمان ان کو یاد کر کے بھی انا للہ و انا الیہ راجعون کا مضمون ادا کریں گے یعنی ہماری زندگی اور موت کو خدا کی راہ میں خرچ اور صرف ہونا بیان کریں گے۔ ان کو وہی ثواب ہوگا جو ہمیں کربلا کے دن ہوا تھا۔ یعنی عزادارانِ حسینؑ شریکِ ثواب جہاد کربلا ہیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون سے صرف الفاظ کا ادا کرنا مقصود نہیں بلکہ حضرت امامِ حسینؑ کی قربانی اور شہادت اور علت غائی مقصود ہے کہ وہ سیاسی جنگ نہیں بلکہ وہ اللہ کی طرف لوٹ گئے اور دین کو زندہ کر گئے۔ سچ ہے:

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است

مشکوۃ، ص ۱۵۳ باب بکاء علی المیت، ابن ماجہ، ص ۱۱۵، ح ۱۵۸۷۔

حدثنا أبو بكر بن ابي شيبة و علي بن محمد قالا:
حدثنا وكيع. عن هشام بن عروة عن وهب بن كيسان عن محمد بن عمرو بن عطاء، عن ابي هريرة ان النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كان في جنازة. فرأى عمر امرأة فصاح بها. فقال النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: دعها يا عمر فان العين

دامعة و النفس مصابة و العهد قريب}. حدثنا أبوبكر بن أبي شيبة: حدثنا عفان عن حماد بن سلمة عن هشام بن عروة عن وهب بن كيسان عن محمد بن عمرو بن عطاء عن سلمة بن الازرق عن ابی هريرة عن النبی ﷺ بنحوه.

"حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک جنازے میں شریک تھے۔ حضرت عمر نے ایک خاتون کو دیکھا (جو رو رہی تھی) تو اسے بلند آواز سے منع کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اسے رونے دو۔ آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں دل کو غم پہنچا ہے اور وقت زیادہ نہیں گزرا (غم تازہ ہے)۔

امام ابن ماجہ نے کہا: ہمیں ابوبکر بن ابی شیبہ نے عفان سے، انھوں نے وہب بن کیسان سے، انھوں نے محمد بن عمرو بن عطاء سے، انھوں نے سلمہ بن ازرق سے، انھوں نے حضرت ابوہریرہ کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ سے اسی (مذکورہ بالا) روایت کی مثل بیان کیا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ شہدائے اُحد کی یاد ہر سال مناتے تھے۔ (دیکھو تاریخ ابن کثیر، ج ۴، ص ۳۵)

حضرت فاطمہ زہرا ہر سال شہدائے اُحد پر روتی تھیں۔ (دیکھو تاریخ ابن کثیر، ص ۳۵/۳۵)

غم حسینؑ میں رسولِ خدا ﷺ کی حالت زار۔ دیکھو ترمذی شریف،

ص ۱۲۴ و صواعق محرقہ، ص ۱۹۲ مطبوعہ مصر۔

غم حسینؑ میں سرکار دو عالم ﷺ کا حال پریشاں اور خاک بر سر نظر آتا۔ (صواعق محرقہ، ص ۱۱۹، تفصیل اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں)

مظاہر قدرت پر غم حسینؑ کا اثر

و قال أبوبكر البهقي أخبرنا أبو الحسين ابن الفضل القطان اخبرنا عبد الله ابن جعفر حدثنا يعقوب بن سفيان حدثنا مسلم بن ابراهيم حدثتنا ام شوق العبديه قالت حدثتني نضرة الأزديه قالت لما قتل الحسين بن علي امطرت السماء دما فاصبحنا و جيا بنا و جرارنا مملؤة دما و كذا روى في احاديث غير هذه و مما ظهر يوم قتله من الايات ايضاً ان سماوات اسودت اسوادا عظيما حتى وقعت النجوم نهارا و لم يرفع حجر الا وجد تحته دم عبيط۔

صواعق محرقہ، ص ۱۹۳، دلائل النبوۃ، ج ۶، ص ۴۷۱، تاریخ ابن عساکر، ج ۱۴، ص ۲۲۰۔

"نضرہ ازدیہ نے ذکر کیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام قتل ہوگئے تو آسمان سے خون برسنے لگا۔ ہمارے گھڑے خون سے پُر ہوگئے۔ دیواروں پر خون کی اوس پڑتی تھی"۔

اور بعض روایات میں ہے۔ تفسیر جلالین، ص ۴۱۱، حاشیہ ص ۲۷، تفسیر ابن

جریر، ج ۱۱، ص ۲۳۷، ح ۳۱۱۲۰، تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۱۴۱، تفسیر الدر المنثور، ج ۵، ص ۷۴۹، تفسیر القرطبی، ج ۱۶، ص ۱۴۲، ح ۵۴۷۰، ج ۱۰، ص ۱۹۳، ح ۳۹۸۲، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۱۳، ح ۲۸۳۴، ۲۸۳۵، ۲۸۳۶، ۲۸۳۷، ۲۸۳۸، ۲۸۳۹، ۲۸۴۰۔

تفسیر طبری میں ہے:

قال ابن جرير حدثني محمد بن اسماعيل الاحمسي قال ثنا عبد الرحمن بن أبي حماد عن الحكم بن ظهير عن السدي قال: لما قتل الحسين بن علي- بكت السمآء عليه وبكاؤها حمرتها.

""مشہور مفسر اسماعیل السدی کا بیان ہے کہ جب امام حسینؑ کو شہید کیا گیا تو آسمان آپ پر رویا اور اس کے رونے سے مراد اس کا سرخ ہو جانا ہے"۔

المعجم الکبیر کی عبارت:

قال حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي ثنا يزيد بن مهران أبو خالد ثنا اسباط بن محمد عن أبي بكر الهذلي عن الزهري قال لما قتل الحسين ابن علي عليهما السلام لم يرفع حجر ببيت المقدس الا وجد تحته دم عبيط.

""مشہور تابعی ابن شہاب زہری کا بیان ہے: جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو اس وقت بیت المقدس سے جو بھی پتھر اٹھایا

جاتا تو اس کے نیچے سے تازہ خون نکلا تھا"۔

و قال الطبرانی ایضاً حدثنا قیس بن ابی قیس البخاری ثنا قطیبہ بن سعید ثنا ابن لهیعة عن ابی قبیل قال: لما قتل الحسین ابن علی علیهما السلام انکسفت الشمس کسفة حتی بدأت الکواکب نصف النهار حتی ظننا انها هی.

"ابو قبیل کا بیان ہے کہ جب فرزند رسول امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو سورج کو گرہن لگ گئی یہاں تک کے دوپہر کے وقت ستارے نظر آنے لگے اور ہم نے یہ گمان کیا کہ قیامت آ گئی"۔

اور بعض روایات میں ہے کہ سات دن متواتر آسمان کے اطراف اور در و دیوار سرخ ہو جاتے اور ستارے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمی ثنا عثمان بن ابی شیبة حدثنی ابی جدی عن عیسی بن الحارث الکندی قال: لما قتل الحسین - مکثنا سبعة ایام اذا صلینا العصر نظرنا الی الشمس علی اطراف الحیطان کانها الملاحف المعصفرة و نظرنا الی الکواکب یضرب بعضها بعضا.

و قال ایضاً حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمی ثنا یحیی الحمانی ثنا حماد ابن زیاد عن هاشم بن حسان عن

محمد بن سيرين قال: لم يكن في السماء حمرة حتى قتل الحسين.

فما بكت عليهم السماء کے ماتحت بقول سدی نے لکھا ہے: جب امام مظلوم قتل ہوئے تو ان کی شہادت پر آسمان رویا اور آسمان کا رونا اور اس کا رنگ سرخ ہو جانا غیض وغضب، خون کے اشک بہانے کی دلیل ہے۔

الصواعق المحرقہ ص ۱۹۲ میں اس حدیث کے آخر میں ابن جوزی کا بیان اور اس کا فلسفہ لکھا ہے:

قال إبن الجوزی وحكمته ان غضبنا يؤثر حمرة الوجه والحق تنزه عن الجسمية فأظهر تاثير غضبه على من قتل الحسين بحمرة الافق اظهار لعظم الجناية

"اس کی حکمت یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ چونکہ جسم وجسمانیات سے پاک ہے لہذا اس نے اپنا غضب ناک ہونا بر قاتلانِ حسینؑ اس اُفق پر سرخی سے ظاہر کیا ہے"۔

صحیح بخاری، ج ا، ص ۵۷۸ ، ح ۳۰۳۲، ۱۳۴۴، ۴۰۸۵، ۱۳۴۶، ۶۵۹۰ میں ہے کہ "حضور ﷺ نے آٹھ سال کے بعد شہدائے اُحد پر نمازِ جنازہ پڑھی"۔

قال البخاری حدثنا محمد بن عبد الرحيم أخبرنا زكريا بن عدی أخبرنا ابن المبارك عن حيوة عن يزيد بن ابي حبيب عن أبي الخير عن عقبة بن عامر قال: صلى رسول الله ﷺ على قتلى احد بعد ثمانى

سنین کالمودع لاحیاء والاموات۔

"حضور ﷺ نے آٹھ سال کے بعد شہدائے اُحد پر ایسی نمازیں پڑھیں جیسے مردوں پر پڑھی جاتی ہیں"۔

سبحان اللہ شہدائے کا ماتم زندہ کہہ کر بند کرانے والے ذرا حدیث پر نظر فرمائیں کہ حضور ہر سال ان شہداء پر مُردوں کی سی نماز جنازہ پڑھتے۔ صلوتہ علی المیت میں لفظ میت سے نماز جنازہ بھی ہے، شہدائے اُحد زندہ بھی ہیں۔

اب الحاج صاحب سے کون پوچھے کہ جب شہدائے اُحد پر آٹھ سال کے بعد بھی مُردوں کی سی نماز جنازہ پڑھی گئی تو کیا ان شہیدوں کا جن کو خدا زندہ کہتا ہے مُردہ ہونا لازم نہیں آتا۔ اگر باوجود زندہ ہونے کے ان کی نماز جنازہ ایسی جائز ہے جیسے مُردوں پر ہے تو ان کا ماتم کیوں جائز نہیں؟ جیسا کہ حضرت حمزہ سیّد الشہداءؓ جیسے بزرگوں کا ماتم ہو چکا ہے اور سیرت النبیؐ میں شبلی نے لکھا ہے کہ اس دن میں ماتم ہو رہا تھا۔ (دیکھو سیرت النبی شہادتِ حمزہؓ)

معاذ اللہ تعزیہ حسینؑ کی بت پرستی اور جنم اشٹمی تشبیہ اور اس کا جواب

الحاج صاحب نے چند آیات و احادیث جن کا محل و موقف کچھ بھی نہ سمجھے تھے نقل کر کے شیعوں پر برسنا شروع کر دیا۔ لکھتے ہیں: تعزیوں کے جلوس بت پرستوں، پوجا اور جنم اشٹمی کے جلوسوں سے ملتے جلتے ہیں: معاذ اللہ، نقل کفر کفر نہ باشد!

الجواب: اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جیسے کوئی غیر مسلم کہے کہ مسلمانوں کا حج اور اس کا ہنگامہ، بیت اللہ کے طواف، حجرِ اسود کے بوسے، صفا مروہ کے پہاڑوں کی سعی اور احرام کے لباس ہندوؤں کے مندروں کی اور ان کی مورتی کی پوجا سے ملتے جلتے ہیں۔ کعبے کے بڑے مندر کی پوجا ہو رہی ہے حجرِ اسود چوما جا رہا ہے، راہبانہ اور سادھوانہ شکلیں بنا رکھی ہیں۔ بے عقل و فکر دوڑ دھوپ کر رہے ہیں اور کروڑوں روپے اس میں صرف ہو رہے ہیں حکومت اور ملازمین کی تضیع اوقات ہو رہی ہے اور مسلمان اس کو عبادت سمجھ رہے ہیں۔

اگر یہ سب کچھ معبد ابراہیمؑ کی یاد اور اس کے نشانات کی تعظیم، مقامِ ابراہیم جس میں نقش پا ابراہیمؑ کی یاد کا سب ہنگامہ یاد ابراہیمؑ و یاد اسماعیلؑ میں کیا جا رہا ہے اور اس خواب کی یاد منائی جا رہی ہے جو ابراہیم کو آیا تھا تو وفدیناہ بذبح عظیم کے مصداق کی یاد میں جو راہِ خدا میں اپنے اور اپنے عزیز و اقارب کے سر

کٹا گیا اور دین خدا کو حیاتِ جاوداں عطا فرما گیا اور ظلم کو ہمیشہ کے لیے مٹنے مٹانے کا درس دے گیا، اس کی یاد میں اگر جلسے جلوس ہوں اور ان کے نام اور کام کو زندہ کیا جائے اور ان کی چند نشانیاں اور یادگاروں کو بنایا اور اپنایا جائے تو بت پرستی کیوں نظر آ رہی ہے؟ بت تو کسی مردہ انسان کی صورت مورت کو کہتے ہیں وہ تعزیہ کی شبیہوں میں کہاں ہوتی ہے؟ کچھ تعزیے ہوتے ہیں وہ قبہ حسینؑ کی شبیہیں ہیں اور قبہ حسینؑ ایک مقام ہے اور مقام کی شبیہ جائز ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف، ص ۳۸۶، ح ۴۴۹۸، صحیح بخاری، ح ۲۲۲۵/ ۵۹۶۳/ ۷۰۴۲، صحیح مسلم، ح ۵۵۴۰ میں ہے:

و قال مسلم قرات علی نصر بن علی الجهضمی عن عبد الأعلی بن عبد الاعلی: حدثنا یحیی بن أبی سحق عن سعید بن أبی الحسن قالك جاء رجل الی ابن عباس فقال: إنی رجل أصور هذه الصور. فافتنی فیها فقال له: ادن منی فدنا منه ثم قال ادن منی فدنا حتی وضع یده علی راسه و قال: انبئك بما سمعت من رسول الله سمعت رسول الله یقول: کل مصور فی النار یجعل له. بكل صورة صورها نفسا فتعذبه فی جهنم. و قال: ان کنت لا بد فاعلا فاصنع الشجر و مالا نفس له فاقر به نصر بن علی.

''حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا: اگر تصویر بنانے کی ضرورت پڑے تو درخت کی یا کسی ایسی چیز کی بنا لیا کرو جس میں روح نہیں ہوتی''۔

تعزیہ کی شبیہ اس مکان کی شبیہ ہے جو حضرت امام حسینؓ کی قبر پر بنا ہوا ہے۔ نہ کسی انسان کی شبیہ ہے نہ حیوان کی۔ یہ بھی اس لیے کہ ظالموں نے مظلوم کو دفن نہ کیا تھا بلکہ لاش پامال کی۔ لہٰذا قبر حسینؓ کی شبیہ بنا کے یاد منائی جاتی ہے۔

یہ حضرات جب محبت میں آتے ہیں تو ایسی حدیثیں بھی وضع کر لیتے ہیں جن میں انسانوں کی صورتیں دکھلائی جاتی ہیں جیسا کہ اُم المومنین حضرت عائشہ کی تصویر پردہ حریر میں۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳، ح ۶۱۸۸، صحیح بخاری، ح ۳۷۶۸/ ۳۲۱۷/ ۳۸۹۵، صحیح مسلم، ح ۶۳۰۱ باب مناقب ازواج النبی ﷺ میں ایک حدیث ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ سے رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

و قال ألبخاری حدثنا یحی بن بکیر: حدثنا اللیث عن یونس عن ابن شهاب: قال أبو سلمة: ان عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ یومًا: {یا عائش هذا جبریل یقرئك السلام قلت: و رحمة الله و بر كاته. تری مالا اری ترید رسول الله ﷺ.

و قال أیضا حدثنا معلی: حدثنا وهیب عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة: ان النبی ﷺ قال لها: أریتك فی المنام مرتین أری انك فی سرقة من حریر و یقول: هذه امراتك فا كشف فاذا هی أنت فاقول: ان یك هذا من عند الله یمضه.

"حضور ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا: تو مجھے خواب میں تین راتیں دکھلائی گئیں۔ تجھ کو فرشتے ریشم کے کپڑے میں

لاتے رہے کہ یہ آپ کی زوجہ ہے۔ پس جب میں نے تیرے چہرے سے پردہ کھولا تو بعینہٖ تو تھی"۔

سبحان اللہ حضرت عائشہ کی صورت ریشمی کپڑے میں حضور ﷺ کو دکھلائی گئی۔ نہ بت ہوا نہ بت پرستی ہوئی بلکہ عالم بالا پر بھی یہ صورت دکھلائی گئی۔ عزت افزائی اس کو کہتے ہیں؟
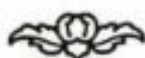
حضرت عائشہ کے گھر میں ذوالجناح یعنی پروں والے گھوڑے کی شبیہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کا تو زندہ گھوڑا بھی ان کو بت معلوم ہوتا ہے لیکن اُم المومنین حضرت عائشہ اپنے گھر میں حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کی شبیہ بنا کے اور اس کو پر لگا کے رکھ لیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی زیارت کروا دیں تو نہ بت ہے نہ بت پرستی؟ (دیکھو مشکوٰۃ شریف، ص ۲۸۳، ح ۳۲۳۵، سنن ابی داؤد، ح ۴۹۳۲ باب عشرۃ النساء)

قال ابو داؤد حدثنا محمد بن عوف: حدثنا سعيد بن أبي مريم: أخبرنا يحيى بن أيوب قالك حدثني عمارة بن غزية ان محمد بن إبراهيم حدثه عن ابي سلمة بن عبد الرحمن عن عائشة قالت: قدم رسول الله من غزوة تبوك او خيبر و فى سهوتها ستر فهبت الريح فكشفت ناحية الستر عن بنات لعائشة لعب فقال: (ما هذا يا عائشة؟) قالت: بناتى و رأى بينهن فرسا له جناحان من رقاع فقال: ما هذا الذى ارى وسطهن؟ قالت: فرس قال: و ما هذا الذى عليه؟

قلت جناحان، قال: فرس له جناحان؟ قالت: اما سمعت ان لسلیمان خیلا لها اجنحة؟! قال: فضحك رسول الله حتی رایت نواجذ.

"یعنی حضرت رسولؐ خدا جنگ تبوک یا خیبر سے واپس آئے اور جناب عائشہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ جناب عائشہ کے گھر میں ایک پردہ آویزاں تھا۔ ناگہاں ہوا چلی اور پردہ ہٹا۔ حضرتؐ کی نظر بی بی عائشہ کی گڑیوں پر پڑ گئی۔ آپؐ نے دریافت کیا کہ اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ عائشہ نے عرض کیا: یہ میری گڑیاں ہیں ان گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا تھا جس کے دو پر تھے جو اس میں پیوند تھے۔ آپؐ نے فرمایا: درمیان میں کیا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ بی بی نے فرمایا: یہ گھوڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کہیں گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: آپؐ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان پیغمبرؑ کے گھوڑوں کے پر تھے۔ یہ سن کر حضرتؐ کھلکھلا کر ہنس پڑے کہ حضرت کے دندانِ مبارک نمایاں ہو گئے"۔

کمسنی کا بہانہ کر کے اس حدیث کو بچوں کا کھیل بتانے والے حضرات ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت عائشہ کی عمر اس وقت کیا تھی۔ قبل ہجرت نکاح ہوا جبکہ عمر چھے سال تھی۔ جنگِ حنین ۹ ہجری میں ہوئی جبکہ عمر پندرہ سولہ سال بلکہ سترہ سال حسبِ اختلاف بنتی ہے اور اٹھارہ سال کُل عمر بنتی ہے۔

حضرت عائشہ کے زمانہ رسالت مآب ﷺ میں اور نصف دین حضرت

عائشہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور سولہ سال کی عمر میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا گھر میں رکھوالیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی زیارت کروادیں تو نہ بت بنتا ہے نہ بت پرستی، تو یہ تعزیہ کیسے بت ہے اور تعزیہ داری کیسے بت پرستی ہے؟ ما لکم کیف تحکمون؟

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا

حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں ایک زندہ گھوڑا شبیہ بنایا جائے تو بت پرستی ہے۔ حضرت اسماعیلؑ کی قربانی دینے کی شبیہ میں ہزاروں بکرے دنبے جو ہر سال سنگھارے جاتے ہیں، مہندیاں اور رنگ لگائے جاتے ہیں ان کے گلوں میں پھول اور قلادے ڈالے جاتے ہیں کیا یہ بدعت نہیں ہیں؟

ویسے واقعہ حسینؑ پر پردہ پوشیاں اور باطل کے لیے گرم جوشیاں اور چیز ہیں مظاہر محبت کی مخالفت اور چیز ہے۔

قارئین کرام کی سہولت کے پیش نظر اس حدیث کی مزید نشاندہی کی جاتی ہے کہ یہ حدیث بخاری شریف جلد دوم، ص ۹۰۵، ح ۶۱۳۰ اور مسلم شریف، ص ۲۸۵، ح ۶۲۸۸ باب فضائل عائشہ اُم المومنین میں بھی موجود ہے۔

و قال البخاری حدثنا محمد: اخبرنا أبو معاویة: حدثنا هشام عن أبیه عن عائشة قال: کنت العب بالبنات عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کان لی صواحب یلعبن معی، فکان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا دخل یتقمعن منه فیسربهن الی فیلعبن معی.

نمازوں کی قضا کے بہانے، تعزیہ داری کی مخالفت اور اس کا جواب

لکھتے ہیں کہ ہزاروں مسلمان محرم کے جلوس کو لے جانے یا دیکھتے ہیں نمازیں قضا کرتے ہیں یقیناً اس سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے جلوسوں کو بے رونق بنانے کا ایک بہانہ ہے ورنہ نمازی نماز بھی پڑھ لیتے ہیں اور جلوسوں میں شبیہ کی زیارت بھی کر لیتے ہیں۔ ویسے ایسے ہنگامی اوقات میں نمازوں کا اکٹھا جمع کر کے پڑھ لینا جائز ہے۔(باب ما جاء فی جمع بین الصلوتین ص ۱۰۰، ترمذی شریف مطبع احمدی، صحیح مسلم، ج ۱، ص ۲۴۵، بخاری شریف، ج ۱، ص ۷۹)

حدثنا یحیی بن حبیب الحارثی: حدثنا خالد یعنی ابن الحارث: حدثنا قرة: حدثنا أبو الزبیر: حدثنا سعید بن جبیر: حدثنا ابن عباس: ان رسول اللہ ﷺ جمع بین الصلاۃ فی سفرۃ سافرھا. فی غزوۃ تبوک جمع بین الظھر و العصر بین المغرب و العشاء۔

و حدثنا احمد بن یونس و عون بن سلام. جمیعاً عن زھیر قال ابن یونس: حدثنا زھیر: حدثنا ابو الزبیر عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس قال: صلی رسول اللہ ﷺ الظھر و العصر جمعا بالمدینۃ. فی غیر خوف ولا سفر. قال ابو الزبیر: فسالت سعیدا: لم فعل ذلک؟ فقال سألت ابن عباس کما سالتنی فقال اراد ان لا یحرج احدا من امتہ۔

"حضور ﷺ نے غزوۂ تبوک میں ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھ لیا۔ غزوۂ تبوک اگرچہ ہوا ہی نہیں تاہم حضور ﷺ نے ہنگامی حالات میں نمازوں کا جمع کرنا اپنی سنت بنالیا"۔

روز عاشورا اگر نمازوں کو جمع کر لیا جائے جو کہ آل رسول ﷺ کے قتل کا ہنگامی دن ہے تو کیا حرج ہے جیسا کہ حج میں جمع کر لی جاتی ہیں۔ (دیکھو ابن ماجہ باب جمع صلوتین بالجمع، ص ۲۱۷، مشکوۃ شریف، ص ۲۲۵، ح ۲۵۵۵ ر ۲۶۰۸، ص ۲۳۰، صحیح مسلم، ج ۱، ص ۲۱۷، ح ۱۶۲۷ تا ۱۶۳۶، بخاری شریف، ج ۱، ص ۲۲۷، ح ۱۶۷۳)

حج میں نمازوں کی جمع، باب الجمع بین الصلوتین بالمزدلفہ

عن ابن عمر قال جمع رسول اللہ ﷺ بین المغرب والعشاء

"نبی کریم ﷺ نے دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا"۔

ہمارا ان حدیثوں کو ذکر کرنے کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہنگامی حالات میں نمازیں جمع کی جا سکتی ہیں اور روز عاشورا بھی از آدمؑ تا قیامت ہنگامی دن ہے جس میں سب اولیاء و انبیاء نے بھی اس عظیم واقعہ کی یاد منائی ہے اور قرآن مجید میں بھی والفجر ولیال عشر آیا ہے اور حدیثوں میں بھی یوم عاشورا کو یوم من ایام اللہ کہا گیا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم، ح ۲۶۴۲ میں ہے:

حدثنا أبوبكر بن أبي شيبة حدثنا عبد الله بن نمير.

ح: وحدثنا ابن نمیر و اللفظ لهك حدثنا أبي: حدثنا
عبید الله عن نافع: أخبرني عبد الله بن عمر ان اهل
الجاهلیة کانوا یصومون یوم عاشوراء، و ان رسول
الله صامه، و المسلمون قبل ان یفترض رمضان
فلما افترض رمضان قال رسول الله: ان عاشوراء
یوم من ایام الله فمن شاء صامه ومن شاء ترکه.

لہٰذا اس میں نمازیں جمع کر لی جائیں تو کیا حرج ہے جبکہ زمین و آسمان اس سے لرزتے ہیں۔ آسمان سے خون بہہ رہا ہے، زمین سے خون نکل رہا ہے۔ ظلم کی آندھیاں چل رہی ہیں حتیٰ کہ حضور ﷺ نے جنگ خندق کے دن نماز عصر کو غروبِ شمس کے بعد پڑھا کہ جنگ میں ہنگامی حالات کی وجہ سے وقت پر نہ پڑھ سکے۔ (دیکھو صحیح بخاری، ج ۱، ص ۸۳،، ح ۵۹۶/ ۵۹۸/ ۶۴۱/ ۹۴۵/ ۴۱۱۲ - باب من صلی بالناس جماعۃ بعد ذھاب الوقت)

و قال البخاری حدثنا معاذ بن فضالة قال: حدثنا
هشام عن یحیی عن أبي سلمة عن جابر بن عبد الله ان
عمر بن الخطاب جاء یوم الخندق بعد ما غربت
الشمس فجعل یسب کفار قریش، قال: یا رسول الله
ﷺ
ما کدت اصلی العصر حتی کادت الشمس تغرب.
قال النبي ﷺ: و الله! ما صلیتها فقمنا الی
بطحان فتوضا للصلاة و توضانا لها. فصلی العصر بعد

ما غربت الشمس ثم صلی بعدھا المغرب۔

''حضرت جابر کا بیان ہے کہ حضرت عمر غزوہ خندق کے موقع پر سورج غروب ہونے کے بعد آئے تو آپ اس وقت قریش کے بزرگوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور کہا: یا رسولؐ اللہ! سورج غروب ہوگیا ہے اور میں نماز عصر نہیں پڑھ سکا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں نے بھی نہیں پڑھی پھر ہم وادی بطحان کی طرف گئے اور ہم نے وضو کیا حالانکہ اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔ تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے نماز عصر پڑھی اور اس کے بعد نماز مغرب''۔

الحاج صاحب لکھتے ہیں: اللہ اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی ہو رہی ہے حالانکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن خود بھی سر اور ریش پر خاک ڈالے ہوئے غبار آلود ہاتھ میں خون کی شیشی لیے ہوئے نظر آئے تو یہ دن تو عالم بالا میں بھی منایا جارہا ہے۔ الحاج صاحب اس کو مٹانے کے کہاں کے خواب دیکھ رہے ہیں؟

ڈھول بجانے اور جلوس برداروں کے شور مچانے کا عذر لنگ اور اس کا جواب

پھر لکھتے ہیں کہ ڈھول بجانا اور جلوس برداروں کا شور مچانا محلوں کے امن وسکون کو غارت کرتا ہے اور جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اپنی نمازوں کی طرف پوری توجہ نہیں دے سکتے۔ سنجیدہ مدرسوں کے طلباء اور بیمار بھی ان جلوسوں کی وجہ سے نقصان اٹھاتے ہیں۔

سبحان اللہ! دیکھئے الحاج صاحب ان جلوسوں کی مخالفت میں کیا کیا توجیہات نکال رہے ہیں حالانکہ یہ جلوس سال کے بعد ایک دن ہوتا ہے اس کی راہ میں ہزاروں روڑے اٹکائے جاتے ہیں۔ حالانکہ سال میں ہزاروں سیاسی جلوس نکلتے ہیں، شور وغل مچاتے ہیں، شور شرابہ ہوتا ہے، زندہ باد مردہ باد ہوتی ہے۔ سینما تھیٹر والے اپنی سیٹیاں، تالیاں اور باجے گانے لاؤڈ اسپیکروں پر ہر گلی اور محلے میں شور کرتے پھرتے ہیں۔ مگر ان نمازیوں کی نماز میں فرق آتا ہے نہ ان کے خلاف کوئی اور آواز اٹھاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہزاروں مذہبی اور احتجاجی جلوس نکلتے ہیں، جلسے ہوتے ہیں، ہنگامی آرائیاں ہوتی ہیں، ہزاروں آدمی مارے اور قتل ہو جاتے ہیں لیکن نہ اس میں ان کو خرابی نظر آتی ہے اور نہ سکون میں فرق نظر آتا ہے۔ صرف جلوس حسینیؑ ہے جو ان کے امن میں اور سکون میں فرق لاتا ہے۔ چونکہ اس سے

جمہور کی حکومت کے مذہب کی حقیقت نمایاں ہوتی ہے لہذا بہانے بنائے جا رہے ہیں۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؂

مسجد کے سامنے تجھے ماتم ہے ناگوار
دیتے نہ سر حسینؑ تو پڑھتا نماز کون؟

حالانکہ نماز تو بحالت خوف بھاگتے دوڑتے بھی پڑھی جا سکتی ہے:

فان خفتم فرجالاً او رکبانا

"جب خوف ہو تو نماز کو اپنی سواریوں پر بھی پڑھو اور پیادہ چلتے بھی"۔

دیکھئے وہ بھی نمازی ہیں کہ دینی امور میں بھاگتے دوڑتے جنگ و جہاد کرتے بھی ان نمازوں میں فرق نہیں آتا۔ مگر یہ کیسے نمازی ہیں جن کی نماز میں ابن رسولؐ کا غم اور ماتم سن کر فرق آجاتا ہے؟ شاید یہ وہی نمازی ہیں جن کے بارے میں بخاری شریف میں ہے۔

خوارج کی نمازوں میں کثرت اور حضرت علیؑ سے عداوت

عن ابی سعید الخدری قال فان له اصحاباً یحقر احد کم صلوته مع صلواتهم و صیامه مع صیامهم یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة۔

بخاری شریف، ج ۱، ص ۶۲۴، پ ۱۷، ابن ماجہ باب ذکر الخوارج، ص

۱۵۔ مشکوۃ شریف ص ۵۳۵، باب المعجزات (ان روایات کی تخریج گزر چکی ہے)۔

> "آپ نے فرمایا: اس کے اور اصحاب ہوں گے کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے اور وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے حلقوم کے نیچے نہیں اُترے گا"۔

یہ حدیث خوارج کا اقتباس ہے جو صحاح ستہ کی کتابوں میں بڑی طول اور بسط سے لکھی ہوئی ہے جس میں خوارج کے ظاہری باطنی اوصاف اور علامات ذکر ہیں کہ وہ ظاہری احکام کے بڑے پابند ہیں۔ محلوق الراس سرمنڈے، کث اللحیہ ریش گنجان، مشمر الآزار ٹخنوں سے پاجامے ان کے اُونچے ہوں گے اور قرآن کے قاری ہوں گے۔ جو مشرکین کے متعلق آیات آتی ہیں وہ مسلمانوں پر چسپاں کریں گے۔ کفار کے بجائے اہلِ اسلام سے ہی لڑیں گے۔ توحید کے بڑے قائل ہوں گے اور حضرت علی علیہ السلام کے بڑے منکر ہوں گے۔ لہٰذا ایسے نمازیوں کی نماز میں ذکر حسینؑ سے کچھ فرق آجائے تو بعید نہیں ــــ دیکھا بت پرستوں کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کر کے خود موحد بن رہے ہیں۔

ڈھول بجانے کا الزامی جواب، حبشوں کا کھیل مسجد نبویؐ میں

رہا ڈھول بجانا اور جلوس برداروں کا شور مچانا، الحاج صاحب نے یا حسین "یا حسین" کی آوازوں کو شور سے تعبیر کر دیا ہے۔ حالانکہ اُم المومنین حضرت عائشہ کی فضیلت کا اظہار کرنا مقصود ہو تو ایسی حدیثیں بھی رسولؐ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں

کہ آپؐ حضرت عائشہ کو بھی حبشیوں کا جلوس دکھلاتے ہیں اور مسجد نبوی میں کھیل کو دکے جلسے بنادیتے ہیں۔ (دیکھو مشکوۃ شریف ص ۲۸۰، ح ۳۲۴۴، صحیح بخاری، ح ۳۵۴/ ۳۵۵/ ۹۵۰/ ۹۸۸/ ۲۹۰۶/ ۳۵۲۹/ ۳۹۳۱/ ۵۱۹۰/ ۵۲۳۶، صحیح مسلم، ح ۲۰۶۴)

حدثنا زهير بن حرب: حدثنا جرير عن هشام عن أبيه عن عائشة قال: جاء حبش يزفنون في يوم عيد في المسجد فدعاني النبي ﷺ فوضعت راسي على منكبه فجعلت انظر الى لعبهم حتى كنت انا التي انصرف عن النظر اليهم.

قال مسلم و حدثني ابو الطاهر: اخبرنا ابن وهب: اخبرني يونس عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة ان ابابكر الصديق دخل عليها و عندها جاريتان في ايام منى تغنيان و تضربان و رسول الله مسجي بثوبه فانتهرهما ابوبكر. فكشف رسول الله عنه و قال: (دعهما يا ابابكر! فانها أيام عيد) و قالت: رايت رسول الله ﷺ يسترني بردائه و انا انظر الى الحبشة. و هم يلعبون و انا جارية فاقدروا قدر الجارية العربة الحديثة السن.

"اُم المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے رسالت مآبؐ کو اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا اور

حبشی مسجد میں نیزوں، برچھیوں سے کھیل رہے تھے اور
رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپا رہے تھے تاکہ میں
آپؐ کے دوشِ اقدس پر منہ رکھ کے آپؐ کے کانوں کے
درمیان سے ان حبشیوں کے کھیل کو دیکھ لوں، پھر میرے لیے
اٹھ کے کھڑے ہو جاتے تھے حتیٰ کہ میں کھیل دیکھ کر واپس
آجاؤں"۔

حضرت عائشہ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا: لوگو! اس صغیر السن لڑکی
کی قدر و قیمت سرکار دو عالم کی نظروں میں دیکھو جو کھیل کی حرص کر رہی تھی اور حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دکھلا رہے تھے۔

اللہ اکبر؛ حضرت عائشہ کی شان ظاہر کرنے کے لیے حبشیوں کا جلوس مسجد
میں بھی آگیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دیکھ لیا؟ برچھیوں اور تلواروں سے کھیل
بھی ہوا۔ نہ مسجد کی عظمت میں فرق آیا؟ نہ لہو ولعب کے دیکھنے سے حضورؐ کی عظمت
میں کوئی تقصیر ہوئی؟ اُم المومنین کی قدر و قیمت تو ظاہر ہوگئی۔ یہ ہیں ماتمی جلوسوں پر
اعتراض کرنے والوں کی مذہبی روایات اور بخاری مسلم جیسی کتابوں میں۔

ببین تفاوت راہ از کجا تا بہ کجا

باقی رہا ڈھول بجانا سو بخاری شریف، ج ۲، ص ۷۷۳، ج ۷ ۵۱۴ / ۲۰۰۱ء
کتاب المغازی اور کتاب النکاح، باب ضرب الدف بالنکاح والولیمۃ میں ہے:

قال البخاری حدثنا مسدد : حدثنا بشر بن
المفضل: حدثنا خالد بن ذکوان قال: قالت الربیع
بنت معوذ بن ذکوان قال: قالت الربیع بنت معوذ

بنت عفراء: جاء النبی ﷺ یدخل حین بنی علی فجلس علی فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من آبائی یوم بدر اذ قالت احداھن: وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال: دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین.

"حضرت ربیع بنت معوذ بنت عفراء فرماتی ہیں: جب میری شادی حضورؐ کے ساتھ ہوئی تو حضورؐ تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے تو لڑکیاں دف بجانے لگیں۔ یضربن بالدف ویندبن من قتل من ابائی یوم بدر ۔لڑکیاں دف بجانے لگیں اور شہیدان بدر کے مرثیے پڑھنے لگیں اور ان کا ندبہ کرنے لگیں"۔

لیجیے اس میں دف بھی ہے، شہدائے بدر کا مرثیہ بھی ہے اور رسولؐ خدا سننے والے بھی ہیں۔ اور سرکار دو عالمؐ کا گھر بھی ہے۔ کہاں ہیں حسینؑ کی شہرت شہادت کو ڈھول بجانے کے ذریعہ سے روکنے والے؟

نہ معلوم الحاج صاحب قدم قدم پر شہید کربلا کے مرثیے بند کرانے میں کیوں ادھار کھائے بیٹھے ہیں؟ اس کو سوائے بُغضِ علیؑ کے اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ جس سے محبت ہو اس کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے اور جس سے بغض ہو اس کی ہر چیز مبغوض ہوتی ہے۔ اس میں نہ کوئی شبہ ہے نہ کوئی کلام حالانکہ حُبِ آلِ محمدؐ اللہ و رسولؐ کی طرف سے مطلوب بھی ہے اور مسئول بھی۔

ذٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ (شوریٰ ر ۲۳)

"یہی وہ انعام ہے جس کی خدا اپنے بندوں کو جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے اور کہہ دو کہ میں اس کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا مگر قرابت داروں کی محبت کے سوا۔ اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لیے ثواب بڑھائیں گے۔ بے شک خدا بخشنے والا قدردان ہے"۔

چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت پیغمبرؐ اسلام کی اہلِ بیتؑ کی محبت کے وجوب کے لیے اتری ہے جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ چنانچہ امام طبرانی نے المعجم الکبیر ج ۳، ص ۴۷، ح ۲۶۴۱ میں روایت کیا ہے:

وقال الطبرانی حدثنا محمد بن عبد اللہ ثنا حرب بن الحسن الطحان ثنا حسین الاشقر عن قیس بن الربیع عن الاعمش عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال: لما نزلت قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ قالوا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و من قرابتك هولاء الذین وجبت علینا مودتهم، قال: علی و فاطمة و ابناهما

آیتِ مودت کے نازل ہونے پر صحابہ کرام نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہؐ! اس آیت میں آپؐ کے کون سے قریبی رشتہ دار ہیں جن کی محبت

ہم پر واجب ہے؟

آپؐ نے فرمایا: علی و فاطمہ علیہما السلام اور ان کی ذُریت طاہرہ ہے۔ اور خود آئمہ اہلِ بیتؑ نے بھی اس آیت کو بطور دلیل اپنی محبت کے وجوب پر پیش کیا ہے۔

جیسا کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

و انا من اهل البيت الذى افترض الله مودتهم على كل مسلم فقال تبارك و تعالى لنبيه صلى الله عليه وآله وسلم:
قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا قال اقتراف الحسنة مودتنا أهل البيت

"کہ میں اس خانوادہ اہلِ بیتؑ کا فرد ہوں جن کی محبت قرآنِ مجید میں واجب قرار دی گئی ہے"۔

اور اس آیت میں وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اقتراف حسنہ سے مراد ہم اہلِ بیتؑ کی مودت ہے۔ المستدرک، ج ۳، ص ۱۷۳، ح ۴۸۰۲۔

نیز بروز قیامت اس مودت کے بارے میں سوال کیا جائے گا جیسا کہ کتاب السنۃ، ح ۱۵۰۶ میں حضرت جبیر بن مطعم سے مروی ہے:

حدثنا ابن كاسب ثنا ابراهيم بن محمد بن ثابت، عن عمرو بن ابى عمرو، عن المطلب عن جبير بن مطعم قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: الست مولاكم؟ الست خيركم؟ قالوا: بلى يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال:

فانی فرط لکم علی الحوض یوم القیامة. و الله سائلکم عن اثنتین عن القرآن و عن عترتی.

"جبیر بن مطعم کا بیان ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: تحقیق میں قیامت کے دن حوضِ کوثر پر موجود ہوں گا اور قسم بہ خدا تم سے دو چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، ایک قرآن کے بارے میں اور دوسرا میری عترت اہلِ بیتؑ کے بارے میں"۔

چنانچہ اس مضمون کی دوسری حدیث حضرت ابوطفیل، حضرت ابو برزہ اور دیگر صحابہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

{لا تزول قدما عبد حتی یسائل عن اربعة: عن جسده فیما ابلاه و عمره فیما افناه و ماله من این اکتسبه و فیما انفقه و عن حبنا أهل البیت}.

فقیل: یا رسول الله ﷺ فما علامة حبکم؟

فضرب بیده علی منکب علی.

"قیامت کے دن چار چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، انسان کے جسم کے بارے میں کہ اس نے اس کو کہاں کہاں صرف کیا؟ اور اپنی زندگی کو کیسے گزارا؟ اور مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور ہم اہلِ بیتؑ کی محبت کے بارے میں سوال ہوگا۔ لوگوں نے کہا: یا رسولؐ اللہ! آپؐ کی محبت کی علامت کیا ہے؟ آپ نے

حضرت علیؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اس کی محبت کا سوال ہوگا"۔

جن بزرگوں کی محبت کے بارے میں قیامت کے دن اس کی پرسش نہیں اور کرنے پر ثواب نہیں اور نہ کرنے پر کوئی عذاب نہیں تو ان سے محبت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

لہٰذا اگر کسی کے پاس اپنے بزرگوں کی محبت کے بارے میں ثواب یا گناہ کے بارے میں کسی اور بزرگ کی محبت میں ایسی کوئی حدیث ہے تو اس کو ذخیرہ حدیث سے تلاش کرکے پیش کیا جائے۔ فأتوا برهانکم إن کنتم صادقین

ایں خواب است و محال است و جنون

لیکن افسوس مسلمانوں نے اہلِ بیت اطہارؑ سے محبت کی بجائے عداوت شروع کردی اور اہلِ بیت اور حضرت علیؑ پر سب و شتم کرنے والوں سے محبت شروع کردی۔
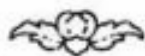
اسکولوں کے طلبہ کی ماتم کے شور سے پریشانی کا بہانہ اور اس کا جواب

سبحان اللہ! یہ بھی ذکر فرمایا ہے: ان جلوسوں کی وجہ سے کالجوں اور سکولوں کے طلبہ کو نقصان ہوتا ہے۔ خوب سال کے بعد ایک دن غم حسین علیہ السلام کے سلسلہ میں کالج اور سکول بند ہو جائیں اور طلبہ غم حسینؑ میں حصہ لیں تو نقصان ہوتا ہے۔ عید، شب برات، بڑے دنوں کی چھٹیوں میں جو کچھ ہوتا ہے نہ اس سے نقصان ہوتا ہے نہ فرق آتا ہے۔ اور پورا سال جو طلبہ تعلیم و تربیت چھوڑ کر سیاسی جلسے جلوس کرتے ہیں۔ قبل از وقت سیاسیات میں حصے لیتے اور تعلیم کو ادھورا چھوڑتے ہیں ملکی امن میں فرق لاتے ہیں۔

اسکولوں کالجوں کے شیشے توڑتے ہیں، بازاروں اور محلوں میں شور کرتے ہیں، نعرے مارتے ہیں اور دشمنان کا آلۂ کار بنتے ہیں۔ اپنے ملک کے اتحاد اور امن کو برباد کرتے ہیں، نہ ان سے نقصان ہوتا ہے نہ آرام میں کچھ فرق پڑتا ہے؟ یوں کیوں نہیں کہتے کہ ذکرِ حسینؑ کی بلندی ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ ہمارے تیرہ سو سالہ منصب اور منصوبے اس سے برباد ہو جاتے ہیں بلکہ مذاہب میں فرق آتا ہے۔ افسوس قتل حسینؑ پر خاموشی، اور بے حسی۔

ماتمیوں پر معاذ اللہ شراب خوری کا الزام اور اس کا جواب

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اکثر افراد ان جلوسوں میں شراب اور تاڑی پیتے ہیں اور بے قابو ہو جاتے ہیں اور بڑی تکلیفوں کا سبب بنتے ہیں۔

الجواب: نہ معلوم یہ کون لوگ ہیں جو اس دن شراب پیتے اور عیش و عشرت کے سامان بہم پہچانتے ہیں۔ محبانِ حسینؑ تو اس دن کھانا تک نہیں کھاتے، چولہے میں آگ نہیں جلاتے حتیٰ کہ پانی نہیں پیتے۔ سروں پر خاک ڈالتے ہیں جیسا کہ ابنِ کثیر نے البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۱۱۷ میں لکھا ہے:

قد اسرف الرافضة فی دولت بنی بویه فی حدود الار بعمائة و ما حولها فكانت الدباب تضرب ببغداد ونحوها من البلاد فی یوم عاشورا، و یذر الرماد والتبن فی الطرقات و الاسواق و تعلق المسح علی الدکاکین و یظهر الناس الحزن و البکاء و کثیر منهم لا یشرب الماء لیلتئذ موافقة للحسین- لانه قتل عطشانا ثم تخرج النساء حاسرات عن وجوههن و یلطمن وجوههن و صدورهن حافیات فی الاسواق الی غیر ذالك انما یریدون بهذا و اشباهه أن یشنعوا علی دولته بنی امیة لأنه قتل فی دولتهم.

"بنی بویہ کی حکومت میں رافضیوں نے بہت زیادتی کی کہ چار سو میل اور اس کے گرد و نواح کے حدود میں ماتم کے رسوم بجالاتے۔ بغداد اور دوسرے شہروں میں روزِ عاشورا ڈھول

بجائے جاتے اور راکھ اور مٹی راستوں میں اڑائی جاتی تھی۔ دکانوں پر ٹاٹ لٹکادیئے جاتے تھے۔ لوگ حزن و بکا ظاہر کرتے تھے اور بہت سے لوگ اس دن پانی نہیں پیتے تھے تا کہ حضرت امام حسینؑ کی موافقت ہو جائے۔ کیونکہ یہ پیاسے قتل کیے گئے اور ان کی عورتیں ننگے سر نوحہ کرتیں، ماتم کرتیں، منہ اور سینے پیٹتی ہوئی ننگے پاؤں بازاروں میں نکلا کرتی تھیں۔ ان سے ان کا مطلب حکومت بنی امیہ کو بدنام کرنا تھا۔ کیونکہ ان کی حکومت میں آپ قتل کیے گئے اور ہم کہتے ہیں کہ اس میں کیا کلام ہے۔ کیا ان کی حکومت میں قتل نہیں کیے گئے۔ سر کاٹ کر ان کے درباروں میں پیش نہیں کیے گئے۔ نبی زادیاں قید نہیں کی گئیں۔ ایسی حکومت کو بدنام کیا جائے تو کیا حرج ہے؟"

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم

"مظلوم کو ظالم کی حکایت اور شکایت کا پورا حق حاصل ہے"۔

نواصب کا اظہار خوشی اور عاشورہ

شاید شراب اور تاڑیاں پینے والے لوگ وہ ہوں گے جن کی نسبت ابن کثیر اسی صفحہ، ج ۸، ص ۲۰۲ میں لکھتے ہیں:

و قد عاکس الرافضة و الشيعة يوم عاشوراء عن نواصب من اهل الشام فكانوا الى يوم عاشوراء يطبخون الحبوب و يغتسلون و يتطيبون و يلبسون افخر ثيابهم و يتخذون ذالك اليوم عيداً يصنعون فيه انواع الاطعمة و يظهرون السرور و الفرح يريدون بذالك عناد للروافض و معاكستهم.

"شیعہ اور روافض کے برعکس روزِ عاشورا اہل شام کے ناصبیوں نے یہ کام کیا کہ جب یوم عاشورا ہوتا یہ اچھے کھانے پکاتے، غسل کرتے، خوشبوئیں لگاتے اور لباس فاخرہ پہنتے اور اس روز کو عید سمجھتے۔ قسم قسم کے کھانے پکاتے اور خوشی اور سرور کا اس میں اظہار کرتے۔ اس سے ان کا مطلب شیعہ اور روافض کا عناد تھا اور معاملہ اس کا برعکس کرتا تھا"۔

یہ ہوں گے شراب اور تاڑیاں پینے والے اور خوشیاں منانے والے اور سرور کرنے والے، ماتمی جلوسوں کے راستے میں روڑے اٹکانے والے، فساد کرنے

والے، ورنہ شیعہ تو اس دن شراب تو کجا خوشی کرنے والے پر بھی لعنت بھیجتے ہیں یا پھر بقول الحاج صاحب وہ ہوں گے جنہوں نے یہ روایت بنائی ہے:

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ من وسع علی عیالہ فی النفقۃ یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ سائر سنتہ قال سفیان انا قد جربناہ فوجدناہ کذلک (مشکوٰۃ شریف، ص ۱۷۰، ح ۱۲۹۶، شعب الایمان، ج ۳، ص ۳۶۶، ح ۳۷۹۵)

"ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جس شخص نے اپنے اہل وعیال پر عاشورہ کے روز نان ونفقہ میں وسعت کی یعنی اچھا کھلایا پلایا اللہ تعالیٰ تمام سال اس پر وسعت کرے گا۔ اور سفیان ثوری کہتا ہے کہ ہم نے تو اس کو آزمایا ہے اور پورا پایا"۔

اس حدیث کے آخر میں لکھا ہے کہ فضعفہ البیہقی "یہ ضعیف ہوں گے"۔ نان ونفقہ میں وسعت کرنے والے، کھانے والے ورنہ شراب کیسی اور کباب کیسے۔ ہم ایسے شراب خوروں پر لعنت بھیجتے ہیں۔

اس کے بعد یہ لکھتے ہیں: ہندوستان کے انگریزی عہد میں سینکڑوں فرقہ وارانہ فسادات انھوں نے برپا کیے۔ جن میں بہت سے مسلمان فضول جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، بعض اوقات جلوسوں میں مخالف جماعتیں لڑتی ہیں۔ مسلمان کو مسلمان زخمی کرتے ہیں اور بہت سے زخم جان لیوا ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن میں سورہ نساء میں فرماتے ہیں: "اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً مار دیتا ہے تو اس کا انجام دوزخ

ہے وہ اس میں رہے گا"۔

عزاداری کو بند کرانے کے حیلے بہانے کا جواب

الجواب: الحاج صاحب نے اس میں یہ نہ بتلایا کہ وہ کون لوگ لڑتے ہیں اور کیوں لڑتے ہیں۔ یہ شیعہ محبان اہلِ بیتؑ تو نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ تو سب جلوس نکالتے ہیں اور ان کے جلوس احتجاجی اور مذہبی ہوتے ہیں سب مل کر غم حسینؑ مناتے ہیں۔ یہ لڑنے والے سوائے ان کے اور کون ہو سکتے ہیں جو ان جلوسوں کی راہ میں آڑے آنے والے اور روکنے والے ہوتے ہیں۔ اوپر تاریخ ابن کثیر سے دکھلایا چکا ہے کہ شیعہ اس دن سوگ اور ماتم مناتے ہیں اور اہل شام کے ناصبی اس کے برعکس خوشیاں مناتے ہیں۔ سو یہ لڑائیاں اور جنگ وجدل کوئی نئے نہیں ہیں۔ رسولؐ خدا کے بعد مخالفانِ اہلِ بیتؑ سے اور ان کے ماننے والوں سے اور ان کا مذہب رکھنے والوں سے اور ان کی یاد منانے والوں سے ہمیشہ مزاحمت کرتے چلے آئے ہیں خواہ وہ کسی رنگ میں ہو۔ سچ پوچھو تو جنگِ صفین، جنگ نہروان، سانحہ کربلا اور بعد میں شیعہ اور ان کے مخالفین کی لڑائیاں اس محبت اہلِ بیتؑ اور عداوت اہلِ بیتؑ کے سلسلہ میں ہوئی ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، آپ چاہے جنگِ صفین اور جنگِ جمل میں نقصان اور فساد کی نسبت حضرت علیؑ کی طرف کر دیا ان کے مخالفین کی طرف۔

حالانکہ الحق مع علی مسلم ہے جیسا کہ حضرت اُمِ سلمہؓ سے مروی ہے:

روای الخطیب البغدادی فی تاریخہ. ج ۱۴. ص ۳۲۲

باسنادہ عن ابی ذر قال: دخلت علی ام سلمۃ فرأیتھا

تبکی و تذکر علیا و قالت: سمعت رسول الله ﷺ یقول: علی مع الحق و الحق مع علی، و لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یوم القیامۃ۔

"رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے اور یہ دونوں روز قیامت تک ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے"۔

اس حدیث کو حافظ ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔

کربلا میں قتل وکشت اور ظلم وستم ہوا، آپ چاہے اس کو سیاسی جنگ بنادو یا بغاوت اور فتنہ کی نسبت حضرت امام حسینؑ کی طرف کردو یا ان کے دشمنوں کو مورد لعن طعن ٹھہرادو۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا یا ہوتا رہا اسی کا شاخسانہ ہے۔

ہندوستان میں مغلیہ بادشاہوں کے زمانوں میں عزاداری ہوتی رہی کیونکہ ان میں اکثر بادشاہوں پر حُبِ آلِ محمدؐ کا رنگ غالب تھا اور ان کے مورث اعلیٰ امیر تیمور اس عزاداری کو ہندوستان میں لانے والے تھے جیسا کہ یہ مسلمہ تاریخی حقیقت ہے اور تزک تیموری کھول کر دیکھئے اور تاریخ فرشتہ سامنے رکھیے اور اکثر اوقات وہ ایرانی کمک سے اپنے دشمنوں پر غالب بھی ہوئے اور ایران سے اکثر علماء وفضلاء یہاں تشریف لائے اور ان کی حکومتوں کے دست و بازو بنے۔ لہٰذا عزاداری ہوتی رہی۔

جب انگریزی عہد آیا تو دوسرے مسلمانوں نے موقعہ کو غنیمت جان کر عزاداری کو روکنا چاہا، جلوسوں کو بند کرنا چاہا۔ جس کے سلسلے میں انھوں نے مزاحمت کی اور مدافعت کی سخت صورتیں پیدا ہوگئیں یا ہوتی رہتی ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کہ جنھوں نے آخر عمر میں کتاب سر الشہادتین،

ص ۱۶ لکھ کر یہ فیصلہ فرمادیا کہ "شہادتِ حسینؑ اصل میں شہادتِ رسولؐ ہے"۔

فاستنابت الحسين - مناب جدهما عليه افضل الصلوة و التحيات و جعلتهما مراتين لملاحظته وخدين لجماله

اور اس کی بنیاد شہرت اور اعلان پر ہے۔ لہٰذا جلوسوں کا نکلنا قیامت تک آہ و بکا کا ہونا اور ان ہولناک واقعات کے ذکر کا جاری و ساری رہنا ضروری ہے۔

دیکھو سر الشہادتین ص ۴، مصنفہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی۔ لہٰذا یہ فساد کرنے والے وہ مخالف لوگ ہیں جو ماتمی جلوسوں کو بند کرانا چاہتے ہیں مگر ابن رسولؐ کا خون کیسے چھپ سکتا ہے؟ طوفانِ نوحؑ کے پانی کی طرح برسے گا۔ زمین سے نکلے گا۔ سب مخالفین کو اپنی رو میں بہالے جائے گا۔

حدیثِ سفینہ کے مطابق چند فرد ہوں گے جو کشتی آلِ محمدؐ میں سوار ہو کر نجات پا جائیں گے، باقی غرقاب ہو جائیں گے۔ دیکھو حدیث سفینہ مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳، ح ۶۱۸۳، مثل اهل بيتي فيكم كمثل سفينة نوح "میرے اہلِ بیتؑ تمہارے درمیان کشتی نوحؑ کی مثال ہیں"۔

اہلِ بیتؑ مثل کشتی نوحؑ ہیں

مثل أهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها ومن تخلف عنها هلك

یہ حدیث مبارک حضرت ابوذر غفاری، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت ابوطفیل، انس بن مالک، عبد اللہ بن زبیر اور دیگر صحابہ کرام سے مروی ہے:

حضرت ابوذر غفاری کی روایت المستدرک ج ۲، ص ۳۴۳، ح ۳۳۱۲/ ج ۳، ص ۱۵۱، ح ۴۷۲۰، المعجم الأوسط ج ۲، ص ۳۳۹، ح ۳۴۷۸/ ج ۴، ص ۱۱۲، ح ۳۵۹۰/ ج ۴، ص ۱۵۲، ح ۵۵۳۶، المعجم الصغیر، ج ۱، ص ۱۳۹، حضرت ابوطفیل کی روایت کو ابو بشر دولابی نے الکنی و الالقاب ج ۱، ص ۱۳۷، ح ۳۸۱، ابن الزبیر کی روایت کو ابوبکر البزار نے المسند میں اور ان سے ابوبکر ہیثمی نے مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۸۹، ح ۱۴۹۸۰ روایت کیا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری کو روایت کو امام طبرانی نے (المعجم الصغیر، ج ۲، ص ۲۲ اور المعجم الاوسط، ج ۴، ص ۲۳۶، ح ۵۸۷۰ اور ابوبکر ہیثمی نے مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۸۹، ح ۱۴۹۸۱، مشکوۃ المصابیح، ص ۵۷۳، ح ۶۱۸۳) باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابن عباس کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح، من ركبها فيها نجا، ومن تخلف عنها غرق

"پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال سفینہ نوح کی ہے جو ان سے متمسک ہو گیا وہ مثل کشتی میں سوار ہونے کے نجات پا گیا اور جو ان سے اعراض کر گیا گویا وہ سفینہ نجات سے گر کر گمراہی کے طوفان میں غرق ہو گیا"۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت اس طرح مروی ہے:

عن أبي ذر قال: وهو آخذ بباب الكعبة سمعت النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول: ألا ان مثل أهل بيتي فيكم مثل

سفینة نوح من رکبھا نجیٰ و من تخلف عنھا ھلك۔

''حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے اور انھوں نے کعبہ کا دروازہ پکڑ کر یہ حدیث بیان کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: تحقیق میری اہل بیت" تمھارے درمیان مثال کشتی نوح ہے جو اس میں سوار ہو گئے وہ نجات پا گئے اور جو انحراف کر گئے وہ ہلاک ہو گئے''۔
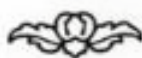
قتل حسینؑ اور اس کی سزا

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (سورہ نساء، ۹۳)

"جو کوئی کسی مسلمان کو عمداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے۔
وہ ہمیشہ اس میں رہے گا، اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوگا اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا یعنی اس کو لعنت کرے گا اور اس کے لیے بڑا عذاب ہوگا"۔

یعنی مومن کے قاتل کی چار سزائیں ہیں: سزائے اول داخلہ جہنم اور اس میں خلود، دوم غضب خداوندی، سوم خدا کی لعنت، چہارم عذاب عظیم۔ آیت اپنے مقام پر صحیح ہے۔ مسلمانوں کو باہمی قتل وکشت سے باز آجانا چاہیے ورنہ باوجود دعوی اسلام کے اور پابندی احکام کے داخلِ جہنم ہوں گے۔ خدا کے غضب میں آجائیں گے اور مستحق لعنت ہوں گے اور آخرت میں اس سے بھی بڑا عذاب ہوگا۔ سچ ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ جیسا کہ صحیح بخاری، ح ۱۰/ ح ۶۴۸۴ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے:

حدثنا آدم بن ابی ایاس قال: حدثنا شعبة عن عبداللہ بن ابی السفر و اسماعیل عن الشعبی عن عبد

الله بن عمرو عن النبی ﷺ قال: المسلم من
سلم المسلمون من لسانه ویده و المهاجر من هجر
ما نهی الله عنه

مسلمان کو شیعہ سنی کے اختلاف پر لڑنا اور جھگڑنا مرنا مارنا حرام ہے، خلاف اسلام ہے۔ باہمی اختلاف کو فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ سورہ نساء آیت ۵۹ کے مطابق اختلاف و نزاع کی صورت میں حکمِ خدا اور رسولؐ کی طرف لوٹانا چاہیے۔ اللہ اور رسولؐ کے احکام کی تبلیغ کرنی چاہیے۔ سو ہمارا دعویٰ ہے کہ بعد رسولؐ اللہ اہلِ بیتؑ واجب الاعتصام ہیں اور دنیا کے امام ہیں۔ رسولؐ کے تالی اور قرآن کے قرین اور ساتھی ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ سوائے اہلِ بیتؑ کے اور کسی بزرگ کی نسبت حضور اکرم ﷺ نے نہیں فرمایا: میں قرآن اور دوسرا فلاناں دوست یا یار چھوڑے جا رہا ہوں۔

بلکہ آپؐ نے فرمایا:

إنی تارك فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی

"میں قرآن اور اہلِ بیتؑ تمہارے درمیان تمسک کے لیے چھوڑنے والا ہوں"۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۶۹، ح ۶۱۵۲/۶۱۵۳)

قرآن اور اہلِ بیتؑ سے تمسک کا حکم

إنی تارك فیکم الخلیفتین الکاملتین من بعدی ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی۔

یہ حدیث شریف بقول علامہ ابن حجر مکی اور حافظ عبد الرحمٰن سخاوی کے کم از کم

بیں صحابہ کرام سے مروی ہے اور اسے حافظ ابن کثیر، حافظ ذہبی، اور ابن نے صحیح قرار دیا ہے۔ محدثین میں سے امام ترمذی نے (الجامع الصحیح) میں زید بن ارقم، ابو سعید الخدری، امام مسلم نے زید بن ارقم سے، امام احمد نے زید بن ارقم سے زید بن ثابت اور ابو سعید خدری سے امام نسائی نے (السنن الکبریٰ) میں زید بن ارقم اور ابو طفیل سے ابن ابی عاصم نے (کتاب السنۃ) میں امام علیؑ زید بن ثابت جبیر بن مطعم، عبد الرحمٰن بن عوف اور زید بن ارقم سے امام طبرانی نے حذیفہ بن اسید، زید بن ارقم، زید بن ثابت، ابو سعید خدری، حافظ بن حبان نے زید بن ارقم اور ابو طفیل سے، ابن خزیمہ نے زید بن ارقم اور امام حاکم نے زید بن ارقم او ر ابو طفیل سے روایت کیا ہے۔ ابو طفیل اور زید بن ارقم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

یا أیھا الناس! انی تارك فیكم امرین لن تضلوا ان اتبعتموھما و ھما كتاب الله و أھل بیتی عترتی.

(رواہ الحاکم ج ۳، ص ۱۰۹، ح ۴۵۷۷ وصححہ و ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ، ص ۵۰)

"اے گروہ مسلمانان! بالتحقیق میں نے تم میں دو صاحبانِ امر چھوڑے ہیں، اگر تم نے ان دونوں کی اتباع و پیروی کی تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ دونوں ایک قرآن اور دوسری میری اہلبیتؑ جو میری عترتؑ طاہرہ ہیں"۔

امام حاکم اور علامہ ابن حجر نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ زید بن ثابت کی روایت کے یہ الفاظ ہیں جسے امام احمد نے المسند، ح ۲۱۹۱۱، ۲۱۹۹۳، ابن ابی شیبہ نے المسند، ج ۱، ص ۱۰۸، ح ۱۳۵، اور ابن ابی عاصم نے کتاب السنۃ، ح ۷۷۲ ر

۱۵۹۳ اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر، ج ۵، ص ۱۵۴، ح ۴۹۲۱، ۴۹۲۲) میں روایت کیا ہے اور محقق ناصر الدین الالبانی نے اسے حدیث صحیح کہا ہے:

انی تارك فیکم خلیفتین کتاب اللہ حبل ممدود ما بین السماء والأرض وانهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض.. واللفظ لأحمد وزاد ابن أبی شیبة فی المسند انی تارك فیکم الخلیفتین الکاملتین من بعدی

''میں تم لوگوں کے درمیان اپنے بعد دو مکمل خلیفے چھوڑے جا رہا ہے: ایک کتاب خدا جو کہ آسمان و زمین کے مابین (خالق و مخلوق) کے درمیان واسطہ ہے۔ اور دوسرے میری اہل بیتؑ و عترت ہیں اور یہ دونوں تا حوضِ کوثر ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے''۔

حضرت جبیر بن مطعم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں جسے حافظ ابن ابی عاصم نے کتاب السنۃ، ص ۳۳۵، ح ۱۵۰۶ پر بیان کیا ہے:

فانی فرط لکم علی الحوض یوم القیمة. واللہ! سائلکم عن اثنتین عن القرآن وعن عترتی

''میں بروز قیامت حوضِ کوثر پر موجود ہوں گا اور بخدا میں تم سے دو ہستیوں کے بارے میں باز پرس کروں گا، کتابِ خدا قرآن کے بارے میں اور اپنی عترت کے بارے میں سوال کروں گا''۔

حضرت زید بن ارقم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں جسے امام طبرانی نے المعجم

الکبیر، ج ۳، ص ۶۶، ح ۲۶۸۱ پر روایت کیا ہے:

فانظروا کیف تخلفونی فی الثقلین، الأکبر : کتاب الله، و الأصغر عترتی و انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض و سالت لهما ذاك ربی فلا تقدموهما فتهلکوا و لا تعلموهما فانهما أعلم منکم

"پس تم لوگ متوجہ رہنا کہ قرآن و اہلِ بیتؑ سے کیسا معاملہ یا رویہ برتتے ہو اور یہ دونوں گرانقدر چیزیں ایک دوسرے سے ہرگز ہرگز جدا نہ ہوں گے اور میں ان دونوں کے بارے میں سوال و بازپرس کروں گا۔ پس قرآن و اہلِ بیتؑ سے زیادہ عالم بننے کی کوشش نہ کرنا اور نہ ہی ان کو سکھانے کی کوشش کرنا کیونکہ یہ دونوں تم سے زیادہ عالم ہیں۔ یعنی قرآن و اہلِ بیتؑ کا مقام معلم کا ہے نہ کہ شاگرد کا"۔

امام الہند حضرت شاہ عبد العزیز المحدث الدہلوی اپنی مشہور کتاب تحفۂ اثنا عشریہ، ص ۱۳۰ پر حدیث ثقلین کی توثیق کے ساتھ مفہوم حدیث کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

باید دانست که باتفاق شیعه و سنی این حدیث ثابت ست که پیغمبر فرمود: إنی تارك فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی أحدهما أعظم من الآخر کتاب الله و عترتی أهل بیتی

هر آنچه میگذاشتم در شما دو چیز گرانقدر آنچه

گرفتید بآن هر گز گمراہ نشوید بعد من یکی از آن هر دو بزرگتر است از دیگر قرآن شریف و اولاد از اهلِ بیت من۔ پس معلوم شد که در مقدمات دینی، واحکام شرعی ما را پیغمبر ﷺ حواله بایں دو چیز عظیم القدر فرموده است. پس مذهبی که مخالف این دو باشد در امور شرعیة عقیدة و عملاً باطل و نامعتبرست. و هر گز که انکار ایں دو بزرگ نمایں و خارج از دین. و کذا فی (فتاوٰی عزیزی، ج ۱،ص ۱۹۹) حدیث ثقلین کی تخریج وغیرہ جواب الاستفسارات میں ملاحظہ فرمائیں۔

”فرمانِ رسولؐ ہے: ان کے خلاف جو کچھ ہوا خلاف قرآن و حدیث ہوا۔ جنگ ہو یا جدل سب خلافِ عقل ہوئے۔

حضرت امامِ حسینؑ کی شہادت ان تمام حق تلفیوں کے خلاف بطور احتجاج اور اتمام ہوئی۔ حسب فرمانِ خدا اور اعلان رسولؐ ہوئی۔ حضرت امامِ حسینؑ کا کوئی اقدام خلاف کتاب وسنت نہیں ہے۔

عاشورہ کا ذکر قرآن میں ہے۔ حضرت امامِ حسینؑ کا بے رحمانہ قتل موجب غم و الم ہے اور رسولِؐ خدا کی روح کو اس سے بہت اذیت پہنچی ہے۔ مظاہر قدرت اور مناظر فطرت اس سے متاثر ہو چکے ہیں۔ مخدرات عصمت وطہارت نے امامِ حسینؑ کے بعد نوحہ و ماتم کیا اور اس سنت کا اجراء فرمایا ہے۔ ہم ان کی سنت پر عامل ہیں اور یہ عاشورہ کے جلسے جلوس شبیہ اور علم ماتمیوں کے نوحے اور ماتم اس کی یادگار

ہیں۔(کتاب براہین ماتم جلد اول بھی دیکھو)

جس کے ثبوت میں متعدد رسالے لکھ چکا ہوں۔ چنانچہ براہین ماتم جلد اول میں دیکھیے اور اب یہ بھی لکھ رہا ہوں۔ اگر پھر بھی کسی کو کتاب وسنت کی روشنی میں اس کے خلاف دعویٰ ہو تو وہ تحریری اور تقریری طور پر جب تک چاہے مکاتبت کر سکتا ہے۔ انشاء اللہ جواب دیتا رہوں گا۔

و من یقتل مومنا متعمداً فجزائه جهنم کی آیت کے ہوتے ہوئے یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ مسلمانوں نے کربلا کے معرکے میں حسینؑ جیسے مومن کو کیسے قتل کر دیا؟ اور قتل کرنے کے بعد فجزائه جهنم خالدین فیہا اور اللہ کے غضب اور اس کی لعنت اور عذاب عظیم سے کیسے بچ سکیں گے؟

سچ فرمایا اللہ رب العزت نے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ○ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (محمد/ ۲۲-۲۴)

"پس تحقیق ہو تم نزدیک اس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے یہ کہ تم فساد کرو گے بیچ زمین کے اور کاٹ ڈالو گے قرابتیں اپنی۔ یہ لوگ ہیں جن کو لعنت کی ہے اللہ نے پس بہرہ کر دیا ان کو اور اندھا کر دیا ان کی آنکھوں کو"۔ (ترجمہ شاہ رفیع الدین)

چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں امام احمد بن حنبل نے یزید کی خباثتیں اور اس کی قتل، غارت اور قطع رحمی اور فساد فی الارض کو تسلیم کرتے ہوئے اسے لعنت کا

مستحق قرار دیا ہے۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی، ج ۲۶، ص ۳۱۵/ ۳۱۴ میں اور علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر المظہری، ج ۸، ص ۳۶۴ میں تحریر کرتے ہیں:

و استدل بها ایضا علی جواز لعن یزید علیه من الله تعالیٰ ما یستحق نقل البرزنجی فی الاشاعة و الهیتمی فی الصواعق ان الامام احمد لما ساله ولده عبد الله عن لعن یزید قال کیف لا یلعن من لعنة الله تعالیٰ فی کتابه، فقال عبد الله قد قرأت کتاب الله عز وجل فلم اجد فیه لعن یزید فقال الامام ان الله تعالیٰ یقول: فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ○ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ! الایة و ای فساد و قطعیة اشد مما فعله یزید؟

”اس آیت سے یزید پر لعنت کے جواز کا استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ حافظ برزنجی نے اپنے کتاب الاشاعت اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں امام احمد کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ جب ان سے ان کے فرزند عبد اللہ نے لعنت یزید پر جواز کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ میں کیوں نہ ایسے بندے پر لعنت کروں جس پر اللہ نے قرآن مجید میں لعنت کی ہے تو پھر بطور دلیل اس آیت کو پیش کیا اور کہا کہ یزید سے بڑھ کر کون قاطع رحم اور مفسد فی الارض ہے“۔

یہ ہیں من یقتل مومنا متعمدا کی آیت کے اصلی مصداق جنہوں نے حکومتوں پر قبضہ کرنے کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کی قرابت آل اور اولاد کو قتل کر دیا۔

گتکا بازی کے جلوس شیعہ کے نہیں ہوتے

رہے چھڑیوں اور ڈنڈوں سے حرکتیں کرنے والے اور بازاروں میں کھیلنے کودنے والے وہ شیعہ نہیں ہوتے اور نہ وہ ماتمی جلوس ہوتے ہیں۔ وہ تو یزید کی فتح کے اظہار میں جو بنی اُمیہ نے اپنے بہادروں کی جنگی مظاہرے دکھلائے تھے ان کے ہی کچھ بچے بچائے نمونے ہیں۔ ورنہ شیعوں کے تو صرف ماتمی جلوس ہوتے ہیں۔ ورنہ ان سے پوچھئے کہ تم یہ جنگی مظاہرے کس کی یاد میں کر رہے ہو حسینؑ تو قتل ہو گئے، ان کی بیٹیاں اور بہنیں قید ہو گئیں۔

تعزیہ کے راستے اور رکاوٹیں

اس کے بعد لکھا ہے: بہت سے مواقع میں تعزیہ لے جانے والے جان بوجھ کر بالکل سیدھا راستہ اختیار کرتے ہیں اور ان کے راستے میں جو درخت اور پودے آتے ہیں ان کو کاٹ دیتے ہیں۔ جن کی نہ اسلام اجازت دیتا ہے اور نہ انسانیت اجازت دیتی ہے۔

الجواب: سیدھا راستہ کیوں نہ چلیں۔ صراط مستقیم کے چلنے والے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تعزیوں کی شبیہیں چونکہ بہت وزنی ہوتی ہیں اور جلوس بہت ہجوم پر مشتمل ہوتے ہیں اور بڑے بڑے بازاروں سے گزرنا اور رونا پیٹنا صرف مسلمانوں کو قتل حسینؑ کی عظمت یاد دلانے کے لیے ہوتا ہے لہٰذا وہ بڑے بڑے

بازاروں سے گزرتے ہیں اور بازاروں میں نہ درخت ہوتے ہیں اور نہ پودے اور جلوس، نہ کھیتوں میں جاتے ہیں اور نہ باغوں میں۔ ہاں اگر کسی بڑے بازار سے گزرتے وقت تعزیہ کی اوپر کی منزل کسی درخت کی شاخ سے لگتی ہو اور اس کی عظمت میں فرق آنے کا اندیشہ ہو، اس کے گرنے کا خطرہ ہو تو وہ شاخ کاٹ دی جاتی ہے تاکہ تعزیہ ہر سال وہاں سے گزرتا رہے۔ اس میں کیا حرج ہے۔ کیونکہ شبیہِ تعزیہ اور محرم کا جلوس بہت عظیم اور پُرہجوم ہوتا ہے۔ اس کو پُرہجوم شاہراہ عام چھوڑ کر گلی کے موڑوں سے لے جانا مشکل ہوتا ہے۔ یہ سوال بھی صرف تعزیہ کو روکنے کے لیے ورنہ اسلام اور قرآن کی عظمت کو ثابت کرنے کے لیے اور ان کا غلبہ ثابت کرنے کے لیے کسی درخت کو کاٹ لیا جائے یا چھوڑ دیا جائے تو کوئی خلاف اسلام نہیں اور نہ کوئی خلافِ انسانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ حشر آیت نمبر ۵ میں فرماتا ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ

"جو کاٹ دیا تم نے کوئی تناور درخت کا یا چھوڑ دیا تم نے اس کو کھڑا اُوپر اس کی جڑوں کے سو دونوں باتیں خدا کے اذن کے مطابق ہیں۔ خدا اس سے ان لوگوں کو پسپا کرنا چاہتا ہے جو اللہ کی حدود کو توڑ دیں"۔

آلِ محمدؐ کی میراث اور باغِ فدک

الحاج صاحب کو تعزیہ کی راہ میں ایک درخت اور اس کی شاخ کا کٹنا تو خلافِ انسانیت نظر آیا مگر آلِ محمدؐ کے باغ اور کھیتیاں کھا گئے اور نسلِ محمدؐ کو ذبح کر گئے اس پر ذرا افسوس نہ ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں سورہ حشر، آیت نمبر ۶ اور ۷ میں فرمایا ہے:

وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۝ مَا أَفَاءَ اللهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

"جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ پر ان بستیوں والوں سے پھیر لائے گا واسطے رسولؐ کے اور واسطے رسولؐ کے قرابت والوں کے اور ان کے یتامٰی، مساکین اور مسافروں کا حق ہے تا کہ وہ غنیوں کے درمیان ہی گردش نہ کرتا رہے"۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

''پس جو کچھ دے تم کو رسولؐ اس کو لے لو اور جس سے منع کرے رک جاؤ''۔

باغِ فدک رسول اللہؐ نے حضرت فاطمہؑ کو دیا۔ کسی نے نہ رہنے دیا۔ تفسیر ابن کثیر، جلد سوم، ص ۴۰، مسند ابی یعلی الموصلی، ح ۱۰۷۶ / ۱۴۱۰ میں ہے:

قال ابو یعلی قرات علی الحسین بن یزید الطحان حدثنا سعید بن خثیم عن فضیل عن عطیة عن ابی سعید الخدری قال: لما نزلت هذه الآیة { و آتِ ذا القُربیٰ حقه} دعا النبی فاطمة و اعطاها فدك.

''حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ اے محمدؐ! ذی القربیٰ کو ان کا حق دے دو تو رسالت مآبؐ نے جناب سیدہ فاطمہ الزہراؑ کو بلایا اور فدک ان کو ہبہ کر دیا''۔

افسوس! یہ باغِ فدک اور مدینہ کی جاگیریں بنی نضیر کے باغ نہ کسی نے اللہ کے رہنے دیئے نہ رسولؐ کے، نہ یتیموں کے نہ مساکین کے، نہ مسافروں کے بلکہ غنیوں کے درمیان اس کی گردش جاری ہوگئی۔ جیسا کہ فدک پر آخر مروان کا قبضہ ہوگیا اور جو کچھ رسول اللہؐ نے دیا تھا اس پر کسی نے قناعت نہ کی اور جس سے منع فرمایا تھا اس سے کوئی باز نہ آیا۔

آلِ محمدؐ کے مالی حقوق

افسوس ان لوگوں نے آلِ محمدؐ کے مالی حقوق کا بھی خیال نہ رکھا، حالانکہ

ان کے مالی حقوق قرآن وحدیث میں آئے ہیں اور جناب سیّدہ صلواۃ اللہ علیہا اور جناب علیؑ نے وہ آیات اپنے احتجاجوں میں پیش کیں۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۵۱۳ میں احتجت فاطمۃ کہ جناب سیّدہ نے يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (النساء/۱۱) کی آیت سے احتجاج کیا ہے۔

روی ان فاطمة ۰ لما طلبت الميراث و منعوها منه احتجوا بقوله عليه الصلاة و السلام: نحن معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه صدقه فعند هذا احتجت فاطمة بعموم قوله:
لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ و كانها اشارت الى ان عموم القرآن لايجوز تخصيصه بخبر الواحد.

”جب آیت سے لڑکیوں کا حصّہ ثابت ہے کہ لڑکے کے دو حصّے اور لڑکی کا ایک حصّہ تو مجھے کیوں وہ حصّہ نہیں دیا جاتا؟ یعنی جناب سیّدہ کا مطلب یہ تھا کہ عموم قرآن کی خبر واحد سے تخصیص جائز نہیں اور اس پر صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۳۵، ح ۳۰۹۲، باب فرض الخمس میں بھی لکھا ہے“۔

مطالبہ فدک، انکار ابی بکر اور غضب دختر رسولؐ

قال البخاری حدثنا عبد العزیز بن عبد الله: حدثنا ابراهيم بن سعد عن صالح عن ابن شهاب قال: اخبرنی عروة بن الزبير أنّ عائشة امّ المومنين:

أخبرته إن فاطمة۔ بنت رسول الله سالت أبابكر الصديق بعد وفاة رسول الله أن يقسم لها ميراثها. ما ترك رسول الله مما أفاء الله عليه۔ فقال لها أبوبكر: إن رسول الله قال: لا نورث، ما تركنا صدقة فغضبت فاطمة بنت رسول الله فهجرت أبابكر فلم تزل مهاجرته حتى توفيت

و عاشت بعد رسول الله ﷺ ستة اشهر قالت: وكانت فاطمة۔ تسأل أبابكر نصيبها ما ترك رسول الله ﷺ من خيبر و فدك و صدقته بالمدينة فأبي أبوبكر عليها ذلك۔

"ام المومنین حضرت عائشہ کا بیان ہے تحقیق بعد از وفات پیغمبر اسلامؐ دختر رسول حضرت فاطمۃ الزہراؑ نے جناب ابوبکر سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو مال فئی سے دیا تھا۔ تو ابوبکر نے جناب سیدہؑ کا مطالبہ یہ کہہ کر رد کیا کہ پیغمبر ﷺ کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو چھوڑ جائے وہ صدقہ ہے"۔

پس جناب سیدہ زہراؑ جناب ابوبکر پر سخت غضبناک ہوئی اور ان سے قطع تعلقی اختیار کر لی یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی اور بعد از پیغمبر اسلام ﷺ صرف چھ ماہ زندہ رہیں اور جب تک زندہ رہیں اپنی میراث کا مسلسل مطالبہ کرتی رہیں اور جناب ابوبکر ہمیشہ انکار کرتے رہے۔

حضرت فاطمہ الزہرا اور حضرت عباسؓ کا مطالبہ

دیکھئے بخاری شریف، ج ۲، ص ۹۹۵، ح ۶۷۲۵:

حدثنا عبد الله بن محمد: حدثنا هشام اخبرنا معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة: ان فاطمة والعباس عليها السلام آتيا ابا بكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله ﷺ و هما حينئذ يطلبان ارضيهما من فدك و سهمهما من خيبر.

فقال لهما ابوبكر: سمعت رسول الله ﷺ يقول: لا نورث، ما تركنا صدقه انما ياكل آل محمد من هذا المال). قال ابوبكر: والله لا ادع امرا رايت رسول الله ﷺ يصنعه فيه الا صنعته قال: فهجرته فاطمة فلم تكلمه حتى ماتت.

"حضرت عائشہ کا بیان ہے تحقیق دختر رسولؐ حضرت فاطمہؑ اور آپ کے چچا حضرت عباسؓ دونوں ابوبکر کے پاس اپنی میراث کا مطالبہ لے کر آئے اور وہ دونوں اس وقت فدک کی زمین اور خمس خیبر کا مطالبہ کر رہے تھے تو ابوبکر نے ان کو حدیث لَا نُورِثُ سنائی۔ پس جناب سیّدہ فاطمہ زہراؑ ابوبکر کے جواب کو سن کر ان سے قطع تعلقی اختیار کر لی اور تا وفات ان سے بوجہ ناراضگی کلام نہیں کیا"۔

حضرت فاطمۃ الزہراؑ، حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ کا مطالبہ میراث اور قرآن مجید سے اپنے وراثت کے حق میں دلائل دینا

دیکھئے الطبقات الکبری از ابن سعد، ج ۱، ص ۳۰۷:

أخبرنا محمد بن عمر حدثني هشام بن سعد عن عباس بن عبد الله بن معبد عن جعفر قال: جاءت فاطمة الى ابي بكر تطلب ميراثها و جاء العباس بن عبد المطلب يطلب ميراثه و جاء معهما علي فقال ابوبكر: قال رسول الله لا نورث ما تركنا صدقة و ما كان النبي يعول فعلي فقال علي: ورث سليمان داود و قال زكريا يرثني و يرث من آل يعقوب قال ابوبكر هو هكذا و انت والله تعلم مثلما اعلم فقال علي: هذا كتاب الله ينطق! فسكتوا و انصرفوا.

"سیدہ زہراؑ ابوبکر کے پاس آئیں۔ حق میراث طلب کرتی تھیں اور عباس بن عبد المطلب بھی میراث مانگنے کے لیے آیا، اور ان دونوں کے ساتھ علیؑ بھی ان کی ترجمانی کے لیے تشریف لائے۔ پس ابوبکر نے کہا: رسول اللہ کا فرمان ہے: لا نورث ما ترکناہ صدقہ "ہم انبیاءؑ کی میراث نہیں ہوتی جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہوتا ہے"۔ اور نبی کریمؐ جس کی کفالت کرتے تھے وہ میں کردوں گا۔

حضرت علیؑ نے اس میراث انبیاء کے جواب میں فرمایا: اللہ

تعالیٰ یہ فرماتا ہے:

وورث سلیمان داؤد "حضرت سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یرثنی ویرث من آل یعقوب "حضرت زکریاؑ نے دعا کی کہ مجھے بیٹا عطا فرمائیے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو"۔

حضرت ابوبکر نے کہا: وہ ایسا ہی ہے اور آپ بخدا جیسا ہم جانتے ہیں ویسا آپ جانتے ہیں۔ اس پر حضرت علیؑ نے کہا کہ کتاب اللہ جو بول بول کر میراث انبیاءؑ کو بیان کر رہی ہے اس پر مکالمہ ختم ہوا اور وہ چلے گئے۔

مباہلے کے موقع پر پیغمبر اسلام ﷺ کی نبوت کی صداقت پر گواہ بننے والوں کو یہ کہہ کر جھٹلایا کہ ہمیں آپ کے قول کا اعتبار نہیں

دیکھئے تفسیر الکبیر، ج ۱۰، ص ۵۰۶:

فلما مات ادعت فاطمة علیها السلام انه کان ینحلها فدکا فقال أبو بکر: أنت أعز الناس علی فقراً واحبهم الی غنی لکنی لا أعرف صحة قولك۔

"پس جب پیغمبر اسلام ﷺ کی وفات ہو گئی تو حضرت فاطمہؑ نے دعویٰ کیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فدک مجھے ہبہ کیا تھا تو ابوبکر نے کہا: اے دخترِ رسولؐ! مجھے آپؑ کے قول کا

اعتبار نہیں ہے"۔

دیکھئے! اہلِ بیتؑ نے اپنے مطالبہ میں قرآن کو پیش کیا اور خود بھی تشریف لائے لیکن انھوں نے تسلیم نہ کیا۔ حالانکہ آیت خمس، سورہ انفال/۴۱،
وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ اور آیات فئی سورہ حشر/۷ مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ میں ان کا حق خمس اور میراث فئی میں موجود ہے۔

سبحان اللہ. حسبنا کتاب اللہ کہنے والوں کو قرآن سے وراثت انبیاء کی نفی پر اب کوئی آیت نظر نہیں آتی صرف خود ساختہ حدیثوں پر گزارا کر رہے ہیں اور حقیقی وارثان رسول کی وراثت پر قبضہ کر کے دوسروں کو عدم وراثت کی خود ساختہ حدیثیں سنائی جا رہی ہیں۔

الغرض آلِ محمدؐ کو کسی طرح بھی نہ مانا اور ان کے قرآنی مطالبے بھی مسترد کر دیئے گئے۔ الحاج صاحب بازار کے درختوں کو رو رہے ہیں اور ان کی کاٹ چھانٹ کو خلافِ انسانیت قرار دے رہے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

ایسی اسلام سے مخالف حرکتیں اور رسومات صرف شیطان کا مقصد پورا کرتی ہیں جو اپنے ساتھ حضرت آدمؑ کی اتنی اولادیں لے جانے کی کوشش کر رہا ہے جتنی لے جا سکتا ہے۔

الجواب: الحاج صاحب! قواعد و ضوابط اور قدر و احترام کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شیعیان حیدرِ کرار اور ماتم داران امام حسینؑ کو شیطان کے پیروکار بنا رہے ہیں اور مہذب و با اخلاق ہونے کے دعوے دار بھی ہیں۔ ان سے کون پوچھے حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ اور غم آلِ محمدؐ اور مظلوم کی حمایت میں جلسے جلوس کرنا

شیطان کا فعل کہاں ہے؟ شیطان تو:

يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

"شیطان شراب خواری اور جوئے بازی سے عداوت اور بغض کا بیج بونا چاہتا ہے"۔ (سورہ مائدہ، آیت ۹۱)

شیطان آلِ محمدؐ کے ماننے والوں کو کہاں لے جاتا ہے۔ وہ اور ہیں جن کے کندھوں پر سوار ہو کر گمراہ کرتا پھرتا ہے۔ جیسا کہ طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۱۱۳ اور دیگر کتب تاریخ اور رجال میں ہے:

قال: اخبرنا وهب بن جرير قال: اخبرنا ابي سمعت الحسن قال: لما بويع ابوبكر قام خطيبا فلا والله ما خطب خطبته احد بعد فحمد الله واثنى عليه ثم قال: اما بعد فاني وليت هذا الامر و انا له كاره و والله لوددت ان بعضكم كفانيه. الا وانكم ان كلفتموني ان اعمل فيكم بمثل عمل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لم اقم به كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عبدا اكرمه الله بالوحي و عصمه به الا وإنما أنا بشر ولست بخير من احد منكم فراعوني فإذا رأيتموني استقمت فاتبعوني و ان رأيتموني زغت فقوموني واعلموا ان لي شيطان يعتريني فاذا رايتموني غضبت فاجتنبوني.

"حسن بصری سے روایت ہے کہ بعد از وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیفہ اول نے خطبہ خلافت دیا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا

کہ جان لو میرے لیے بھی ایک شیطان ہے جو مجھ پہ سوار رہتا ہے لہٰذا جب تمھیں محسوس ہو کہ میں حالات ناراضگی میں ہوں تو مجھ سے اجتناب کرو۔ اور جب تم مجھے دیکھو کہ میں سیدھا چل رہا ہوں تو میری اتباع کرو اور جب یہ دیکھو کہ میں صراط مستقیم سے ٹیڑھا ہو گیا ہوں تو مجھے سیدھا کرو"۔

دوسرے بزرگ کی نسبت حضور ﷺ نے فرمایا:

فوقع فی صدر عمر شیٔ فعرف النبی ﷺ ذالك فی وجهه قال فضرب صدره و قال ابعد شیطانا قالها ثلاثا (دیکھیے تفسیر الطبری ج ۱، ص ۳۰۷، ح ۱۶)

لہٰذا حب داران حیدرِ کرّارؑ کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا۔

یہ آلِ محمدؐ کے ماننے والے ہیں۔ شیطان سے ان کا کیا کام؟ شیطان تو ان کی عقلوں سے کھیلتا ہے جو احکام شریعت کی پوری پابندی کر کے حیدرِ کرّارؑ سے پھر جاتے ہیں اور خارجی بن جاتے ہیں۔ ان کے دل سخت آنسو خشک ہو جاتے ہیں۔ نہ غم حسینؑ میں روتے ہیں نہ حُبِ حیدرؑ سے خوش ہوتے ہیں، کیونکہ دل میں نفاق ہے، شقاق ہے اور فتنہ و افتراق ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں: حضرت آدمؑ کی اولادیں ہیں جو اللہ کے ایک رسولؑ تھے اور توحید کے پہلے استاد تھے۔ وہ تمام عالموں میں سب سے بڑے تھے اور تمام فرشتے ان کی عزت کرتے تھے سوائے شیطان کے، کیونکہ ان کو علم براہ راست اللہ سے ملا۔

الجواب: بے شک وہ خدا کے پہلے خلیفہ تھے۔ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ

لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً اور ان کا علم کلی تھا۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا فرشتوں کے استاد تھے۔ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فرشتے ان کی عزت کرتے تھے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (البقرہ، ۳۴)

"جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سجدے میں گر گئے سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا اور کفر کیا اور تھا کافروں سے"۔

معلوم ہوا پہلا فتنہ بھی انکار خلیفۃ اللہ سے پیدا ہوا۔ اللہ نے آدمؑ کی خلافت کا اعلان کیا، شیطان نے انکار کیا۔ معلوم ہوا کہ دو چیزوں نے اس کو گمراہ کیا۔ اول درباب خلافت نص کو چھوڑ کر قیاس کی طرف گیا۔ دوم آدمؑ کو مسجود نہ مانا اور بڑا موحد بنا پھرتا رہا۔

لہذا ہم لوگ بفضلہٖ تعالیٰ حسب سنتِ آدمؑ خلافت کو منصوص مانتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ کو معظم مانتے ہیں۔ تعظیم اور سجدہ کرتے ہیں۔ تعظیمی سجدہ کرتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ کی خلافت کے منکروں پر لعنت بھیجتے ہیں اور ہمیشہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہتے ہیں۔ یہ بات یاد رہے خدا نے اپنے پہلے نبیؑ کو نبی نہیں کہا بلکہ خلیفہ فرمایا، تا کہ خلافت کے آئین اور اصول سامنے آجائیں اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ یہاں نوریوں کا اجماع اور شوریٰ کام نہیں آتا۔ خدا کے سجدے چھوڑے تو بے نماز ہوتا ہے، لیکن خلیفۃ اللہ کے سجدے چھوڑے تو شیطان ہوتا ہے اور لعنت کا مصداق ہوتا ہے۔ جنت ایسے پاک مقام کی سکونت اور پاک فرشتوں کی سنگت بھی اس کو

لعنت سے نہیں بچا سکتی۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ شیطان آدمؑ کو بہشت سے نکالنے میں بھی چالاک نکلا۔

الجواب: اس سے پتہ چلتا ہے کہ آدمؑ کو خدا نے خلیفہ بنایا۔ فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ شیطان نے انکار کیا۔ سیاسی چالوں سے ان کو باہر لے آیا اور وہ مصائب میں گرفتار ہوئے۔ آخر کار ان کی توبہ قبول ہوئی۔ ان کی یادگاریں آج بھی حاجی لوگ مقام عرفات میں منا رہے ہیں۔ مگر شیطان باوجود ان کو بہشت سے نکالنے، غالب آنے اور قیامت تک بچ جانے کے پھر بھی ملعون اور مردود ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کوئی شیطانی گروہ کا بندہ اگر بھی کسی خدا کے مقبول بندے کو از راہ چالاکی تکلیف پہنچا دے تو مقبول نہیں ہوتا بلکہ بعینہٖ مردود ہوتا ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شیطان اس کی بعض اولادوں میں کئی خداؤں والا نظریہ رائج کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

الجواب تطہیر بیت و اہلِ بیتؑ

بے شک عرب میں بت پرستی تھی۔ کعبۃ اللہ میں بت رکھے گئے۔ قبیلے قبیلے کا ایک بت جدا تھا۔ بڑے بڑے بزرگ جو بڑے مناصب کے مصداق ہوئے بت پرستی کرتے رہے۔ بعد اسلام بھی شرک ان میں دبیب النمل چیونٹی کی چال چلتا رہا۔

یا فُلَان بِن فلان الشِّرك أخفى فيكم من دبيب النَّمل

یہ حدیث حافظ ابن کثیر نے سورۂ یوسف کی آیت ۱۰۶ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ کی تفسیر میں مسند ابی یعلیٰ موصلی کے حوالہ سے

ذکر کی ہے۔ چنانچہ مسند ابی یعلیٰ صفحہ ۴۷ پر اس مضمون کی تین روایات موجود ہیں دیکھیے حدیث ۵۸، ۵۹ اور ۶۱:

> "حضرت معقل بن یسار، حضرت حذیفہ اور حضرت ابوبکر کا بیان ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال سے بھی باریک چل رہا ہے تو صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! شرک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو بھی پکارا جائے یا اللہ کے ساتھ اور کسی کی عبادت کی جائے؟ آپؐ نے خاص کر ایک حضرت سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے فلاں! آپ کی ماں آپ کو گم پائے شرک تم میں چیونٹی کی رفتار سے چل رہا ہے"۔

بعض روایات میں ہے کہ پھر آپؐ نے ان کو شرک سے بچنے کی دعا بھی تعلیم کی لیکن اُس حضرت کے معمولات میں اس دعا کا پڑھنا منقول نہیں۔

مولانا محمد صاحب جوناگڑھی نے تفسیر ابن کثیر جلد ۳، صفحہ ۲۱ پر اس روایت کو ترجمہ سمیت غائب کر دیا ہے۔ ان کے موجودہ ترجمہ میں یہ روایت موجود نہیں ہے اور یہ علمی خیانت کا بدترین ارتکاب ہے۔ ان خیانتوں کا ارتکاب تراجم کتب میں منظم طریقوں سے کیا جا رہا ہے۔ دراصل مذہب شیعہ اتنا مضبوط مذہب ہے کہ برادرانِ اسلام جب تک اس کے مقابلے میں ہیرا پھیری نہ کریں مکر و فریب نہ کریں بیچاروں کی جان نہیں چھوٹتی! اس حدیث کے متن کو محقق ناصر الدین البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اگرچہ سند حدیث لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے مگر بحمد اللہ محمدؐ و آلِ محمدؐ نے نہ کبھی بت پرستی کی، نہ ان پر بت پرستی کا داغ آیا۔

ان کے باب میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول ہوئی:

وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ

"خداوندا! مجھ کو اور میرے خاص بیٹوں کو بت پرستی سے بچالے"۔

لہٰذا وہ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ کے داغ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک رہے۔ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ سورہ البقرہ کے برعکس عہد مصداق ان کو پہنچا اس لیے مخالف بھی ان کو علی کرم اللہ وجہ کہنے پر مجبور تھے خواجہ حسن بصری نے کہا کہ لم یعبد الاوثان قط "حضرت علیؑ نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ (صواعق محرقہ، ص ۱۱۸ مطبوعہ مصر)

پس شیطان ان کو گمراہ کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ اور فرمانِ خداوندی: ان عبادی لیس علیھم سلطان ان پر پورا ہوا۔ اور الا عبادك منھم المخلصون، ان کے باب میں صادق آیا۔ لہٰذا الحاج صاحب کو چاہیے کہ شیطان کے ساختہ پرداختہ پیر اور پیشوا کسی اور مذہب میں تلاش کریں۔ یہ تو سب أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (البقرہ/۱۵۷) کے مصدق ہیں۔ لہٰذا ان کا تذکرہ، ان کی یاد ہزاروں مصیبتوں کے باوجود بھی جاری و ساری رہے گی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ شیطان نے انہیں کچھ فلسفیانہ دلیلیں کئی خداؤں کے نظریہ دیے۔

لیجیے ہم عرض کرتے ہیں۔ شاید الحاج صاحب کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اس کے فلسفیانہ دلائل کتنے ہیں، کیا ہیں اور کیا نہیں؟ وہ امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر، میں، ج ۱، ص ۲۹۷ تحت آیہ و کان من الکافرین۔ عبدالکریم شہرستانی کی کتاب

الملل والنحل سے منقول ہے کہ شیطان نے فرشتوں سے کہا، میں تسلیم کرتا ہوں کہ وہ خدا میرا معبود، خالق، میرا موجد ہے اور تمام خلقت کا خالق ہے۔ مگر مجھے اس کی حکمت پر چند سوالات ہیں۔

چند سوالات

كما نقل عنه: انى سلمت ان البارى تعالى الهى و اله الخلق، عالم قادر، و لا يسال عن قدرته و مشيئته، وانه مهما اراد شيئًا قال له كن فيكون، وهو حكيم، الا انه يتوجه على مساق حكمة اسئلة قالت الملائكة: ماهى؛ و كم هى:

قال لعنه الله: سبع: الاول منها: انه قد علم قبل خلقى اى شى يصدر عنى و يحصل منى فلم خلقنى اولا، وما الحكمة فى خلقه اياى؛

الثانى: اذ خلقنى على مقتضى ارادته و مشيئته، فلم كلفنى بمعرفته و طاعته؛ و ما الحكمة فى هذا التكليف بعد ان لا ينتفع بطاعة، ولا يتضرر بمعصية؛

و الثالث: اذ خلقنى و كلفنى فالتزمت تكليفه بالمعرفة و الطاعة فعرفت و اطعت، فلم كلفنى بطاعة آدم و السجود له، و ما الحكمة فى هذا التكليف على الخصوص بعد ان لا يزيد ذلك فى معرفتى و طاعتى اياه؛

و الرابع: اذ خلقنی و کلفنی علی الاطلاق، و کلفنی بهذا التکلیف علی الخصوص، فاذا لم اسجد لادم، فلم لعنتی و اخرجنی من الجنة؛ و ما الحکمة فی ذٰلک بعد ان لم ارتکب قبیحاً الا قولی: لا اسجد الا لک؛

و الخامس: اذ خلقنی و کلفنی مطلقاً و خصوصاً. فلم اطع فلعنتی و طردنی، فلم طرقنی الی آدم حتی دخلت الجنة ثانیاً و غررته بوسوستی، فاکل من الشجرة المنهی عنها. و اخرجه من الجنة معی؛

و ما الحکمة فی ذٰلک بعد ان لو منعنی من دخول الجنة لاستراح منی آدم. و بقی خالدا فیها؛

و السادس: اذ خلقنی و کلفنی عموماً. و خصوصاً و لعننی، ثم طرقنی الی الجنة. و کانت الخصومة بینی و بین آدم: فلم سلطنی علی اولاده حتی اراهم من حیث لا یروننی، و تؤثر فیهم وسوستی و لا یؤثر فی حولهم و قوتهم، و قدرتهم و استطاعتهم؛ و ما الحکمة فی ذٰلک بعد ان لو خلقهم علی الفطرة دون من یجتالهم عنها فیعیشوا طاهرین سامعین مطیعین، کان احری بهم. و الیق بالحکمة؛

و السابع: سلمت هذا کله: و کلفنی مطلقاً و مقیداً و اذا لم اطع لعنتی و طردنی، و اذ اردت دخول الجنة

مکننی و طرقنی. و اذ عملت عملی اخرجنی ثم سلطنی علی بنی آدم. فلم اذا استمهلتہا مھلنی. فقلت:

قَالَ أَنظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (الاعراف، ۱۴)

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ (الحجر، ۳۷۔۳۸)

و ما الحکمۃ فی ذلک بعد ان اھلکنی فی الحال استراح آدم و الخلق منی و ما بقی

شر ما فی العالم؛ الیس بقاء العالم علی نظام الخیر خیراً من امتزاجہ بالشر؟! قال: فھذہ حجتی علی ما ادعیتہ فی کل مسألۃ (الملل والنحل، ص ۱۳)

سوال اول: مخلوق کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے خصوصاً جبکہ وہ جانتا تھا کہ کافر پیدا کرنے کے بعد سوائے درد و آلام کے کسی چیز کا مستوجب نہیں ہوگا۔

سوال دوم: تکلیف شرعی سے کیا فائدہ ہے جبکہ اس سے نہ کچھ اس کا نفع ہوتا ہے نہ نقصان۔ باقی مکلفین کو جو تکالیف شرعیہ سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ان کو بغیر واسطہ تکلیف کے بھی دے سکتا تھا۔

سوال سوم: میں نے تسلیم کیا کہ اس نے مجھے اپنی معرفت اور اپنی اطاعت کی تکلیف فرمائی اور میں اس کو بجالایا۔ پھر سجدۂ آدم کی تکلیف دینے میں کیا فائدہ؟

سوال چہارم: جب میں نے سجدۂ آدمؑ نہ کرنے میں اس کی نافرمانی کی تو مجھے لعنت کیوں کی اور میری لعنت کو واجب کیوں کیا حالانکہ اس میں اس کا کچھ فائدہ نہیں نہ اس کے سوا کسی اور کا فائدہ ہے۔ ہاں البتہ مجھے اور میری کمپنی کو لعنت اور تبرے کے ذریعے بدنام کردیا۔ نقصان ضرور ہے تو مجھے اس کو نقصان پہنچانے کی کیا ضرورت تھی۔

سوال پنجم: پھر اس نے جب یہ سب کچھ کرلیا تو مجھے یہ طاقت کیوں دی کہ میں بہشت میں داخل ہوکر آدمؑ کو وسوسوں میں ڈال کر بہشت سے باہر لے آؤں؟

سوال ششم: جب میں نے آدمؑ کو وسوسہ دے کر بہشت سے نکال دیا تو مجھے اس کی اولاد پر کیوں تسلط دیا اور کیوں طاقت دی کہ میں اس کو بھی گمراہ کروں؟

سوال ہفتم: پھر جب میں نے اس سے رب انظرنی الی یوم یبعثون کہہ کے ایک مدت طویلہ مانگی تو مجھے مہلت کیوں دی گئی؟ کیونکہ یہ معلوم اور مسلم ہے کہ عالم شر سے خالی ہوتا تو بہت بہتر ہوتا۔ پھر میرے ذریعہ سے اس سے شر کو پھیلایا کیوں؟ تو لکھا ہے قدرت کی طرف سے ان سوالوں کا جواب آیا کہ انی انا اللہ لا الہ الا انا ولا أسئل عما افعل" میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ نہیں اور جو میں کرتا ہوں اس میں سوال نہیں کیا جاتا"۔

مسئلہ خلافت پر ان کے مخالفین اور باغیوں کی طرف سے یہی پیش کیے جاتے ہیں کبھی سوال اول کبھی سوال دوم اور کبھی سوال سوم۔ حسب ضرورت مخالفین شیطان کے کسی سوال کو ہی اپنا لیتے ہیں۔ ان کی تطبیق حسب موقعہ و مقام مومنین خود کر سکتے ہیں۔ کیونکہ حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان بمقام غدیر خم ہوا۔ (دیکھیے حدیث غدیر کی تخریج و توثیق)

حدیث غدیر

من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ

یہ حدیث مبارک حدیث غدیر کے نام سے مشہور ہے اور کم از کم بقول امام احمد بن حنبل تیس صحابہ کرام سے اور بقول حافظ ابن جریر طبری (۷۵) صحابہ کرام سے اور حافظ ابن عقدہ کی تحقیق کے مطابق ایک سو پچاس (۱۵۰) صحابہ کرام سے مروی ہے۔ امام ابن جریر طبری، امام سیوطی ، حافظ ذہبی ، حافظ ابن کثیر دمشقی اور دسیوں محدثین نے اسے حدیثِ متواتر تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ اسبال المطر علی قصب السکر، ص ۲۷ حدیثِ متواتر کی بحث میں ہے

و حديث غدير خم رواه جماعة من الصحابة و تواتر النقل به حتى دخل حد التواتر. و ذكر محمد بن جرير: حديث غدير خم و طرقه من خمسة و سبعين طريقاً أفردله كتاباً سماه كتاب الولاية. وصنف الذهبي جزءاً في طرقه و حكم بتواتره . و ذكر أبو العباس ابن عقدة حديث غدير خم من مائة وخمسين طريقاً وأفردله كتاباً.

چنانچہ حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلا ج ۸، ص ۳۳۵، المطلب بن زیاد کے

حالات میں اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد یہ کہا:

اسنادہ عال جداً ومتنہ فمتواتر

"یہ حدیث سند کے اعتبار سے عالی الاسناد اور متن کے اعتبار سے متواتر ہے"۔

نیز تاریخ الاسلام ۲۰۴ ہجری امام شافعی کی حالات میں صفحہ ۳۳۹ پر اسے حدیث متواتر کہا ہے۔حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ ج ۴،ص ۱۷۵ پر حدیث غدیر کو ان الفاظ میں متواتر تسلیم کیا ہے:

وصدر الحدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ متواتر

أتیقن ان رسول اللہ ﷺ قالہ وأما وال من والاہ

وعاد من عاداہ فزیادۃ قویۃ الاسناد

حدیث غدیر کا ابتدائی حصہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ متواتر ہے اور میں پورے یقین سے اقرار کرتا ہوں کہ واقعا رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے البتہ دوسرا حصہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ بھی مضبوط اسانید سے ثابت ہے: حدیث غدیر کو اصحاب صحاح مسانید اور جوامع میں سے امام ترمذی نے اپنی کتاب الجامع ،ح ۳۷۱۲/۳۷۱۱، امام نسائی نے السنن الکبریٰ، ج ۵، ص ۴۵، ح ۸۱۴۵،ص ۱۳۰،ح ۸۴۶۶/ ۸۴۶۷/ ۸۱۴۴ /۸۴۷۵، ابن ماجہ نے السنن ح ۱۲۱/۱۱۶، اور امام احمد نے المسند، ج ۱،ص ۳۳۱،ح ۳۰۶۲/ ج ۴، ص ۳۶۸،ح ۱۸۷۹۳/ ج ۴، ص ۳۷۲، ح ۱۸۸۳۸/ ح ۱۸۸۴۱/ ج ۵،ص ۳۴۷، ح ۲۲۴۳۶/ص ۳۵۰، ح ۲۲۴۵۲/ص ۳۶۱، ح ۲۲۵۴۸/ ص ۳۵۸، ح ۲۲۵۱۹، ابو یعلیٰ نے المسند ج ۱،ص ۱۸۴، ح ۳۵۰ اور ابن حبان

نے اپنی الصحیح، ج ۶، ص ۲۶۹، ح ۶۹۳۸، ابن ابی عاصم نے کتاب السنۃ ج ۲، ص ۵۶۴، ح ۱۱۸۷ اور ابن ابی شیبۃ المصنف، ج ۱۲، ص ۸۰، ح ۱۲۱۷۰ اور حاکم نے المستدرک، ج ۳، ص ۱۱۰ اور طبرانی نے المعجم الاوسط، ج ۳، ص ۳۶، ح ۲۲۵۴، ج ۱، ص ۵۷۴، ح ۲۱۱۰، المعجم الصغیر، ج ۱، ص ۶۴، ابن المقری نے کتاب المعجم، ص ۳۵، ح ۱۵ اور ابوبکر البزار نے المسند، ج ۳، ص ۱۷۱، ح ۹۵۸ اور امام بخاری نے التاریخ الکبیر، ج ۱، ص ۳۷۵ اور خطیب بغدادي نے تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۲۹۱ اور طبرانی نے المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۸۰، ح ۳۰۵۲، ابوبکر الآجري، کتاب الشریعۃ، ج ۳، ص ۲۱۹، ح ۱۵۸۲ اور ابن قانع نے المعجم الصحابہ، ج ۱، ص ۱۹۹ اور ابوسعید الشاشي نے المسند، ج ۱، ص ۱۲۷، ح ۶۳ ص ۱۰۶، ح ۱۶۵ اور دیگر محدثین نے بھی دسیوں صحابہ سے روایت کیا ہے۔ جس کی تفصیل جواب الاستفسارات اور تفسیر خلافت میں دیکھیں۔

من کنت مولاہ کا غدیر خم پر فرمان ہوا۔ ماننے والے مان گئے مکرنے والے بخ بخ کہہ کر مکر گئے۔

اعلانِ خلافت علیؑ اور صحابہ کرام کی مبارک بادیاں

دیکھئے مسند احمد، ج ۴، ص ۲۸۱، ح ۱۸۰۱۱:

وقال الامام احمد حدثنا عفان ثنا حماد بن سلمة انا علی بن زید عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب قال: کنا مع رسول اللہ ﷺ تحت شجرتین فصلی الظهر واخذ بید علي۔ فقال: الستم تعلمون انی اولی

بالمومنین من انفسهم؟ قالوا: بلی، قال: الستم تعلمون انی اولی بکل مؤمن من نفسه؟ قالوا: بلی، قال: فاخذ بید علی فقال: من کنت مولاہ فعلی مولاہ. اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ. قال: فلقیه عمر بعد ذلك فقال: هنیأ یا ابن ابی طالب اصبحت و امسیت مولی کل مؤمن و مؤمنة}. قال ابو عبد الرحمن: ثنا هدبة بن خالد ثنا حماد بن سلمة عن علی بن زید عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب عن النبی ﷺ نحوہ.

"براء ابن عازب کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع سے واپسی پر مقام غدیر پر پہنچے تو ہم نے حضرت کے لیے دو درختوں کے درمیان منبر کا اہتمام کیا تو رسالت مآب نے حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا: "لوگو! میں تم پر تمھاری جانوں سے زیادہ حاکم ہوں؟ سب نے اس کا اقرار کیا۔ آپؐ نے دوبارہ حضرت علیؑ کے ہاتھ کو بلند کر کے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہے اور اے خداوندا! دوستی رکھ اس سے جو علیؑ کی ولایت کا قائل ہے اور عداوت رکھ اس سے جو اس کا منکر ہے"۔

اس کے بعد حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو ان الفاظ میں مبارک باد دی: اے ابوطالبؑ کے بیٹے تو کتنا خوش نصیب ہے کہ تو

آج سے ہر مرد مؤمن کا اور ہر مؤمنہ عورت کا مولا بن گیا ہے۔
مزید فرمایا: من لم یقل مولاہ فلیس بمؤمن " اے علیؑ
جس کا تو مولا نہیں ہے وہ مؤمن نہیں ہے"۔

مرض الموت میں قلم و دوات طلب ہوئی۔ دیکھو صحیح بخاری کے مقاماتِ سبعہ
ماننے والے حضور کے سامنے قلم دوات لا کر ہدایت نامہ لکھوا گئے اور انکار کرنے
والوں کو حضور اکرم ﷺ نے قوموا عنی کہہ کر نکال دیا۔حدیث قرطاس
حدیث کی سب سے مستند کتب (صحیحین) بخاری شریف اور مسلم شریف میں ان
الفاظ سے روایت کی گئی ہے:

قال البخاری : حدثنا ابراهیم بن موسی ، أخبرنا
هشام ، عن معمر ، عن الزهری ، عن عبید الله ابن
عبد الله ، عن ابن عباس قال : لما حضر رسول الله
وفی البیت رجال ، فیهم عمر بن خطاب ، فقال النبی
(هلم أكتب لكم كتابا ، لا تضلون بعده) فقال عمر :
ان رسول الله قد غلب علیه الوجع ، وعندكم
القرآن ، حسبنا كتاب الله ، فاختلف أهل البیت ،
واختصموا و منهم من یقول ما قال رسول الله
(قربوا یكتب لكم رسول الله لن تضلوا بعده أبداً)
ومنهم من یقول ما قال عمر فلما اكثروا اللغو و
الاختلاف عند رسول الله فقال رسول الله (قوموا
عنی) قال عبید الله : فكان ابن عباس یقول : ان

الرزية كل الرزية ما حال بين رسول الله بين أن يكتب لهم ذلك الكتاب من اختلافهم و لغطهم

(بخاری شریف کتاب المرضی، ج ۲، ص ۸۴۶، ح ۵۶۶۹ اور کتاب الاعتصام باب کراھیة الاختلاف، ح ۷۳۶۶ جبکہ صحیح مسلم کتاب الوصیة، باب ترک الوصیة کی آخری، ح ۴۲۳۴)

"حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں بہت سے لوگ آپ کے گھر میں موجود تھے جن میں حضرت عمر بن خطاب بھی تھے، آپؐ نے برائے تحریر وصیت سامان کتابت طلب فرمایا تا کہ ایسا ہدایت نامہ لکھ دیں جس کی وجہ سے مسلمان کبھی گمراہ نہ ہوسکیں۔ حضرت عمر نے کہا: رسولؐ اللہ پر بیماری کا غلبہ ہوگیا ہے (لہٰذا تحریر وصیت کی ضرورت نہیں) اور صحابہ سے کہا کہ ہمیں تو صرف قرآن ہی کافی ہے۔ پس جو لوگ وہاں موجود تھے انھوں نے حضرت عمر کی رائے سے اختلاف کیا، اور آپ کی موجودگی میں صحابہ کرام (نظریاتی طور پر) دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ کچھ صحابہ کرام نے پیغمبرؐ اسلام کے موقف کی تائید کی اور انھوں نے فرمانِ رسالت کو دہرایا کہ تم لوگ پیغمبرؐ اسلام کے پاس جا کر وصیت نامہ تحریر کرالو تا کہ بعد از پیغمبر گمراہی کا کوئی خطرہ نہ رہے۔ اور بعض صحابہ نے حضرت عمر کے موقف کی تائید کرتے ہوئے وہی کچھ کہا جو حضرت عمر نے

کہا۔ جب شور وغل اور اختلاف زیادہ ہونے لگا تو رسولِ خدا نے فرمایا: (تم لوگ مجھ سے دور ہو جاؤ)۔ (عبیداللہ بن عبداللہ)

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس (سانحہ قرطاس) کو اسلام کی سب سے بڑی مصیبت شمار کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ صحابہ کرام کا باہم اختلاف اور آداب نبوت کے خلاف ماحول تحریر وصیت میں سدِ راہ بن گیا۔ مشہور متکلم اہل سنت علامہ عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب (الملل والنحل، ص ۱۷) جلد اول میں قضیہ قرطاس کو اسلام کے اندر سب سے پہلا تنازع اور اختلاف شمار کیا ہے جیسا کہ (فاختلف) واللغط کے الفاظ اس پر شاہد ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

فأول تنازع وقع فی مرضه ﷺ فیما رواه الامام أبو عبد الله البخاری باسناده عن عبد الله بن عباس قال: لما اشتد بالنبی ﷺ مرضه الذی مات فیه قال: (ایتونی بدواة و قرطاس أکتب لکم کتاباً بالاتضلوا بعدی) فقال عمر ان رسول الله قد غلبه الوجع، حسبنا کتاب الله، و کثر اللغط، فقال النبی قوموا عنی لاینبغی عندی التنازع. قال ابن عباس: ان الرزیة کل الرزیة ما حال بیننا و بین کتاب رسول الله

"آئمہ طاہرینؑ کی امامت کو تو بہت کم لوگ مانتے ہیں کہ یہ مستحق درود وسلام ہیں اور دنیا کے امام ہیں البتہ شیطان کے سوالات سبعہ ہمیشہ دہرائے جا رہے ہیں کہ غیر کے اعلان کی کیا

ضرورت تھی، فلاں کو پاس بٹھایا کیوں؟ ان کو اتنی طاقت کیوں دی گئی؟ روضۂ رسولؐ جبکہ بہشت کا ٹکڑا ہے تو اس میں فلاں بزرگ دفنائے کیوں گئے؟ اللہ نے حسینؑ کی مدد کیوں نہ کی؟ قتل کیوں ہوئے؟ ان پر دشمن غالب کیوں ہوئے؟"

یہ ہیں مخالفین کے سوالات جو ہر وقت کسی نہ کسی مقام پر دہرائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد الحاج صاحب نے آخر میں پھر ایک اور آیت بے موقع و محل نقل فرمائی ہے:

وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ (البقرہ: آیت ۱۷۰)

"اور جب کہا جاتا ہے واسطے ان کے پیروی کرو اس چیز کی کہ اتاری اللہ نے۔ کہتے ہیں بلکہ پیروی کریں گے ہم اس چیز کی کہ پایا ہم نے اور اس کے اپنے باپ دادا کو اگرچہ ان کے باپ دادا دین کی کچھ بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں اور نہ آسمانی کتاب سے ہدایت پاتے ہیں"۔

اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات پر اور بھی موجود ہیں: سورہ مائدہ۔ آیت ۱۷۰، سورۂ اعراف، آیت ۱۲۸

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (سورۂ اعراف، آیت ۱۲۸)

اور موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ ساری زمین تو خدا ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے جس کا وارث (مالک) بنائے اور خاتمہ بالخیر تو بس پرہیز گاروں ہی کا ہے۔

قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ (سورہ انبیاء، آیت ۵۳)

وہ لوگ بولے اور تو کچھ نہیں جانتے مگر اپنے بڑے بزرگوں کو اُن ہی کی پرستش کرتے دیکھا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ (سورہ لقمان: آیت ۲۱)

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو کتاب خدا نے نازل کی ہے اُس کی پیروی کرو۔ تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو کسی طریقہ پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ داداؤں کو پایا بھلا اگرچہ شیطان اُن کے باپ داداؤں کو جہنم کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو۔ (تو بھی اُنھی کی پیروی کریں گے)۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (سورہ مائدہ، آیت ۱۰۴)

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو (قرآن) نازل فرمایا ہے اُس کی طرف اور رسولؐ کی طرف آؤ۔ (اور جو کچھ کہے سنو مانو)

تو کہتے ہیں کہ ہم نے جس (رنگ) میں اپنے باپ داداؤں کو پایا وہی ہمارے لیے کافی ہے۔(یہ لوگ لکیر کے فقیر ہی رہیں گے) اگرچہ اُن کے باپ اور دادا نا کچھ جانتے ہی ہوں اور نہ ہی ہدایت پائی ہو۔

قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ

(سورۂ یونس، آیت ۷۸)

وہ لوگ کہنے لگے تھے (موسیٰ) کیا تم ہمارے پاس اس واسطے آئے ہو کہ جس دین پر ہم نے اپنے باپ داداؤں کو پایا اس سے تم ہمیں بہکا دو اور ساری روئے زمین میں بس تم ہی دونوں کی بڑائی ہو۔ہم لوگ تو تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں"۔

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ

"یہ سب کہنے لگے (یہ سب کچھ تو نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایسے ہی کرتے پایا ہے"۔(سورہ شعراء، آیت ۷۴)

بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِمْ مُهْتَدُونَ (سورۂ زخرف: آیت ۲۲)

"بلکہ یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایک طریقے پر پایا اور ہم ان کے قدم بہ قدم ٹھیک رستے پر چلے جارہے ہیں"۔

مگر ان آیات کا مطلب تو مشرکین کے بعض عقائد و اعمال سے ہے۔جن کی

سند نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ صحف سماویہ میں نہ تورات میں نہ انجیل میں،
جیسے اوپر اس کی تشریح ہے کہ

إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ

"شیطان تم کو بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے کہ ننگے ہو کے
کعبے کا طواف کرو"۔

چنانچہ یہی مضمون سورہ اعراف آیت ۲۸ میں جس کے متعلق ترجمہ اشرفیہ
حاشیہ نمبر ۵ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:

یہ بے معنی تقلید کی رد ہے۔ تقلید اس مسئلہ میں جائز ہے جس میں تقلید کے
لیے اذن اور سند شرعی ہو۔ جو موقوف ہے اس کے شرائط کے اجتماع پر اور یہاں خود
نص شرعی قطعی کی مخالفت سے شرائط مفقود ہیں۔ پس ایسی تقلید سے اجتماع خود باطل
ہو گیا۔

الجواب: شاید الحاج صاحب کو یہ پتہ نہیں کہ شیعہ ایسی اندھا دھند تقلید،
اجماع اور جماعت کی پیروی کے قائل نہیں جس کی بنیاد کتاب وسنت پر نہ ہو بلکہ وہ
ایسے آباء کی تقلید اور تاسی کے قائل ہیں جو نبی اور امام ہو جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ
لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ
آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ
لَهُ مُسْلِمُونَ (البقرہ، ۱۳۳)

"تم اس وقت موجود تھے کہ جب یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت
آیا۔ اور جس وقت انھوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم لوگ

میرے مرنے کے بعد کس چیز کی پرستش کرو گے؟ انھوں نے بالاتفاق جواب دیا کہ ہم اس کی پرستش کریں گے کہ جس کی آپ اور آپ کے باپ دادا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ پرستش کرتے آئے ہیں یعنی وہی معبود جو وحدہ لاشریک ہے ہم اس کی اطاعت پر قائم رہیں گے جیسے:

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ (سورہ حج ر ۷۸)

"اور خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین کی (کسی بات) میں تنگی نہیں کی اور تمھارے باپ ابراہیمؑ کا دین پسند کیا۔ اس نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمھارا نام مسلمان رکھا"۔

اور یہ شیعہ لوگ اس معاملہ میں انبیاء اور آل انبیاء کے قائل ہیں جیسے:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ○ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ (آل عمران ر ۳۳۔۳۴)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لیے منتخب فرمایا ہے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیمؑ اور آل عمران علیہم السلام کو اولاد میں سے بعضوں کو تمام جہاں پر بعضے ان میں بعض کی اولاد ہیں اور اللہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے"۔

وَ إِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ○ (البقرہ، ۱۲۴)

''اور جس وقت آزمایا ابراہیمؑ کو، رب اس کے نے کئی باتوں کے پس پورا کیا ان کو۔ کہا تحقیق میں کرنے والا ہوں تجھ کو واسطے لوگوں کے امام کہا اور اولاد میری سے کیا نہیں پہنچے گا عہد میرا ظالموں پر''۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ○ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ○ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ○ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (سورۃ انعام، ۸۳۔۸۷)

''اور یہ دلیل ہماری ہے جو دی تھی وہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اوپر قوم اس کی کے بلند کرتے ہیں درجات جس کے چاہتے ہیں۔ تحقیق رب تیرا حکمت والا، علم والا ہے۔ اور دیئے ہم نے واسطے اس کے اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور ہر ایک کو ہدایت

کی اور نوح علیہ السلام کو ہدایت کی ہم نے اس سے پہلے اور اولاد اس کی کے داؤد کو سلیمانؑ کو ایوبؑ کو یوسفؑ کو اور موسیٰؑ اور ہارون علیہم السلام کو اور الیاسؑ کو ہر ایک صالحوں میں سے تھے اور اولاد سے اور بھائیوں سے اور پسند کیا ہم نے ان کو اور ہدایت کی ہم نے ان کو طرف سیدھی راہ کی"۔

قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللهِ رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ○ (سورۂ ہود ر ۷۳)

"فرشتوں نے کہا کیا تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو اور خصوصاً اس خاندان کے لوگوں پر اللہ کی (خاص) اور اس کی (انواع قسم) کی برکتیں نازل ہوتی رہتی ہیں"۔

ذٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ○ (الشوریٰ ر ۲۳)

یہ آیت اہل بیتؑ رسالت کی محبت کے وجوب کے لیے اتری جیسا کہ گزر چکا، آپ ان سے یوں کہیے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے۔

آیتِ مباہلہ

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَائَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَائَنَا وَأَبْنَائَكُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ○ (آل عمران/٦١)

"پس جو کوئی جھگڑے تجھ سے بیچ اس کے کہ پیچھے آیا اس کے تیرے پاس علم سے پس کہہ آؤ۔ بلاویں ہم اپنے بیٹوں کو اور بیٹوں تمھارے کو بیبیوں اپنی کو اور بیبیوں تمھاری کو اور جانوں اپنی کو اور جانوں تمھاری پھر التجا کرے۔ پس کریں ہم لعنت اللہ تعالیٰ کی اوپر جھوٹوں کے"۔

یہ آیت بھی پنجتن پاکؑ کی صداقت ثابت کرنے کے لیے اتری اور ان کے مقابلے میں آنے والوں کو کاذب قرار دے کر ان پر لعنت کی گئی۔ جیسا کہ صحیح مسلم، ح ۶۲۲۰، اور ترمذی شریف، ح ۲۹۹۹ میں ہے کہ اس آیت کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ مباہلہ میں اپنی اہلِ بیت اطہارؑ کو لے گئے اور کسی بزرگ کو نہیں بلایا۔

قال حدثنا قتيبة قال: حدثنا حاتم بن اسماعيل عن بكير بن مسمار هو مدني ثقة عن عامر بن سعد

بن ابی وقاص عن ابیه قال: لما نزلت هذه الآیة
نَدْعُ أَبْنَائَنَا وَأَبْنَائَكُمْ دعا رسول الله ك علیه
وفاطمة و حسناً و حسینًا فقال: اللهم هؤلاء اهلی۔
هذا حدیث حسن صحیح۔
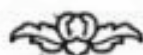
آیتِ تطہیر

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ○ (الاحزاب، ۳۳)

"اللہ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو! تم سے ہر قسم کی آلودگی کو دُور رکھے اور تم کو ہر طرح (ظاہراً و باطناً) پاک وصاف رکھے"۔

یہ آیت بھی اہلِ بیت رسالتؐ کی عصمت و طہارت کو ثابت کرنے کے لیے نازل ہوئی جیسا کہ حضرت اُمِ سلمہؓ، حضرت عائشہ، عبداللہ بن عباس، انس بن مالک، سعد بن ابی وقاص، ابوسعید خدری، ابوالحمراء، ابوہریرہ اور دیگر صحابہ سے مروی ہے۔ اس کی تفسیر اثبات پنجتن پاک میں ملاحظہ فرمائیں۔

اور یہی مطلب ہے چنانچہ درود ابراہیمی میں بھی جو کہ ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے اس میں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ جس طرح امامت ولایت، خلافت، ہدایت، آلِ ابراہیمؑ کے لیے ثابت ہیں اسی طرح یہ تمام مراتب آلِ محمدؐ کے لیے ثابت ہیں ورنہ آلِ محمدؐ درود میں شامل کرنا اور ان پر رحمت اور برکت کی دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے تو پہلے یہ تمام چیزیں حضرت ابراہیمؑ کے بعد آل ابراہیمؑ کے لیے ثابت ہیں اور بعد از پیغمبرؐ کے وہ تمام درجات تا قیامت اہلِ بیتؑ کے لیے ثابت ہیں۔

چنانچہ بخاری شریف میں یہ درود ابراہیمیؑ، ج ۱، ص ۴۷۷، ح ۳۳۷۰ پر اس طرح روایت کیا گیا ہے:

اللھم صل علی محمد و علی آلِ محمد کما صلیت علی
ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید کا اور
یہی مطلب ہے: اللھم بارک علی محمد و علی آلِ محمد
کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک
حمید مجید

"اے اللہ! درود بھیج محمدؐ و آلِ محمدؐ پر جیسا کہ درود بھیجا ہے اوپر
ابراہیمؑ و آلِ ابراہیمؑ کے"۔ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۴۷۷)

کتاب وسنت میں بعد رسالت مآبؐ اہلِ بیتؑ کے ساتھ مثل قرآن اعتصام
کا حکم ہے۔ مذہب شیعہ کی اسی پر بنیاد ہے۔ (دیکھو حدیث ثقلین، صحیح مسلم، ج ۱، ص
۴۷۷، ترمذی شریف، ص ۶۲۶، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۵ باب مناقب اہلِ بیت
فصل ثانی، ص ۵۶۱ ایضاً)

انی تارک فیکم الثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ
الھدیٰ و النور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ
فحث علی کتاب اللہ و رغب فیہ ثم قال و اھل بیتی
اذکرکم اللہ فی اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی
وفی روایۃ کتاب اللہ وھو حبل اللہ من اتبعہ کان علی
الھدیٰ و من ترکہ کان علی الضلالۃ

"حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے خطبے میں فرمایا: میں
تمہارے درمیان اپنا سامان دو بھاری عظیم نفیس چیزیں چھوڑنے
والا ہوں ان دونوں میں اول کتاب اللہ جس میں ہدایت اور

نور ہے۔ پس اللہ کی کتاب کو پکڑو اور تمسک کرو ساتھ کتاب اللہ کے"۔ (رواہ مسلم، ج ۲، ص ۲۸۲)

پس کتاب اللہ پر بہت ترغیب دلائی پھر فرمایا: دوسری چیز میری اہل بیتؑ ہیں۔ پس میں تم کو اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔ دوبارہ فرمایا: یاد دلاتا ہوں اہل بیتؑ کے بارے میں۔

عن جابر قال رأیت رسول اللہ فی حجتہ یوم عرفة وھو علی ناقتہ القصوی یخطب فسمعتہ یقول یا ایھا الناس انی تارک فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی أھل بیتی (ترمذی شریف، ص ۶۲۶)

"حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے رسولؐ خدا کو عرفہ کے دن مقام عرفات میں دیکھا کہ اپنی اونٹنی قصویٰ نامی پر سوار ہو کر خطبہ دے رہے تھے: لوگو! میں نے تمھارے درمیان وہ دو چیزیں چھوڑی ہیں، اگر تمسک کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ دو چیزیں اللہ کی کتاب قرآن اور میرے اہل بیتؑ یعنی عترت ہیں"۔

عترت کے معنی بہت قرابت والوں کے ہیں۔ جس سے مراد پنجتن پاکؑ، بارہ امام تا ہادی مہدیؑ ہیں۔

عن زید ابن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الآخر کتاب اللہ وحبل ممدود من السماء

الی الارض و عترتی اھل بیتی و لن یتفرقا حتی یرد علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما (رواہ الترمذی، ص ۶۲۶)

''زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے اندر وہ چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تمسک کرو گے، اس کو واجب الاعتصام سمجھو گے تو ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ ایک ان میں بڑی ہے دوسری سے، اللہ کی کتاب وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکائی گئی ہے۔ اور میری عترت اہلِ بیتؑ ہیں اور وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی حوضِ کوثر تک۔ غور کرنا میرے بعد اہلِ بیتؑ اور قرآن سے کیسا سلوک کرو گے''۔ (روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے، ح ۳۷۷۵)

قال الترمذی حدثنا الحسن بن عرفة قال: حدثنا اسماعیل بن عیاش عن عبد اللہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن راشد عن یعلی بن مرة قال قال رسول اللہ ﷺ حسین منی و انا من الحسین أحب اللہ من أحب حسینًا حسین سبط من الأسباط (ترمذی شریف، ص ۶۲۴، رواہ ابن ماجہ، برقم ۱۴۴ ایضا)

یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو

حسینؑ سے محبت کرے۔ حسینؑ سبط ہے سبطوں میں سے"۔

سبط انبیاء کے نواسے ہوتے ہیں جن سے خاندان آگے چلتا ہے اور نبوت و امامت قائم رہتی ہے۔ حسینؑ سے رسالت مآبؐ کا خاندان چلا، امامت چلی۔

اس حدیث سے اشارہ ہے کہ حسینؑ اور میں دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ حسینؑ کی شہادت میری شہادت ہے۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح میں قاضی عیاض فرماتے ہیں:

قال القاضی : کأنه علم بنور الوحی ما سیحدث بینه و بین القوم فخصه بالذکر و بین انهما کالشئ الواحد فی وجوب المحبة و حرمة التعرض والمحاربة و اکد ذٰلك بقوله: احب الله من احب حسیناً فان محبته محبة الرسول، و محبة الرسول محبة الله۔

گویا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے علم نبوت سے جان چکے تھے کہ جو آپؐ کی قوم اور حضرت امامِ حسینؑ کے درمیان آپؐ کے بعد سانحات اور حادثات پیش آئیں گے اس لیے امامِ حسینؑ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ خاص کیا اور واضح کیا کہ میں اور حسینؑ وجوبِ محبت میں ایک ہی ہیں۔ حسینؑ کی محبت میری محبت ہے، اس سے جنگ کرنا مجھ سے جنگ کرنا ہے۔ حسینؑ کی حرمت میری حرمت ہے، اس کا ماتم میرا ماتم ہے، اس کے جلوس میرے جلوس"۔

نیز فرمایا: المرء یحشر مع من احب "قیامت کے دن بندہ اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا جس سے اس کی محبت ہوگی"۔

لہٰذا ہماری حسینؑ سے محبت ہے اللہ ہمیں حسینؑ کے ساتھ اٹھائے اور جن بزرگوں کو یزید کے ساتھ محبت ہے اللہ ان کو یزید کے ساتھ اٹھائے۔ آمین یا رب العالمین!

عن ابی ذر انه قال و هو آخذ بباب الکعبة سمعت یقول الا ان مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجی و من تخلف عنها هلك (رواہ احمد، باب مناقب اہل بیت، ص ۵۷۳، مشکوٰۃ شریف)

"ابوذر سے روایت ہے اور انھوں نے لوگوں کو یقین دلانے کے لیے بیت اللہ کا دروازہ پکڑ کر بیان فرمائی کہ حضورؐ اکثر فرمایا کرتے تھے اور فرماتے رہتے تھے کہ میری اہل بیتؑ کی مثال تمھارے درمیان کشتی نوح کی ہے۔ جو لوگ اس میں سوار ہو جائیں گے وہ نجات پا جائیں گے اور جنہوں نے اس سے تخلف کیا یعنی پیچھے رہ گئے وہ ہلاک ہو جائیں گے"۔

مثل اور مثل لغت میں نظیر کو کہتے ہیں۔ پھر قول مشہور کو مثال مثل کہتے ہیں۔ جس کے مثال سے مضمون کا قریب فہم کر دینا مقصود ہوتا ہے۔ ہماری امت میں اہل بیت علیہم السلام کی مثال کشتی نوح ہے۔ ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کے بعد بھی جب لوگ ایمان نہ لائے تو کشتی نوح بنانے کا حکم ہوا۔ وہ کشتی وحی سے بنی، رب العزت کی نگرانی میں بنی۔ طوفان آیا تمام دنیا غرقاب ہو گئی۔ صرف چند لوگ بچے جو کشتی میں سوار تھے۔ حضور پرنورؐ کے بعد بھی وہ لوگ کامل الایمان نکلے جو باتباع ثقلین قرآن اور اہل بیتؑ کی اتباع سے کشتی آل محمدؐ میں سوار ہوئے۔ کشتی نوح کا بیان قرآن مجید، سورہ ہود میں آیا ہے:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ○ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ

عَلَيْهِ مَلَأٌ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ○ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ ○ حَتَّى إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ○ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِاسْمِ اللهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ○ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ ○ قَالَ سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ○ وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○ وَنَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ○ قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ○ (سورۃ ہود ر ۳۷-۴۶)

"اور ہمارے حکم سے (بسم اللہ کر کے) ہمارے روبرو کشتی بنا ڈالو۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے اس کے بارے میں مجھ سے

سفارش نہ کرنا۔ (کیونکہ) یہ لوگ ضرور غرق کر دیے جائیں گے۔ اور نوحؑ کشتی بنانے لگیں اور جب کبھی ان کی قوم کے سربرآوردہ لوگ اُن کے پاس سے گزرتے تھے تو اِن سے مسخرہ پن کرتے۔ نوحؑ (جواب میں) کہتے اگر اس وقت تم ہم سے مسخرہ پن کرتے ہو تو جس طرح تم (ہم پر) ہنستے ہو اس طرح ہم (تم پر ایک وقت) ہنسیں گے۔ اور تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب نازل ہوتا ہے کہ (دنیا میں) اُسے رُسوا کر دے اور کس پر (قیامت میں) دائمی عذاب نازل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا اور تنور جوش مارنے لگا تو ہم نے حکم دیا (اے نوحؑ) ہر قسم کے جانوروں میں سے (نر و مادہ کا) جوڑا یعنی دو دو لے لو اور جس (کی ہلاکت) کا حکم پہلے ہی ہو چکا ہے اُس کے سوا اپنے سب گھر والے اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان سب کو کشتی میں بٹھا لو اور ان کے ساتھ ایمان بھی تھوڑے ہی لوگ لائے تھے۔ اور نوحؑ نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا: (خدا ہی کے نام سے اس کا بہاؤ اور ٹھہراؤ ہے) کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ بے شک میرا پروردگار بڑے بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے اور کشتی ہے پہاڑوں کی سی (اونچی) لہروں میں ان لوگوں کو لیے ہوئے چلی جا رہی ہے۔ اور نوحؑ نے اپنے بیٹے کو جو ان سے الگ تھلگ ایک گوشے میں تھا آواز دی: اے میرے فرزند آ (ہماری کشتی

میں سوار ہوجا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ)۔ وہ بولا: (مجھے معاف کیجیے میں ابھی تو کسی پہاڑ کا سہارا پکڑتا ہوں تو مجھے پانی (میں ڈوبنے) سے بچالے گا (نوحؑ نے اُس سے کہا: اے کم بخت! آج خدا کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں۔ مگر خدا ہی جس پر رحم فرمائے گا اور (یہی بات ہورہی تھی کہ) یکایک دونوں باپ بیٹے کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوب کر رہ گیا۔ اور جب (خدا کی طرف سے) حکم دیا گیا کہ اے زمین! اپنا پانی جذب کرلے اور اے آسمان (برسنے سے تھم جا اور پانی کم ہوگیا اور لوگوں کا) کام تمام کردیا گیا۔ اور کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری۔ اور ہر (چہار) پکار دیا گیا کہ ظالم لوگوں کو (خدا کی رحمت سے) دوری ہے اور (نوحؑ کا بیٹا غرق ہورہا تھا تو نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکارا اور عرض کی: اے میرے پروردگار! اس میں تو شک نہیں کہ میرا بیٹا میرے اہل میں شامل ہے۔ اور (تو نے وعدہ کیا تھا کہ تیرے اہل کو بچالوں گا) اور اس میں تو شک نہیں ہے کہ تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سارے (جہان کے) حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔ (تو میرے بیٹے کو نجات دے دے) تو خدا نے فرمایا: اے نوحؑ! تم یہ کیا کہہ رہے ہو ہرگز وہ تمھارے اہل میں شامل نہیں ہے۔ وہ بے شک بدچلن ہے تو دیکھو تمھیں علم نہیں ہے اس کے بارے میں مجھ سے درخواست نہ کیا کرو۔ میں تمھیں سمجھائے دیتا ہوں کہ

ناوانوں کی سی بات نہ کیا کرو"۔

اگر تمام پڑھ لیا جائے کہ کشتی کیسے بنی، اصحابِ سفینہ کیسے بچے تو مثالِ اہلِ بیت علیہم السلام اس آیت سے سمجھ آسکتی ہے۔

میری آخری اپیل دَر بابِ محبت اہلِ بیتؑ

میں آخر میں اپنے تمام بہن بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ ادبِ حکمت، موعظہ حسنہ مناظرہ حسنہ کے ساتھ اہلِ بیتؑ کی محبت، صداقت، امامت، مظلومیت کے دلائل گھر گھر پہنچاؤ، مجالس کرو، جلسے کرو، کتابیں لکھو اور لکھواؤ اور اخباروں میں مضمون دو تا کہ لوگ آلِ محمدؐ کی محبت اور امامت کو قبول کریں۔ کشتی آلِ محمدؐ میں سوار ہوں اور نجات پا جائیں۔ مظلوم کے ماتم کو بند نہ کریں۔ رحمت کے آنسوؤں کو نہ روکیں۔ رو کر محبت کا ثبوت دیں۔ احتجاجی جلوس مظلوم امامؑ کی حمایت میں نکالیں تا کہ کوئی غافل نہ رہ جائے۔ ذبحِ عظیم کے مصداق کا قتل معمولی نہ سمجھ لیا جائے۔ یہی حکمِ رسولؐ ہے:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

"اے میرے حبیبؐ! اپنی امت کے لوگوں سے کہہ دو کہ میں اس اسلام قرآن اپنی محنت مشقت کی تبلیغ کا کوئی بدلہ نہیں مانگتا سوائے محبت اہلِ بیتؑ کے"۔

اور صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۸۲ میں ہے:

اذکرکم اللہ فی اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی

"میں اپنے اہلِ بیتؑ کے باب میں اللہ یاد دلاتا ہوں، خوفِ خدا کرنا اللہ کو اہلِ بیتؑ کے باب میں بھول نہ جانا"۔

عزاداری کے دلائل کا خلاصہ

اصل یہ ہے کہ نبوت ختم اور امامت جاری ہے۔ خلافت امامت ہی کا نام ہے۔ ولایت امیر اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ○ (المائدہ/۵۵) من کنت مولاہ فهذا علی مولاہ اس کا اعلان ہے۔ مگر لوگوں نے ان تمام آیات اور احادیث کو نہ مانا۔ اہلِ بیتؑ کا احترام ترک کیا۔ آخر امام حسینؑ خمسہ نجباء کا خاتمہ تھے۔ ان مسائل کے لیے یزید کی حکومت میں بہت مظلومانہ قتل ہوئے۔ اب یزید اور حامیانِ یزید کی یہ مرضی تھی کہ اس قتل کو سیاسی بنا دیا جائے لیکن بن نہ سکا۔

دوسری مرضی یہ تھی کہ چھپا دیا جائے۔ نہ کوئی احتجاج ہو نہ کوئی فریاد ہو۔ اہلِ بیتؑ کی مخدرات عصمت و طہارت نے ایسا واویلا کیا کہ تا قیامت ختم نہ ہوگا۔ کربلا میں ماتم کوفہ میں ماتم، شام میں ماتم آخر مدینہ میں ماتم۔ زینبؑ رو رو کے مرگئیں مگر ماتمِ حسینؑ کی سنت جاری کر گئیں۔

مظاہر قدرت نے شہادت کی شہادت دی، پتھروں کے نیچے سے خون جاری ہوا آسمان سے خون برسا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کربلا میں خون شیشی میں جمع کرتے نظر آئے۔ سر و ریش خاک آلودہ نظر آئے، سنت ماتم جاری ہوئی۔

آخر امیر مختارؒ نے شبیہ تعزیہ بنائی۔ امام زین العابدین علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام کی زندگی میں جیسا کہ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۵۵۰ مطبوعہ قاہرہ، تاریخ کامل، ج ۳،

ص ۳۷۸، البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۹۲ میں ہے:

و قد كان وضع له كرسي يعظم و يحف به الرجال، ويستر بالحرير و يحمل على البغال و كان يضاهي به تابوت بني اسرائيل المذكور في القرآن

نیز تاریخ کامل میں ہے:

فقال المختار انه لم يكن في الامم الخالية امر الا و هو كائن في هذا الامة مثله. و انه كان في بني اسرائيل التابوت و ان هذا فينا مثل التابوت.

اور امیر تیمور اس سنت ماتم کو ہندوستان میں لائے جیسا کہ کتب میں مذکور ہے اور حوالے دیے جا چکے ہیں۔ ہندوستان میں بانی تعزیہ امیر تیمور کا مقام و منزلت ملاحظہ فرمائیں۔ (دیکھیے صواعق محرقہ، ص ۲۳۶)

وأخبر الجمال المرشدي و الشهاب الكوراني ان بعض ابناه تمرلنك أخبره أنه لما مرض تمرلنك مرض الموت اضطرب في بعض الأيام اضطرابا شديداً فاسود وجهه و تغير لونه ثم افاق فذكروا له ذلك فقال ان ملائكة العذاب آتوني فجاء رسول الله ﷺ فقال لهم اذهبوا عنه فانه كان يحب ذريتي و يحسن اليهم فذهبوا. و اذا نفع حبهم هذا الظالم الذي لا اظلم منه فكيف بغيره. و ينبغي ان يزاد في

اکرام عالمھم وصالحھم۔

"علامہ ابن حجر مکی شیخ جمال الدین مرشدی اور شہاب قرآنی کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جب امیر تیمور مرنے کے قریب ہوا تو اس کے بعد اس کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ بوقت موت وہ بہت مضطرب اور پریشان ہو گیا حتیٰ کہ موت کی سختی کی وجہ سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور اس کا رنگ بدل گیا تو تھوڑی دیر بعد اسے افاقہ ہوا تو وہ ہشاش بشاش ہو گیا۔ تو گھر والوں نے اس سے وجہ پوچھی کہ پہلے بوقت موت بہت پریشان ہو گیا اور بعد میں خوش ہو گیا۔ تو اس نے کہا چونکہ میں بادشاہ تھا اس لیے مجھ سے بعض لوگوں پر زیادتی اور ظلم ہو گیا اس لیے عذاب کے فرشتے مجھے پکڑ کر لیے جا رہے تھے تو لہٰذا میں پریشان ہو گیا تو اسی دوران اچانک پیغمبر اسلام ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ نے ان فرشتوں سے کہا کہ اسے چھوڑ دو اور چلے جاؤ اگر چہ یہ گنہ گار ہے مگر میرے حسین کا تعزیہ دار ہے۔ پس فرشتے چلے گئے"۔

علامہ ابن حجر مکی اس واقعے کو لکھنے کے بعد یہ فرماتے ہیں:

محبتِ اہلِ بیتؑ اور عزاداریٔ امامِ حسینؑ امیر تیمور جیسے ظالم ترین انسان کو اس قدر فائدہ اور نفع دے سکتی ہے تو دوسرے کیسے محروم رہ سکتے ہیں؟ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اکرام اہلِ بیتؑ کو زیادہ بجالائے۔ نیز علامہ ابن حجر امیر تیمور کے بارے میں ایک اور ایمان افروز واقعہ نقل کرتے ہیں:

ان بعض القراء كان اذا مر بقبر تمرلنك قرأ: خذوه فغلوه ثم الجحيم صلوه الآیۃو کررھا قال: فبينا انا نائم رايت النبی ﷺ و ھو جالس و تمرلنك الى جانبه قال فنهرته و قلت الى هنا يا عدو الله و اردت ان آخذ بيده و اقيمه من جانب النبی ﷺ فقال لی النبی ﷺ دعه فانه كان يحب ذريتی فانتبهت فزعا و تركت ما كنت اقرؤه على قبره فی الخلوة۔

"بعض قاریان قرآن جب امیر تیمور کی قبر کے قریب سے گزرتے تو وہاں کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھتے:

خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ

"اے عذاب کے فرشتو اس رافضی کو پکڑو اور اسے جکڑو اور جہنم میں پھینک دو"۔

اور قاریان قرآن اکثر یہ حرکتیں کرتے تھے۔ ایک قاری کا بیان ہے: "میں ایک رات سویا ہوا تھا تو رسالت مآبؐ مجھے خواب میں ملے۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ تشریف فرما ہیں اور امیر تیمور بھی آپؐ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے تو یہ منظر دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا تو میں نے امیر تیمور کو ڈانٹا اور کہا دشمن خدا تو یہاں کیسے آگیا؟ یہ کہہ کر میں نے ارادہ کیا کہ اسے پکڑ کر وہاں سے اٹھا دوں تو پیغمبر اسلام ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا:

او نالائق قاری! میرے دربار میں بیٹھنے کے بھی آداب ہیں اور

بات کرنے کا بھی طریقہ اور سلیقہ ہے تمہارے کئی بزرگوں نے پہلے بھی اس طرح کی حرکت کی تھی جنہیں میں نے قوموا عنی کہہ کر نکال دیا تھا۔ امیر تیمور کو یہاں رہنے دے۔ میں نے اسے اپنے پاس اس لیے بٹھایا ہے کہ یہ میری اہل بیتؑ کا محب ہے اور میرے حسینؑ کا عزادار ہے۔ اس قاری قرآن کا بیان ہے: اس سے میں بہت خوفزدہ ہوا اور میں نے امیر تیمور کی قبر پر ان آیات کو پڑھنا چھوڑ دیا"۔

تعزیہ کی اصل

قرآن مجید میں تابوتِ سکینہ ہے دیکھیے سورہ بقرہ، ۲۴۸:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○

حدیث شریف میں وہ شیشی ہے جس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاکِ کربلا جبرائیلؑ سے لے کر رکھ لی اور اُمِ سلمہؓ کے پاس رہی اور وہ روزِ عاشورا سرخ ہوگئی۔ دیکھو مشکوٰۃ، ص ۵۷۲ یہ حدیث گزر چکی ہے، البدایہ و النہایہ، ج ۸، ص ۲۰۰، صواعق محرقہ، ص ۱۹۰ میں ہے۔ اور کرسی علیؑ کی شبیہ ہے جو امیر مختارؓ نے مثل تابوت عزت واحترام سے اس کی نکالی۔ ابن زیاد ملعون کی لڑائیوں میں ساتھ رکھتا رہا۔ دیکھو تاریخ ابن کثیر، ج ۸، ص ۲۰۰، میں ہے اور امیر تیمور نے شبیہ تعزیہ کی

تھیں اس ملک میں بنائی۔

البدایہ والنہایہ کی عبارت

و قال ابن ابی الدنیا: حدثنا عبد اللہ بن محمد بن ھانی ابو عبد الرحمٰن النحوی حدثنا مھدی بن سلیمان حدثنا علی بن زید بن جدعان. قال: استیقظ ابن عباس من نومہ فاسترجع و قال: قتل الحسین و اللہ. فقال لہ اصحابہ: لم یا ابن عباس؟ فقال: {رایت رسول اللہ ﷺ و معہ زجاجۃ من دم فقال: اتعلم ما صنعت امتی من بعدی؟ قتلوا الحسین وھذا دمہ و دم اصحابہ ارفعھما الی اللہ فکتب ذٰلک الیوم الذی قال فیہ و تلک الساعۃ فما لبثوا الا اربعۃ و عشرین یوما حتی جاء ھم الخبر بالمدینۃ انہ قتل فی ذٰلک الیوم و تلک الساعۃ و روی الترمذی عن ابی سعید الاشج عن ابی خالد الاحمر عن رزین عن سلمیٰ قالت: دخلت علی ام سلمۃ و ھی تبکی فقلت: ما یبکیک؟ فقالت: رایت رسول اللہ ﷺ و علی راسہ و لحیتہ التراب. فقلت: ما لک یا رسول اللہ ﷺ؟ قال: شھدت قتل الحسین۔ آنفاً

"مشہور تابعی علی بن زید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن

عباس اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا: خدا کی قسم! فرزند رسولؐ حضرت امام حسینؑ کو شہید کر دیا گیا ہے، لوگوں نے پوچھا: آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انھوں نے کہا: میں نے ابھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحالت خواب دیکھا ہے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اے ابن عباسؓ! تو نہیں جانتا کہ میری اُمت نے میرے بعد کیا کر دیا ہے؟ میرے حسینؑ کو شہید کر دیا اور یہ حسینؑ اور اس کے اصحاب کا خون ہے جس کو میں اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ پس ابن عباسؓ کے خواب والا دن اور اس وقت کو جب شمار کیا گیا تو اس کی ۲۴ دن بعد حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی تو یہ وہی دن اور وہی وقت تھا جس میں ابن عباسؓ نے خواب دیکھا تھا"۔

ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ سلمہ بکریہ نامی تابعیہ بیان کرتی ہے: میں اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے پاس گئی اور وہ اس وقت گریہ فرما رہی تھیں۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا: میں نے ابھی بہ حالت خواب پیغمبرؐ اسلام کو دیکھا ہے کہ آپ کا سر مبارک اور ریش اقدس گرد آلود ہیں یعنی آپ نے اپنے سر اور ریش مبارک میں خاک ڈالی ہوئی تھی۔ میں نے اس کا سبب پوچھا: آپؐ نے فرمایا: اے اُم سلمہؓ! میں ابھی حسینؑ کی مقتل گاہ میں موجود تھا۔

ذوالجناح کی شبیہ

ذوالجناح اس وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا ○ فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا ○ (العادیات ۱-۲) کے مصداق حضرت امام حسینؑ کے اس وفا شعار گھوڑے کی شبیہ جو بعد قتلِ حسینؑ خیمہ کے سامنے آیا۔ اس کو دیکھ کر نبی زادیوںؑ نے ماتم کیا اور پھر وہ گھوڑا بیبیوںؑ کو لاشِ حسینؑ تک لے گیا، ماتم کیا اور روتا رہا۔ لہٰذا شیعہ اس گھوڑے کی شبیہ بنا کر اس طرح اس ماتم کی اس سنت کو قائم کرتے ہیں۔

اہلِ عرب کی رسم تھی کہ خون آلودہ گھوڑا، مشقوق القباء یعنی قبا پھرا کر اپنی قوم کے سامنے جاتے اور یا غوشاہ یا غوشاہ کی آوازیں نکالتے تھے۔ قوم دیکھ کر جوش میں آتی جیسا کہ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۵۵۸ میں لکھا ہے کہ شیث جب مصعب بن زبیر کے پاس مختارؓ کے ہاتھوں روتا ہوا آیا تو اُس نے یہ حالت بنائی ہوئی تھی۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کے تحت تمام قبائل کی ایسی داد و فریاد کو بند کر دیا سوائے محبت اہلِ بیتؑ کے سب ختم کر دیئے اور لا یحب اللہ الجھر سوائے ماتم مظلومؑ کے سب ماتم بند کر دیئے۔

لہٰذا اب نہ غیر کا ماتم ہو سکتا ہے اور نہ غیر کا ذوالجناح نکالا جا سکتا ہے، نہ سوائے یا حسینؑ وائے حسینؑ کے ندبہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اب صرف دینِ محمدؐ کا مذہب آلِ محمدؐ کا مذہب ہے۔ نہ دین کے سوا جہاد جائز ہے نہ سوائے آلِ محمدؐ کے ماتم جائز ہے۔

یہ مسئلہ محبت کا ہے، علمِ کلام کا نہیں۔ نص قطعی ضروری ہے قرآن و حدیث

ہے۔ تاریخ حکمائے کرام نیک بندوں کے شعائر سے اس کے شواہد اور نظائر کا مل جانا کافی ہے۔

آخری باب المراثی

اب میں چند مرثیے عربی اور اردو کے نقل کرتا ہوں تاکہ ذکرِ مصائب بھی شامل ہو جائے۔ جناب زینبؑ بنتِ عقیل کا مرثیہ اہل بیتؑ کی شام سے مدینہ میں آمد پر۔

فلما دخلوها خرجت امراة من بني عبد المطلب ناشرة شعرها واضعة كمها على راسها تتلقاهم وهي تبكي. (البدایہ والنہایہ، ابن کثیر، ج ۸، ص ۱۹۷)

''جب اہل بیتؑ قید شام سے رہا ہو کر مدینہ آئے تو بنی عبد المطلبؑ کی ایک عورت اس کے سر کے بال کھلے ہوئے سر پر آستین رکھے ہوئے روتی ہوئی سامنے آئی اور یہ مرثیہ پڑھا:

ماذا تقولون اذ قال النبي لكم
ماذا فعلتم و انتم آخر الامم
بعترتي و اهلي بعد مفتقدي
منهم اسارى منهم ضرجو بدم
ما كان هذا جزائي اذ نصحت لكم
ان تخلفوني بسوء في ذوي رحم

''اور امت محمدیہؐ کے لوگو! کیا جواب دو گے جب تم کو نبی کریم کہیں گے کہ تم آخری امت ہو کر میری اہل بیتؑ سے یہ کیا کیا

کہ میرے بعد ان میں سے کوئی قیدی ہے؟ کوئی خاک و خون میں آلودہ پڑا ہے؟ کیا میری نصیحت کی یہی جزا تھی کہ میرے اہل بیتؓ کے ساتھ یہ سلوک کرو گے"۔

قتل حسینؓ کی شب کو ہاتف غیبی کا مرثیہ

عمر بن عکرمہ کہتے ہیں کہ جب امامِ حسینؓ قتل ہو گئے تو ہماری ایک کنیز نے کہا کہ رات غیب سے یہ آواز آتی رہی ہے:

ایھا القاتلون ظلماً حسینا

کل اھل السماء یدعوا علیکم

لقد لعنتم علی لسان بن داوود

ابشروا بالعذاب و التنکیل

من نبی و ملك قبیل

و موسٰی و حامل الانجیل

"اور ظلم سے حسینؓ کو قتل کرنے والو! تم کو عذاب اور لعنت کی بشارت ہو۔ سب اہل آسمان تم پر لعنت کرتے ہیں۔ خواہ وہ نبی ہیں یا فرشتے یا کسی اور قسم سے ہیں۔ تم تو پہلے ہی داؤدؑ، موسیٰؑ اور حامل انجیل عیسیٰؑ کی لعنت کیے گئے ہو"۔

(البدایہ والنہایہ، ج ص ۱۰۵)

مقتل حسینؓ میں متقدمین کا مرثیہ

جاؤُ براسك یا ابن بنت محمد

مرمل بدمائه ترمیلاً

، و كانما بك يا ابن بنت محمد

قتلوا جهاداً عابدين رسولاً

ويكبرون بان قتلت انما

قتلوبك التكبيرو التهليلاً

قتلوك عطشانا و لم يتدبروا

فی قتلك القرآن و التنزيلاً

"محمد ﷺ کی لخت جگر فاطمہؑ بنتی کے بیٹے یہ تیرے سر کو خون اور ریت میں لت پت کر کے آئے ہیں۔

اے بنت محمدؐ کے بیٹے! گویا انھوں نے قتل کر کے تجھ کو، سچ سچ رسولؐ اللہ کو قتل کر دیا۔ تجھ کو پیاسا قتل کر دیا۔ تیرے باب میں قرآنِ مجید اور اس کے آسمان سے نازل ہونے میں کچھ بھی تدبر و غور نہ کیا۔ تجھ کو قتل کر کے تکبیر و تہلیل کو قتل کر دیا۔ یعنی اللہ اکبر کی تکبیر و تہلیل انھوں نے قتل کر دی"۔

جنّات کے مراثی

اہلِ کربلا ہمیشہ جنّات کا نوحہ امامِ حسینؑ پر کربلا میں سنتے ہیں:

مسح الرسول جبينه

فله بريق فی الخدود

أبواه عليا من قريش

جده خير الجدود

خرجوا به وفداً اليه

فهم له شر الوفود

قتلوا ابن بنت نبيهم

سكنوا به ذات الخدود

(البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۰۰)

"کربلا کا مقتول حسینؓ وہ ہے جس کی پیشانی کو رسول اللہؐ نے بوسے دیئے۔ جن میں نوری چمک ہے۔ اس کے آباء و اجداد قریش کے اونچے خاندان بنی ہاشم جو سب سے بزرگ تھے، اس کے قتل کے لیے بدترین وفد بن کر آئے۔ انھوں نے آ کر اپنے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا قتل کر دیا اور اپنے کینوں کی آگ کو بجھایا"۔ لعنۃ اللہ علیہم اجمعین!

اقتباس از مرثیہ میر انیس

اعلی اللہ مقامہ نور اللہ مرقدہ

جب کہ خاموش ہوئی شمع امامت رن میں

دن کو پیدا ہوئی ظلمت کی علامت رن میں

اور تڑپنے لگا سرو سا قامت رن میں

صاف ظاہر ہوئے آثار قیامت رن میں

بیبیاں ڈیوڑھی پہ چلاتی ہیں کھولے ہوئے سر

ہائے فرزندِ علیؑ ہائے محمدؐ کے پسر

کہتی تھی پیٹ کے سر زینبؑ تفتیدہ جگر
سبط احمدؐ تیری مظلومی کے صدقے خواہر
تم نے پردیس میں منہ بہنوں سے موڑا بھائی
آپ جنت کو سدھارے ہمیں چھوڑا بھائی
گھر میں زہراؑ کے تو ماتم ہے ستم گاروں میں عید
روزِ عاشور کو سمجھے تھے لعین روزِ سعید
غل تھا سجدے میں ہوا فاطمہؑ کا لال شہید
آلِ احمدؐ پہ ظفریاب ہوئی فوج یزید
قتل فرزند ہوا غالب ہر غالب کا
کٹ گیا باغ علی ابن ابی طالبؑ کا
اپنے خیمے میں ادھر بیٹھا تھا کرسی پہ عمر
کہ خبرداروں نے ناگاہ یہ دی آکے خبر
لے مبارک ہو کہ مارا گیا زہراؑ کا پسر
فاطمہؑ روتی رہی کاٹ لیا شمر نے سر
خیمے کی ڈیوڑھی پہ سیدانیاں چلاتی ہیں
بیٹیاں فاطمہؑ کی رن میں چلی آتی ہیں
ذبح کے وقت کا احوال سناؤں تجھے کیا
زینبؑ آپہنچی تھی شبیرؑ تلک ننگے پا
سر برہنہ تھے نبی پیٹتے تھے شیرِ خدا
رکھے دیتی تھی گلا تیغ کے نیچے زہراؑ

جب علیؑ ہاتھ پکڑتے تھے تو ہٹ جاتی تھی
پھر تڑپ کر شاہ بے کس سے لپٹ جاتی تھی
ماں کے احوال پہ روتا تھا علیؑ کا جانی
ہونٹ سوکھے ہوئے تھے پیاس کی تھی طغیانی
مجھ سے دو مرتبہ منہ پھیر کے مانگا پانی
سبط احمدؐ کی کوئی بات نہ میں نے مانی
زیر شمشیر گلوئے شہ خوش خو دیکھا
آسمان ہل گئے جب سینے پہ زانو دیکھا
ضرب اول میں شہ دین نے کہا بسم اللہ
دوسری بار پکارے مدد یا جداہ
تیسری ضرب میں آئی یہ صدائے جانکاہ
بخش دے حشر میں میرے شیعوںؑ کے گناہ
پھر نہ کچھ حضرت شبیر کی آواز آئی
جب گلا کٹ گیا تکبیر کی آواز آئی

سیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

اللھم تقبل منی ھدیۃ لمحمد وآلِ محمد

اقتباس از

یادِ محرم

تالیف

مبلغِ اعظم وکیلِ آلِ محمدؐ

حضرت مولانا محمد اسماعیل مرحوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالْفَجْرِ ○ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ○ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ○ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ○ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ○ (سورۂ فجر ۱-۵)

"قسم ہے فجر کی اور دس متبرک اور بزرگ راتوں کی جفت اور طاق یعنی دسویں اور نویں کی اور اس رات کی جو مشکل سے گزری! اس میں صاحب عقل کے لیے بڑی قسم ہے"۔

حضرات! محرم الحرام کی چاند رات ہوگئی — محرم کا چاند نکل آیا — ماتم کا موسم آ گیا — رونے کے دن آ گئے — غم کی راتیں آ گئیں — اب غمِ حسینؑ دوچند ہو جائے گا — ماتمیوں کا نالہ وشیون بلند ہو جائے گا — مرثیہ خوانیاں ہوں گی — اشک افشانیاں ہوں گی — سینہ کوبیاں ہوں گی — چشم آشوبیاں ہوں گی — جلوس نکلیں گے — زنجیر چلیں گے — علَم بلند ہوں گے۔ الغرض کسی مظلوم کا ماتم منایا جائے گا، بھولی ہوئی دنیا کو غمِ حسینؑ یاد دلایا جائے گا — فلسفۂ شہادت سنایا جائے گا — ظالم اور مظلوم کا فرق بتایا جائے گا۔ حق کے رُخ اَنور سے باطل کا حجاب سرکایا جائے گا — امامت حقہ اور خلافتِ الٰہیہ کا مصداق و مستحق قرآن اور حدیث اَنوار سے دکھلایا جائے گا۔ کرب و بلا کے معرکے سنائے جائیں گے — امامِ حسین علیہ السلام کی شہادت — علی اکبرؑ کی جوانی، علی اصغرؑ کی تشنہ دہانی، قاسمؑ کی پامالی، عباسؑ کے شانے — زینب سلام اللہ علیہا کی چادر، سکینہؑ کی یتیمی — تاراجی خیام، قیدِ شام کے مناظر دکھائے جائیں گے۔

حضرات! عشرہ محرم حق و ... آرائی افواج باطل کی چڑھائی اور

مظلوموں کی صحراؤں میں تنہائی کے دن ہیں۔

حضرات! ماتم تو سارا سال ہوتا ہے مگر یہ ماتم کے خاص ایام ہیں کیونکہ موسم میں آ کر ہر چیز دو چند ہو جاتی ہے۔ سال میں اسلامی نقطہ نظر سے تین عشرے منائے جاتے ہیں۔ پہلا عشرہ رمضان شریف کا آخری عشرہ ہے ــــ جو نزول قرآن کا عشرہ ہے، لیلۃ القدر کا عشرہ ہے، اعتکاف کا عشرہ ہے۔ شہادتِ علیؑ کا عشرہ ہے، قرآنِ صامت کے نزول کا عشرہ ہے، قرآنِ ناطق کے عروج کا عشرہ ہے ــــ جس میں یاد خدا پہلے سے بڑھ کر منائی جاتی ہے۔ مباح و جائز لذات بھی ترک کرنا پڑتی ہیں۔ مساجد میں قیام و دوام اور بلا اشد ضرورت کے نکلنا حرام ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں سے افضل ہوتی ہے اور تمام مسلمان اس کو رسوم و قیود کی پابندی سے مناتے ہیں۔

دوسرا عشرہ ماہ ذوالحجہ

اس عشرہ میں حجاج کرام اطراف و اکناف عالم سے شہر مکہ معظمہ میں جمع ہوتے ہیں۔ احرام بستہ بحالت خستہ امیر و فقیر پا برہنہ و سر برہنہ ایک لباس میں یاد اسماعیل اور ابراہیم علیہما السلام منانے کے لیے آتے ہیں۔ بیت اللہ کا والہانہ طواف درویشی و رہبانیت کے نمونے کہیں رمی الجمرات ہے تو کہیں صفا و مروہ کے طواف، عرفات میں حاضری و ہجوم، لبیک و سعدیک کے نعرے بلند ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں مقام منیٰ کی قربانیاں آمد و رفت میں تکبیر و تہلیل کی کثرت سب اس عشرہ کے خواص ہیں۔ یہ حضرت اسماعیلؑ کا عشرہ ہے۔ آلِ ابراہیمؑ کا عشرہ ہے۔ رضا و تسلیم کا عشرہ ہے۔ یہ حضرت اسماعیلؑ کی پیاس کا عشرہ ہے۔ حضرت ہاجرہ کی یاس کا عشرہ ہے۔

الغرض یہ ذبح عظیم کے خواب کا عشرہ ہے ــــ تعبیر خواب کا عشرہ ہے۔ ذبح عظیم کے مصداق کا عشرہ اس کے بیس (۲۰) دن بعد آتا ہے جس کو مسلمان بڑی بے اعتنائی سے گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہائے حسینؑ تیری قسمت! کتنی عزت اور کیسی مصیبت تیرا عشرہ بھی نذر غفلت ہو گیا۔

وہ تیسرا عشرہ محرم الحرام کا پہلا عشرہ ہے

جو شہیدانِ کربلا کی غربت اور کربت کا عشرہ ہے ــــ آلِ محمدؐ کی وطن سے فرقت کا عشرہ ہے ــــ حسینؑ کی شہادت کا عشرہ ہے ــــ زینبؑ کی بے ردائی کا عشرہ ہے ــــ حق و باطل کی معرکہ آرائی کا عشرہ ہے یعنی اسلام کی عقدہ کشائی کا عشرہ ہے ــــ یہ وہ عشرہ ہے جس میں زینبؑ کے سر کے بال کھل گئے ــــ حسینؑ کے نونہال رُل گئے۔ سیدزادیاں جنگل میں بے سہارا ہو گئیں ــــ محمدؐ کی بہو بیٹیاں بے چادر ہو گئیں۔ اس عشرہ میں ابن رسولؐ بے گناہ مارا گیا۔ ہائے! بے گور و کفن گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے پامال کیا گیا، خیام لُٹ گئے، حرم پٹ گئے۔ نعشوں کی پامالی ہوئی ــــ اُمِ ربابؑ کی گود خالی ہوئی اس میں سکینہؑ یتیم ہوئی ــــ زینبؑ بے ردا ہوئی یعنی اس کی پہلی سے لے کر دسویں تک چمنستانِ محمدؐ اجڑ گیا۔ بارہویں کو قیدیوں کا قافلہ روانہ ہوا مگر ہائے افسوس جب ماہ رمضان کا عشرہ آیا، نزول قرآن کا عشرہ آیا تو مسلمان ہمارے ساتھ تھے، مساجد میں معتکف تھے، ترکِ لذات کے معترف تھے۔ اور جب ذوالحجہ کا عشرہ آیا یادِ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ میں دوش بدوش تھے سر برہنہ و بے پاپوش تھے۔

احرام باندھنے، سر منڈوانے، سعی و طواف بجالانے میں سب ہمارے ساتھ

تھے، سعی وری یکساں تھی قربانی وصدی برابر تھی لیکن جب محرم کا عشرہ یعنی ابن رسولؐ کی بے کفنی کے دن آئے تو اس کی یاد منانے میں ہم تنہا رہ گئے، اب نہ کوئی غم میں ساتھ ہے نہ ماتم میں پاس ہے، نہ عزاداری میں کسی کا ہاتھ ہے نہ ہمارے ساتھ غمِ حسینؑ میں کوئی روتا ہے، نہ ماتم میں شامل ہوتا ہے، نہ کوئی پا برہنہ ہے، نہ کوئی سر برہنہ، نہ کوئی سیاہ پوش ہے، نہ کوئی کفن بردوش ــــ صرف شیعیانِ حیدرِ کرار ہیں جو یادِ مظلوم منا رہے ہیں اشکِ غم بہا رہے ہیں، مجالس میں جوق در جوق آ رہے ہیں۔

سیاہ پوش ہیں اور غم میں بے ہوش ہیں، مجالس برپا کر رہے ہیں۔ پیسے کو پانی کی طرح بہا رہے ہیں، کبھی علم اٹھائے جا رہے ہیں تو کبھی قاسمؑ کی مہندی کی رسم منا رہے ہیں، کہیں علی اصغرؑ کا جھولا ہے تو کہیں قاسمؑ کا سہرا، کہیں حضرت کے باوفا گھوڑے کی شبیہ ذوالجناح آ رہی ہے تو کہیں ابن رسولؐ کی بے دفنی کو یاد کر کے تعزیہ شبیہ جنازہ اٹھایا جا رہا ہے۔

پیاسِ امامؑ کی یاد میں سبیلیں لگائی جا رہی ہیں۔ ماتمیوں کے ہجوم مثل نجوم روتے پیٹتے ھائے حُسَیْنَاہ! وائے حُسَیْنَاہ پکارتے جا رہے ہیں۔ سینہ کوبی اور زنجیر زنی کی جھنکار ہر طرف سے سنائی دے رہی ہے۔ یہ سب حُب دارانِ آلِ عبا کا جذبہ ہے یعنی جن پر غمِ آلِ عبا کا غلبہ ہے، یہ سب کچھ ان کے دم بہ قدم سے ہو رہا ہے۔

اہلِ اسلام کچھ تو خاموش ہیں، کچھ بدعت و شرک کے فتوے لگا رہے ہیں، کچھ صبر کی آیات سنا کر غم کا جذبہ مٹا رہے ہیں کچھ شہادتِ حسین علیہ السلام کو ملک گیری اور سیاست کا جھگڑا بتلا رہے ہیں۔ الغرض ہزار حیلے بہانے کر کے ابن رسولؐ کے بے گناہ قتل کو پردۂ غفلت اور تعقیب میں چھپا رہے ہیں۔ خون ناحق کے استغاثہ کو خود ساختہ فتوؤں کے سہارے دبا رہے ہیں۔ نہ ان کو دردِ سکینہؑ کی خبر ہے، نہ صغراؑ

کے فراق کہ نہ عباسؑ کی وفا کی، نہ زینبؑ کی ردا کی، نہ حسینؑ کے وداع کی، نہ تاراجی خیام نہ قید شام کی۔ یہ سب کچھ سوچی سمجھی سکیم کے تحت خونِ حسینؑ پر مٹی ڈالی جارہی ہے۔ دردِ آلِ محمدؐ سے یہ جماعت خالی جارہی ہے۔

حالانکہ عشرۂ ماہ محرم کا ذکر قرآنِ پاک، حدیث سرورِ لولاک میں موجود ہے۔ دیکھیے!

وَالْفَجْرِ ○ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ○ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ○

عشرۂ محرم الحرام کا ذکر قرآنِ مجید میں ہے: اگرچہ تفسیروں میں ان آیات کے تحت ہر سہ احتمال مذکور ہیں کہ عشرۂ ذوالحجہ مراد ہے چنانچہ اکثر روایات مخالف و مؤلف ہیں اور اس کی مؤید ہیں۔

احتمال دوم

عشرہ آخر رمضان المبارک کا احتمال ہے لیکن اسلوبِ قرآن اور مضمون بیان پر تحقیق کرنے سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ فجر سے مراد فجر عاشورہ ہے جس کی شام سے پہلے پہلے آلِ محمدؐ کے نوجوان اور بچے بوڑھے سب قربان ہو گئے اور آلِ محمدؐ کے گھر ویران ہو گئے۔ بنی ہاشم کے صحن سنسان ہو گئے۔ اور دس راتوں سے مراد عشرہ محرم کی ہی دس راتیں ہیں جو غریبوں نے لق و دق صحراؤں میں گزاریں۔ آندھیوں اور ہواؤں میں گزاریں۔ رو رو کے گزاریں۔ گرم آنسوؤں سے منہ دھو دھو کر گزاریں۔ بچوں نے فرشِ صحرا پر سو سو کر گزاریں۔ مخدراتِ عصمت و طہارت نے بین کر کر کے گزاریں۔ حسینؑ کی بچیوں نے مقام یاس و آس میں مر مر کے گزاریں۔ شفع سے دسویں رات شبِ قتل مراد ہے۔ جس کے امام مظلوم نے تین حصے کیے۔

حصّہ اول اصحاب میں گزارا۔ حصّہ دوم اہل وعیال میں گزارا، حصّہ سوم یاد خدا اور تلاوتِ قرآن میں گزارا۔ کیونکہ قسم کے بعد مقسم منہ ارم عاد یعنی شداد اور ثمود کا ذکر ہے۔

اَلَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ○ وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ○ کا مذکورہ ہے کہ ہر سہ بادشاہ ظالم گزرے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ظالموں کی حکمرانی اور مظلوموں کی یاد دہانی مقصود ہے۔ ورنہ عشرۂ رمضان یا عشرۂ ذوالحجہ کا ان ظالم حکمرانوں سے کیا تعلق؟ اور کیا مشابہت ہے؟

دوسرا اس سورہ کا نام ہماری تفسیروں میں سورۂ حسینؑ آیا ہے۔ چنانچہ تفسیر صافی میں ہے:

> ابن بابویہ باسنادہ عن داؤد بن فرقد عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال اقرؤا سورۃ الفجر فی فرائضکم ونوافلکم فانہا سورۃ الحسین بن علی من قراھا کان مع الحسین یوم القیمۃ ان اللہ عزیز حکیم
>
> ”جو شخص سورۂ فجر کی تلاوت کرے گا بروز قیامت امامِ حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری تفسیروں میں جو روایات عشرہ ذوالحجہ کے متعلق ہیں وہ نقل غیر کے طور پر ہیں“۔

الغرض سورۂ فجر واقعاتِ کربلا کی تفسیر ہے۔ امامت حقّہ کے مقابلے میں باطل کے غلبہ ظاہری کی تحقیر ہے جو لوگ غلبۂ ظاہری کو دلیل حقانیت ٹھہراتے ہیں۔ ان کے منہ پر ایک طمانچہ ہے کہ شداد اور عاد اور فرعون ذوالاوتاد سے بڑھ کر غلبۂ ظاہری و سلطنت قاہری کس کو نصیب ہوئی کہ دنیا میں بہشت بنا گئے۔ غرور شاہی میں اتنے

بڑھے کہ خدا کہلا گئے۔ ہزارہا بچوں کا خون ناحق گردن پر لے کر چل بسے۔ سچ ہے:

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں

توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

مگر پھر بھی تمام [illegible] جن کو [illegible]

[illegible]

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى [illegible] فِي الْأَرْضِ

وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ○ (القصص/۵)

"ہم چاہتے ہیں کہ ان پر احسان کریں جو زمین پر کمزور بنائے جارہے ہیں کہ دین میں ان کو پیشوا بنائیں اور زمین کا ان کو وارث بنادیں"۔

آیت سے معلوم ہوا کہ غلبہ ظاہری خواہ بیٹے ذبح کرنے اور بیٹیوں کو زندہ رکھنے تک پہنچ جائے مگر امام برحق نہیں ہوسکتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو پیشوائے دین ہوئے وہی وارث زمین ہوئے۔ خلیفۃ اللہ فی الارض کا اور وارث زمین کا مفہوم واحد ہے۔

سورۂ فجر میں خالق نے تین متشددوں اور متغلبوں کا ذکر کرکے اشارہ سمجھادیا ہے کہ ہر سہ باایں ہمہ عدل و داد و انتظام و شداد خلیفہ برحق نہ تھے ان کا زمانہ سلطنت إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ کا مصداق تھا کہ "تیرا رب اب گھات میں ہے"۔ وقت آنے پر پکڑلے گا۔ وقتی اور ظاہری جاہ و جلال دلیل حقانیت نہیں ہے۔ امام برحق وہی تھے جن کے بچے ذبح ہوگئے اور بچیاں زندہ رکھی گئیں۔ دس راتوں اور ایک فجر میں جو کچھ ہوا وہ ظلم و جور کا مظہر اتم ہے اور ان کا برداشت کرنے والا دنیا کا

پیشوائے اعظم ہے اور شہید جور و ستم ہے اس کو غلبہ سے مٹانے والے شداد اور عاد ہیں بلکہ فرعون ذوالاوتاد ہیں۔ دس راتوں میں کیا ہوا؟

دوسری کو حضرت امام حسین علیہ السلام وارد کربلا ہوئے۔ ساتویں کو پانی بند ہوا [illegible] قتل [illegible] امام مظلوم [illegible] شہادت ایک جماعت کی [illegible]

ہر سال غم حسینؑ کیوں؟

غم حسینؑ کی محافل و مجالس، جلوس جلسے، ماتم مراثی تو بفضلہ تعالیٰ پورا سال جاری و ساری قائم و دائم رہتے ہیں۔ ہاں سال کے بعد ایام محرم میں اس غم کی تجدید و تاکید میں کثرت و حرکت ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ سو اس کا وہی فلسفہ ہے کہ ہر سال عید کیوں؟ شب برات کیوں؟ حج کیوں؟ قیام عرفات کیوں؟ رمضان کیوں؟ تراویح کیوں؟ کثرتِ تلاوت کیوں؟

اگر یہ جواب ہو کہ یہ دن قرآن کے وجوب و نزول و آغاز و امتیاز کے دن ہیں تو یہی فلسفہ اس میں بھی کارگر ہے کہ محرم الحرام کا عشرۂ اوّل شہادت امام حسینؑ کے دن نزول بکربلا کے دن بندشِ آب بر آلِ عبا کے دن ہیں۔

شہادت ذوالقربیٰ اور قربانی سید الشہداءؑ کے دن ہیں۔ پامالی نعش شہیداں اور تاراجی خیام کے دن ہیں، لہٰذا ان میں ان مظلوموں کی یاد برائے تجدید عہد بہ غم حسینؑ ضروری ہے تاکہ قلوب محبان آلِ عبا سال بھر کے لیے سرشار غم حسینؑ اور چشمیں اشکبار بماتم سید الثقلین ہو جائیں اور تحلیل شدہ جذبہ غم کی دوبارہ تجدید و تکمیل ہو جائے۔

سو اس کا ذکر و حکم قرآن مجید اور حدیث شریف میں موجود ہے۔ اوّل کتاب اللہ

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝

"قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی"۔

ان دس راتوں سے تین عشرے عند المفسرین مراد لیے گئے ہیں۔ "اوّل عشرہ ذوالحجہ" کہ ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا عشرہ ہے "دوم عشرہ رمضان المبارک" کا آخری عشرہ ہے جو نزول قرآن کریم کا عشرہ ہے "سوم عشرہ محرم الحرام" شہیدانِ کربلا کا عشرہ ہے اور ذبیحان نینوا کا عشرہ ہے حسین علیہ السلام کا عشرہ ہے۔ دیکھو تفسیر در منثور، ص ۳۴۶:

أخرج محمد بن نصر فی کتاب الصلوٰۃ عن ابی عثمان قال کانوا یعظمون ثلاث عشرات العشر الاوّل من المحرم و العشر الاوّل من ذوالحجۃ و العشر الأخر من رمضان.

"محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں ابو عثمان سے روایت کی ہے کہ اسلام میں تین عشرے قابل تعظیم اور قابل احترام ہیں: محرم الحرام کا عشرہ اوّل، دوم: ذوالحجہ کا عشرہ اوّل اور رمضان شریف کا عشرہ"۔

آخر اگرچہ ہر سہ عشرے قابل تعظیم واحترام ہیں مگر سورۂ فجر میں فجر سے صبح عاشورا اور دس راتوں سے پورا عشرہ محرم کا احتمال زیادہ قوی اور مطابق سیاق کتاب اللہ ہے۔

کیونکہ اس سورہ میں ایک فجر اور دس راتوں شفع و وتر چلتی ہوئی رات کی قسم کے بعد تصریح ہے کہ یہ قسم عقل مندوں کے لیے ہے اور اس کے بعد تین جابر سلطنتوں کا ذکر جن کا خدا کے پاک بندوں سے مقابلہ ہوا۔

اوّل قوم عاد، دوم ثمود سوم فرعون ذی الاوتاد ــــ جس کے ہاتھوں بنی اسرائیل کے مظلوم بچے ذبح ہوئے اور بیٹیاں زندہ رہیں۔ یہ قرآن صاف بتلا رہے ہیں کہ فجر سے صبح عاشورا اور دس راتوں سے اس مظلوم کا عشرہ محرم مراد ہے جس کا مقابلہ جابر سلطنت سے ہوا۔ جس میں بنی اسرائیل کے بچوں کے ذبح کی یاد تازہ ہوئی اور بیٹیوں کے زندہ رہنے سے دختران آل محمدؐ کی فریاد بلند ہوئی اور اسیری کی یاد بھی ہوئی۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:

سوم دہ اول محرم است کہ ایام کربت و غربت شہداء است و ثواب بے حساب صبر و رنجی کہ در راہِ خدا کشیدہ اند بہ ارواح مقدس آنہا در آن دہ نازل میشود (تفسیر عزیزی، ص ۱۵۹، پارہ عم)

”تیسرا عشرۂ محرم الحرام کا پہلا عشرہ ہے۔ شہیدانِ کربلا کی غربت و مصیبت کے ایام ہیں۔ جو صبر و رنج انھوں نے راہِ خدا میں اُٹھائے اس کا ثواب بے حساب ان کو اس عشرہ میں ملتا ہے“۔

شہیدانِ تشنہ لب کی یاد میں انبیاء کا روزہ

یہی وجہ ہے کہ اس عشرہ میں انبیاء سابقین اور ان کی اُمتیں ان دنوں کو بھوک اور پیاس کے دن سمجھ کر روزہ رکھتے رہے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عاشورا یوم کانت تصومہ الانبیاء (تفسیر درمنثور، ج ۶، ص ۳۴۵، ج ۶ ص ۵۷۹ چاپ جدید)

"یوم عاشورا کا بھی انبیاء روزہ رکھتے ہیں۔ یہ امم سابقہ میں
اس دن کی یاد ہے"۔

اور تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۳۹۳ میں ہے:

و ثانیھا انھا عشر المحرم من اولہ الی آخرہ و ھو
تنبیہ علی شرف تلک الایام و فیھا یوم عاشورا

علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں: "فجر اور دس راتوں دوسرا
قول مفسرین یہ ہے کہ اس سے مراد محرم کے پہلے دس ایام ہیں
اور یہ ان کے شرف اور فضل پر دلیل ہے"۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ان دس ایام میں دین کی کوئی بڑی خدمت ہوئی ہے ورنہ فائدہ دینی کے علاوہ ان دس ایام کے افضل و اشرف ہونے کا کوئی مطلب نہیں۔ معلوم ہوا کہ شہادتِ حسینؑ کے یہ مخصوص ایام از اول تا آخر احیاء اسلام کے لیے ہی مخصوص تھے۔ جب دن افضل ہیں تو شہادت بھی افضل ہوگی۔ اور ہر سال غمِ حسینؑ کا فلسفہ بھی کھل گیا کہ اگرچہ تمام سال مکہ معظمہ میں نماز، زیارت، عمرہ، اعمال صالحہ ہوتے ہیں مگر ذوالحجہ کے عشرہ اول میں جو عمل صالح بجالایا جائے وہ ہزار مرتبہ افضل و اشرف ہوگا۔

جیسا کہ حدیثوں میں ہے کہ ان دس راتوں میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی رات کے برابر ہے۔ اور یہی حال رمضان المبارک کے عشرہ آخر کے ایام کا ہے۔ اس کی ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ہے اور یہی حال محرم الحرام کا ہے اگرچہ سال بھر غمِ حسینؑ اور ماتمِ حسینؑ ثواب ہے مگر ایام محرم میں ایک دن کا ماتم ایک سال کے ماتم کا ثواب

رکھتا ہے۔ اور ایک مجلس میں رونا سال کی مجالس میں رونے کا اجر رکھتا ہے، کیونکہ وہ شہادت کے ایام مخصوصہ ہیں۔

اسی لیے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ارباب بدعت از راہ جہالت تمام سال انتظار آں دو برائے اقامت رسم شیون و سینہ زنی و کتاب خوانی و مرثیہ خوانی و تصویر سازی و نوبت نوازی میکشند (تفسیر عزیزی، ص ۱۵۹، پارہ عم والفجر)

"اہل بدعت تمام سال سینہ زنی کتاب خوانی مرثیہ خوانی اور تعزیہ سازی کی رسموں کو قائم کرنے کے لیے اس عشرہ کا انتظار کرتے ہیں از راہ جہالت۔ نہ معلوم اس میں جہالت کیا ہے؟ جب یہ دن مظلوم کے لیے مخصوص ہیں تو غم و الم کا اہتمام کرنا ضروری ہے"۔

جیسا کہ قرآن خوانی اور قربانی کی تقریبات کا اہتمام ضروری ہے اور شاہ صاحب یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ماتم کناں کی نیت صحیح ہے کہ برائے محبت شہداء کرتے ہیں اگرچہ صورت شروع نہیں صورت کی بحث علیحدہ ہو جائے گی حقیقت نہیں۔ پہلے دونوں عشرے بھی عشرہ محرم کی تمہید کیونکہ ماہ رمضان کے روزے عاشور کے روزوں کا بدل ہیں اور عشرہ ذوالحجہ ذبح عظیم کا خواب ہے اور اصل ذبح عظیم جس کی یاد عاشور میں منائی جاتی ہے۔

سرکارِ دو عالمؐ شہدائے اُحد کی یاد ہر سال مناتے تھے

أخبرنا أبو الحسن بن الفضل القطان ببغداد. قال:

أخبرنا أبو سهل بن زياد القطان، قال: حدثنا عبد الكريم بن الهيثم قال: حدثنا محمد بن عيسى ابن الصباع، قال: حدثنا ابن عمران، عن موسى بن يعقوب، عن عباد بن أبي صالح، عن أبيه، عن أبي هريرة، قال: كان رسول الله ﷺ يأتي الشهداء فاذا أتى فرضة الشعب، يقول: السلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار، ثم كان أبوبكر بعد النبي يفعله، و كان عمر بعد أبي بكر يفعله، و كان عثمان بعد عمر يفعل ذلك (دلائل النبوة، ج ۳، ص ۳۰۶)

قال الواقدی: كان النبي ﷺ يزورهم كلّ حول، فاذا بلغ نقرة الشعب يقول: "السلام" عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدّار ثم كان أبوبكر يفعل ذلك كلّ حول، ثم عمر، ثم عثمان، و كانت فاطمة الزهرا بنت رسول الله تأتيهم فتبكی عندهم، وتدعو لهم، و كان سعد يسلّم ثم يقبل على أصحابه فيقول: ألا تسلّمون على قوم يردّون عليكم، ثم حكى زيارتهم عن أبي سعيد و أبي هريرة و عبدالله بن عمر و أم سلمة رضی الله عنهم (البداية و النهاية، ج ۳، ص ۱۸۰)

"حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ حضور پرنور ﷺ شہدائے اُحد

کی قبروں پر آیا کرتے تھے اور جب احد کی پہاڑی کے شعب پر آتے اور قبریں نظر آتیں تو یہ پڑھتے "السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" کہ تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے تم پر سلام ہو اور تمہارا آخرت میں بہتر مقام ہوگا اور اس کے بعد ابوبکر، عمر، عثمان بھی یہی یادگار مناتے تھے۔ ذرا سالانہ شہداء کی یادگار منانے والے اعتراض کرنے والے اپنے بزرگوں کی سنت کا خیال کرتے"۔

حضرت فاطمۃ الزہراؑ ہر سال شہدائے اُحد پر روتی تھیں

وکانت فاطمة الزهرا بنت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فتبكی عندهم و تدعولهم. (تاریخ ابن کثیر، ج۵، ص ۳۵۴، دلائل النبوۃ، ج ۳، ص ۳۰۹)

"حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا شہدائے اُحد پر ہر سال آتی تھیں اور روتی تھیں"۔

الغرض: لیجیے سنت رسولؐ اور سنت خلفاء اور سیرت حضرت فاطمۃ الزہراؑ ہر سال شہدائے اُحد کا غم منانا اور ان کی قبور پر جانا ان کی زیارت پڑھنا اور ان کے غم میں رونا ثابت ہوگیا لہٰذا اگر ہر سال غم سید الشہداء منایا جائے تو عین سنت رسولؐ اور سنت صحابہ ہے۔

زیارتِ قبور سے متعلق ایک ایمان افروز روایت

وحدثني عن مالك . عن أبي النضر مولی عمر بن

عبیداللہ : أنه بلغه أن رسول اللہ ﷺ قال لشهداء أحد: "هٰؤلاء أشهد عليهم". فقال أبوبكر الصديق: ألسنا يا رسول الله باخوانهم؛ أسلمنا كما أسلموا. وجاهدنا كما جاهدوا.

فقال رسول الله ﷺ "بلیٰ . ولكن لا أدري ما تحدثون بعدي- فبكیٰ أبوبكر. ثم قال: أئنا لكائنون بعدك؛ (الموطا امام مالک، ج ۲، ص ۱۸، ح ۳۲، کتاب الجہاد)

"تحقیق رسالت مآب نے شہدائے اُحد کی قبور پر کھڑے ہو کر فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی ایمان کی میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ دنیا سے سلامتی ایمان کے ساتھ رخصت ہوئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسولؐ اللہ! کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں؟ ہم ایسے اسلام لائے جیسے یہ لائے! اور ہم نے ایسے جہاد کیا جیسے انھوں نے کیا "البتہ یہ شہید ہوگئے اور ہم بچ گئے" آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ لیکن میں نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا کرو گے؟"

حدیث حوض از بخاری شریف، ج ۲، ص ۱۰۳۵، ح ۴۹۰۷:

حدثنا موسى بن اسماعيل حدثنا أبو عوانة عن مغيرة عن أبي وائل قال عبدالله قال النبي ﷺ أنا فرطكم على الحوض ليرفعن الىّ رجال منكم حتى اذا أهويت لأناولهم اختلجوا دوني فأقول أي ربّ

أصحابي يقول لا تدري ما أحدثوا بعدك.

"عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا: میں بروز قیامت حوضِ کوثر پر تمہارا منتظر ہوں گا۔ اسی دوران تم میں سے بعض کو میرے پاس لایا جائے گا پھر تم کو مجھ سے دُور کر دیا جائے گا اور فرشتے ان کو ہانکتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جائیں گے میں کہوں گا یا اللہ! یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ خدا فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپؐ کے بعد کیا کیا تھا یہ تو آپؐ کے بعد دوبارہ پچھلے پاؤں پلٹ گئے تھے"۔

ذرا حدیث حوض کو سامنے رکھ کر اور اس حدیث کو ملا کر نتیجہ خود نکالیے۔

غم حسینؑ میں رسولِ خدا کی حالت زار

قال الطبراني حدثنا أحمد بن رشدين المصري، ثنا عمرو بن خالد الحراني، حدثنا ابن لهيعة، عن أبي الأسود، عن عروة ابن الزبير، عن عائشة قالت: دخل الحسين بن علي علیہ السلام على رسول الله ﷺ وهو يوحى اليه، فنزا على رسول الله ﷺ وهو منكب، و لعب على ظهره فقال جبريل - لرسول الله ﷺ: أتحبه يا محمد؟ قال: "يا جبريل و مالي لا أحب ابني" قال: "فان امتك ستقتله من بعدك" فمد جبريل

يده فأتاه بتربة بيضاء فقال: في هذه الأرض يقتل ابنك هذا يا محمد و اسمها الطف. فلما ذهب جبريل من عند رسول الله ﷺ خرج رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم و التربة في يده يبكي فقال: "يا عائشة ان جبريل - أخبرني أن الحسين ابني مقتول في أرض الطف و ان أمتي ستفتتن بعدي" ثم خرج الى أصحابه فيهم علي عليه السلام و أبوبكر و عمر و حذيفة و عمار و أبوذر و هو يبكي فقالوا: ما يبكيك يا رسول الله؟ فقال: "أخبرني جبريل ان ابني الحسين يقتل بعدي بأرض الطف و جاء ني بهذه التربة و أخبرني أن فيها مضجعه" (الطبراني في المعجم الاوسط، ج ۴، ص ۳۸۲، ح ۶۳۱۶، المعجم الكبير ۳/۱۰۷، ح/ ۲۸۱۴، ۳/۱۰۷، ح ۲۸۱۵، دلائل النبوة/ ۶/ ۴۷۰)

"بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریلؑ نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ زمین کربلا میں میرے بعد قتل کیا جائے گا اور یہ مٹی جبریل نے مجھے دی ہے اور کہا ہے کہ اس کی قبر اس زمین میں ہوگی"۔

غم حسینؑ میں سرکار دو عالمؐ کا بال پریشان اور خاک بر سر نظر آنا

قال الامام أحمد حدثنا عفان. نا حماد. قال: أنا عمار

بن أبي عمار، عن ابن عباس قال: رأیت النبی فیما یری النائم بنصف النهار قائل "اشعث أغبر بیده قارورة فیها دم" فقال: بأبي أنت و أمي یا رسول الله ما هذا.....؟ قال: "دم الحسین و أصحابه فلم أزل التقطه منذ الیوم" فأحصینا ذلك الیوم فوجدوه قتل فی ذلك الیوم .. قال المحقق اسناده صحیح.

(الامام احمد فی فضائل الصحابة، ج ۲، ص ۷۷۸، ح ۱۳۸۰، ج ۲، ص ۷۷۹، ح ۱۳۸۰، المسند احمد، ج ۱، ص ۲۴۲، ح ۲۱۶۶، ج ۱، ص ۲۸۳، ح ۲۵۴۹)

قال الترمذی حدثنا أبو سعید الأشج قال: حدثنا أبو خالد الأحمر. قال: حدثنا رزین قال: حدثنی سلمی قالت: دخلت علی أم سلمة وهی تبکی. فقلت: ما یبکیك؟ قالت: رأیت رسول الله ﷺ فی المنام "و علی رأسه و لحیته التراب" فقلت: مالك یا رسول الله قال: "شهدت قتل الحسین آنفاً". (وعنه ابن الاثیر فی اسد الغابة، ج ۱، ص ۵۷۱، التبریزي في مشکوة، ص ۵۷۲، ابن کثیر فی تاریخه، ج ۵، ص ۷۰۹، جامع الترمذی، ح ۳۷۷۱، المعجم الکبیر، ج ۲۳، ص ۳۷۳، ح ۸۸۲، المستدرک، ج ۴، ص ۲۰، ح ۶۷۶۴، الشریعة، ص ۷۸۹، ح ۱۶۶۵)

"ترمذی نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ اُم المومنین اُم سلمہ نے

حضور پُرنور ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا اور حضرت کے سر اقدس اور ریش اقدس پر خاک پڑی ہوئی نظر آئی ۔ پوچھا: حضورؐ! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: میرا حسینؑ ابھی مارا گیا ہے اور جس طرح عبداللہ بن عباسؓ کو پریشان بال اور خاک آلود نظر آئے ہاتھ میں ایک شیشی تھی جس میں خون تھا جس کو زمین سے اٹھا اٹھا کر شیشی میں ڈال رہے تھے ۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ یہ خونِ حسینؑ مظلوم اور اس کے اصحابِ باوفا کا ہے جس کے پیچھے پیچھے میں آج صبح سے پھر رہا ہوں"۔

پس دیکھا تو معلوم ہوا کہ حسین علیہ السلام اسی دن اسی ساعت شہید ہوئے ۔ یہ ہے رسول اللہؐ حالت غم حسینؑ میں حسب تصریح کتب معتبرہ برادران اسلام!

حضرت اُمِ سلمہؓ کی چند دیگر روایات

حدّثنا أبو عبدالله أحمد بن الحسن بن عبد الجبار الصوفي. قال: حدّثنا عبد الرحمٰن بن صالح الأزدي. قال: حدّثنا أبوبكر بن عياش. عن موسىٰ بن عبيدة. عن داوٗد قال: قالت أمّ سلمة دخل الحسين على رسول الله ﷺ ففزع فقالت أمّ سلمة مالك يارسول الله، قال: "انّ جبريل علیہ السلام أخبرني أنّ ابني هذا يقتل و أنّه اشتدّ غضب الله عزّوجلّ على من قتلهٗ۔ (کتاب الشریعہ، ص ۷۸۹، ح ۱۲۶۳)

"حضرت اُمِ سلمہؓ کا بیان ہے کہ حسینؑ پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ اس وقت پیغمبرؐ اسلام غم زدہ حالت میں تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ کیا ہوا؟ آپؐ نے فرمایا: تحقیق جبرئیل امینؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ شہید کیا جائے گا اور جو اس [illegible] اس پر غضب [illegible] ہے"۔

حدّثنا يعلى بن عبيد. عن موسى الجهني عن صالح بن أربد النخعي قال: قالت أمّ سلمة دخل الحسين- على النبي و أنا جالسة على الباب. فتطلعت فرأيت في كف النبي شيئًا يقلبه و هو نائم على بطنه. فقلت: يارسول الله ! تطلعت فرأيتك تقلب شيئًا في كفك والصبي نائم على بطنك ودموعك تسيل فقال: ان جبريل آتاني بالتربة التي يقتل عليها . و أخبرني أنّ أمتي يقتلونه. (المصنف ، ج۸، ص ۶۳۲ ، ح ۳۵۸)

"حضرت اُمِ سلمہؓ کا بیان ہے کہ حسینؑ پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس تشریف لائے اور میں دروازے پر بیٹھی تھی۔ میں کیا دیکھتی ہوں پیغمبر اسلام ﷺ کے دست مبارک میں کوئی چیز ہے جسے آپؐ الٹ پلٹ کر رہے ہیں اور حسینؑ آپؐ کے شکم مبارک پر سوئے ہوئے ہیں اور آپؐ گریہ فرما رہے ہیں تو میرے استفسار پر فرمایا: تحقیق جبرئیلؑ میرے پاس آئے ہیں

اور انھوں نے مجھے حسینؑ کے مقتل کی تربت دی ہے اور یہ بھی خبر دی ہے کہ میری اُمت اسے شہید کرے گی"۔

حدثنا جعفر بن محمد عمرو، ثنا أبو حصين محمد بن الحسين، ثنا يحيى بن عبد الحميد، ثنا سليمان بن بلال، عن كثير بن يزيد، عن المطلب بن عبد الله بن حنطب عن أم سلمة قالت: كان النبي ﷺ جالساً ذات يوم في بيتي فقال: "لا يدخل علي أحد" فانتظرت، فدخل الحسين فسمعت نشيج النبي ﷺ يبكي فاطلعت فاذا الحسين علیہ السلام في حجره أو الى جنبه يمسح رأسه، و هو يبكي فقلت: والله! ما علمت به حتى دخل فقال النبي ﷺ: ان جبريل كان معنا في البيت فقال: أتحبه؟ فقلت: أما من حب الدنيا فنعم. فقال: "أما ان أمتك ستقتل هذا بأرض يقال له: كربلاء" فتناول جبريل من ترابها فأراه النبي ﷺ فلما أحيط بالحسين حين قتل قال: "ما أسم هذه الأرض؟" قالوا: "أرض كربلاء" قال: صدق رسول الله ﷺ "أرض كرب وبلاء" (معرفة الصحابة، ج ۲، ص ۱۲، ح ۱۷۹۳)

"حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں: پیغمبر اسلام ﷺ ایک دن میرے گھر میں تشریف فرما تھے اور مجھ سے فرمایا: میرے پاس

کسی کو نہ آنے دینا۔ پس میں انتظار میں بیٹھ گئی۔ پس حسینؑ پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس چلے گئے اور میں نے سنا کہ پیغمبر اسلام ﷺ اس قدر رو رہے تھے کہ روتے روتے آپؐ کی ہچکی بند گئی جب مجھے پتہ چلا تو میں نے دیکھا کہ حسینؑ آپؐ کی گود میں ہیں یا آپؐ کے ساتھ بیٹھے ہیں اور آپؐ ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اور آپؐ رو رہے ہیں تو میں نے کہا: بخدا کہ مجھے پتہ نہیں کہ کب حسینؑ اندر داخل ہوئے۔

پس آپؐ نے فرمایا: تحقیق جبرائیل امینؑ ہمارے ساتھ گھر میں موجود تھے اور جبرئیل امینؑ نے کہا: کیا آپؐ اس بچے سے محبت کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ تو اس نے کہا: ہاں آپ کی اُمت عنقریب اس کو ایسی جگہ شہید کریں گے جسے کربلا کہتے ہیں۔ پس جبرئیل امینؑ نے وہاں کی مٹی پکڑائی اور پیغمبر اسلام ﷺ کو دکھائی۔ پس جب امامِ حسین علیہ السلام کا بوقت شہادت چاروں طرف سے محاصرہ کیا گیا تو آپ نے پوچھا: اس جگہ کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا: اسے سرزمین کربلا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ اور رسول نے سچ فرمایا ہے: یہ سرزمین مصیبت اور بلا ہے۔

اُم المومنین حضرت زینبؓ کی روایت

أخبرتنا أم المجتبى العلوية، قالت: قرئ على أبي

القاسم السلمی، أنا أبو بکر بن المقرئ، أنا أبو یعلیٰ، نا عبد الرحمن بن صالح، نا عبد الرحیم بن سلیمان، عن لیث بن أبي سلیم عن جریر بن الحسن العبسی، عن مولی لزینب أو عن بعض أهله، عن زینب قالت: بینا رسول الله ﷺ في بیتي و حسین علیہ السلام عندی درج فغفلت عنه فدخل علی رسول الله ﷺ فجلس علی بطنه: قالت: فانطلعت لآخذه فاستیقظ رسول الله ﷺ فقال: "دعیه" فترکه حتی فارغ ثم دعا بماء ثم توضأ، ثم قام یصلّی، فلما قام احتضنه الیه، فاذا رکع أو جلس وضع، ثم جلس فبکیٰ، ثم مدّ یده فقلت حین قضی الصلاة: یا رسول الله ﷺ إني رأیت الیوم صنعت شیئًا ما رأیتك تصنعه؛ قال: "ان جبریل علیہ السلام آتاني فأخبرني: ان هذا تقتله أمتي، فقلت: أرني فأرآني تربة حمرا" (تاریخ ابن عساکر، ج ۱۴، ص ۱۹۴، ح ۳۳۸۴)

حضرت زینب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس اپنے گھر میں موجود تھی اور میرے پاس فرزندِ رسول امام حسین علیہ السلام بھی تھے۔ میں دوسری طرف متوجہ ہوئی تو امام حسین علیہ السلام آنحضرتؐ کے پاس اندر چلے گئے اور آنحضرتؐ کے شکم مبارک پر جا کر بیٹھ گئے۔ میں اندر گئی تا کہ ان کو وہاں

سے اٹھالوں۔ پس رسول اللہ بیدار ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دیں۔ میں نے انہیں چھوڑ دیا پھر آپؐ نے پانی منگوایا، وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔

جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کو آج اس بچے کو پیار کرتے دیکھا جو ایسا کبھی نہیں دیکھا تو آپؐ نے فرمایا کہ تحقیق جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور اس نے مجھے خبر سنائی کہ میرے اس فرزند کو میری اُمت شہید کرے گی۔ پھر میرے کہنے پر جبرائیلؑ نے مجھے مقتل گاہ کی سرخ رنگ کی مٹی بھی دی"۔

حدثنا علی بن سعید الرازی، ثنا اسمعیل ابن ابراهیم بن المغیرة المروزی، ثنا الحسن بن شفیق، ثنا الحسین بن واقد، حدثنی أبو غالب، عن أبی أمامة قال: قال رسول الله ﷺ لنسائه: "لا تبکوا هذا الصبی یعنی حسینًا" قال: و کان یوم أم سلمة، فنزل جبریل علیه السلام فدخل رسول الله ﷺ الداخل و قال لأم سلمة: "لا تدعی أحداً یدخل علی" فجاء الحسین علیه السلام فلما نظر الی النبی ﷺ و فی البیت أراد أن یدخل فأخذته أم سلمة، فاحتضنته و جعلت تناغیه و تسکنه فلما اشتد فی البکاء خلت عنه، فدخل حتی جلس فی حجر النبی ﷺ فقال جبریل:

"ان امتك ستقتل ابنك هذا" فقال النبی ﷺ: "يقتلونه و هم مؤمنون بي ؟" قال : نعم يقتلونه. فتناول جبريل تربة. فقال: بمكان كذا و كذا ؛ فخرج رسول الله ﷺ قد احتضن حسينا لاسف البال مهموماً . فظنت أم سلمة انه غضب من دخول الصبی علیه. فقالت : یا نبی الله ! جعلت لك الفداء انك قلت لنا : "لا تبكوا هذا الصبی" وامرتنی أن لا أدع يدخل عليك. فجاء فخليت عنه. فلم يرد عليها فخرج الى اصحابه و هم جلوس فقال لهم : "ان امتی يقتلون هذا ؟" و فی القوم أبوبكر و عمر و كانا أجرأ القوم عليه فقالا : يانبی الله ! يقتلونه وهم مومنون ؟ قال: "نعم و هذه تربة" و أراهم اياها. (المعجم الكبير، ج ۸، ص ۲۸۵، ح ۸۰۹۶، تاریخ ابن عساکر، ج ۱۴، ص ۱۹۰، ح ۳۳۷۳)

حدثنا أبو سعيد الحسن بن علی الجصاص قال : حدثنا أبو عتبة الحمصی. قال: حدثنا بقية يعنى ابن الوليد. عن اسمعيل بن عياش. عن يحيى بن عبيد الله ، عن أبيه عن أبی هريرة قال : دخلت على النبی بيته وهو مستلق على قفاه . و أخذ ابنی ابنة على ساقه . فجعل النبی ﷺ يقول : "ترق عين بقة" و يرفع

ساقة حتی قرب من صدرہ ففتح فاہ فقلبه ثم قال:

"اللهم انی أحبه فأحبه و أحب من یحبه" ثم بکیٰ

فقلت: یا رسول الله! ما یبکیك؛ فقال: "ان الملك

أخبرنی ان أمتی تقتل ابنی هذا و أنه اشتد غضب الله

علی قاتله" (کتاب الشریعہ، ص ۷۸۹، ح ۱۶۶۴)

"حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ میرے بیٹے حسینؑ کو نہ رونے دو اور وہ حضرت اُمِ سلمہؓ کی باری کا دن تھا۔ حضرت جبرائیلؑ گھر میں داخل ہوئے تو آپؐ نے اُمِ سلمہؓ سے فرمایا کہ میرے پاس کسی کو نہ آنے دینا۔ اسی دوران امام حسین علیہ السلام تشریف لائے۔ آپؑ نے جب آنحضرتؐ کو دیکھا تو اندر داخل ہو گئے۔

حضرت اُمِ سلمہؓ کا بیان ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کو پکڑا تاکہ اس کو بہلاؤں اور رونے نہ دوں لیکن جب وہ زیادہ روئے تو میں نے ان کو چھوڑ دیا پس وہ جا کر آنحضرتؐ کی گود بیٹھ گئے تو حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ آپؐ کی امت اس بچے کو شہید کرے گی تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو شہید کرنے والے مسلمان ہوں گے؟ تو جبرائیلؑ نے کہا: ہاں! پھر جبرائیلؑ نے آپؐ کو خاکِ کربلا دی کہ ہاں یہ شہید کیے جائیں گے۔ پس آنحضرتؐ حسینؑ کو گود میں لیے مغموم و پریشان حال باہر تشریف لائے۔ حضرت اُمِ سلمہؓ نے سمجھا کہ شاید آنحضرتؐ بچے کے

اندر جانے کی وجہ سے پریشان اور ناراض ہو گئے ہیں۔

تو میں نے عرض کیا: میں آپؐ پر قربان جاؤں کیا ہوا؟ تو آپؐ نے فرمایا: اس بچے کو نہ رونے دو۔ پھر آپؐ صحابہ کے مجمعے میں آئے اور خبر شہادت امام حسین علیہ السلام ان کو سنائی"۔

مظاہر قدرت پر غم حسینؑ کا اثر

أخبرنا أبو الحسين بن الفضل القطان، أخبرنا عبد الله بن جعفر، حدثنا يعقوب بن سفيان، حدثنا مسلم بن ابراهيم، حدثنا أم شوق العبدية قالت: حدثتني نضرة الأزدية قالت: "لما قتل الحسين بن علي علیہ السلام مطرت السماء دما، فاصبحت و كل شئ ملآن دمًا- (دلائل النبوة، ج٦، ص٤٧١، تاریخ ابن عساکر، ج١٣، ص٢٢٠)

"نضرۃ الازدیہ کا بیان ہے جب امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو آسمان سے خون کی بارش برسی اور صبح کے وقت ہم نے ہر چیز کو خون سے بھرا ہوا پایا"۔

حدثنا قيس بن أبي قيس البخاري: ثنا قتيبة بن سعيد، ثنا ابن لهيعة، عن أبي قبيل قال: "لما قتل الحسين بن علي - انكسفت الشمس كسفة حتى بدت الكواكب نصف النهار حتى ظننا أنها هي"

(المعجم الکبیر، ج٣، ص١١٤، ح٢٨٣٨)

"ابو قبیل کا بیان ہے جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو سورج کو گرہن لگ گئی یہاں تک کہ دن کو ستارے نظر آنے لگے اور ہم نے سمجھا شاید قیامت برپا ہوگئی ہے"۔

حدثنی علی بن سهل، قال: ثنا حجاج، عن ابن جريج، عن عطا، في قوله: "فما بكت عليهم السماء والأرض" قال: "بكاؤها حمرة أطرافها" (جامع البیان، ج ۱۱، ص ۲۳۷، ح ۳۱۱۲۱)

"عطا بن ابی رباح کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر آسمان اس قدر رویا اور اس کے رونے سے مراد اس کے اطراف کا سرخ ہونا ہے"۔

حدثنی محمد بن اسمعيل الأحمسی، قال: ثنا عبدالرحمن بن أبي حماد، عن الحكم بن ظهير، عن السدی قال: "لما قتل الحسين بن علی بكت السماء عليه و بكاؤها حمرتها" (جامع البیان، ج ۱۱، ص ۲۳۷، ح ۳۱۱۲۰)

"مشہور تابعی اسماعیل سدی کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر آسمان سرخ ہوگیا"۔

حدثنا محمد بن عبدالله الحضرمی، ثنا يزيد ابن مهران أبو خالد، ثنا أسباط بن محمد، عن أبي بكر الهذلی، عن الزهری قال: "لما قتل الحسين بن علی-

لم يرفع حجر ببيت المقدس الا وجد تحته دم عبيط۔ (المعجم الكبير، ج ۱۳، ص ۱۱۳، ح ۲۸۳۴)

''مشہور تابعی امام زہری کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو بیت المقدس سے جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تو اس کے نیچے سے تازہ دم خون نکلتا تھا اور شام میں بھی ایسا ہوا تھا''۔

حدثنا زكريا بن يحيىٰ الساجي ثنا محمد بن المثنى، ثنا الضحاك بن مخلد عن ابن جريج، عن ابن شهاب قال: ما رفع بالشام حجر يوم قتل الحسين بن علي علیہما السلام الا عن دم۔ (المعجم الكبير، ج ۳، ص ۱۱۳، ح ۲۸۳۴)

حدثنا علي بن عبد العزيز، ثنا ابراهيم بن عبد الله الهروي أنا هشيم، ثنا أبو معشر، عن محمد بن عبد الله بن سعيد بن العاص، عن الزهري قال: قال لي عبد الملك بن مروان: أي واحد أنت ان أخبرتني أي علامة كانت يوم قتل الحسين بن علي، قال: قلت: لم ترفع حصاة ببيت المقدس الا وجد تحتها دم عبيط۔ فقال عبد الملك إني و اياك في هذا الحديث لقرينان (المعجم الكبير، ج ۳، ص ۱۱۹، ح ۲۸۵۶)

''ابن شہاب زہری کہ عبد الملک بن مروان نے مجھ سے پوچھا کہ جس دن امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اس کی نشانی کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ بیت المقدس سے جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا تو اس

کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا"۔

افعال ماتم کا غیر شرعی ہونے کا عذر اور اس کا جواب

بعض لوگ ماتم کے فلسفہ سے چشم پوشی کر کے یہ عذر لنگ کیا کرتے ہیں کہ یہ افعال اور اعمال شرعاً ناجائز اور حرام ہیں۔ سو یہ بھی عذر لنگ ہے۔ اصل یہی ہے کہ یہ لوگ غم حسینؑ سے بے اعتنائی کرنا چاہتے ہیں ورنہ سب کچھ قرآن و حدیث سے ثابت ہے عقل سلیم کی ضرورت ہے۔

غم حسینؑ میں رونا سنت رسولؐ خدا ہے

جیسا کہ مسند احمد، ج ۱، ص ۲۴۲، ح ۲۱۶۶، ج ۱، ص ۲۸۳، ح ۲۵۳۹، فضائل الصحابہ، ج ۲، ص ۷۷۸، ح ۱۳۸۰/ ج ۲، ص ۷۸۴، ح ۱۳۹۶، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۱۰، ح ۲۸۲۲، ج ۱۲، ص ۱۴۳، ح ۱۲۸۳۷، المستدرک، ج ۴، ص ۳۹۸، ح ۸۲۰۱، دلائل النبوۃ، ج ۶، ص ۴۷۱، نیز حافظ ذہبی نے اس حدیث کو ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم کہہ کر صحیح قرار دیا ہے۔

قال الامام احمد حدثنا عبد الرحمن ثنا حماد بن سلمه عن عمار بن ابی عمار، عن ابن عباس قال: رایت النبی ﷺ فی المنام بنصف النہار اشعث اغبر معه قارورة فیها دم یلتقطه او یتتبع فیها شیأ. قلت یارسول الله ﷺ ما هذا؛ قال: دم الحسین علیہ السلام و اصحابه لم ازل اتتبعه منذ الیوم

"عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن

رسولِ خدا ﷺ کو دوپہر کے وقت دیکھا پراگندہ بال غبار آلود اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی جس میں خون تھا۔
میں نے عرض کیا: حضورؐ! میرے ماں باپ قربان یہ کیا حال بنا رکھا ہے، فرمایا: یہ حسینؑ اور اس کے اصحاب کا خون ہے۔
میں آج کے دن صبح سے اس کو جمع رہا ہوں"۔

عبد اللہ کہتا ہے کہ میں نے حساب کیا تو وہ وقت تھا جس وقت حسین علیہ السلام شہید ہوئے اور حضرت اُمِ سلمہؓ کی روایت بھی مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور ﷺ کے سر اور ریش اقدس پر مٹی اور دھول پڑی ہوئی تھی اور فرمایا: میں شہادت امامِ حسین علیہ السلام کے وقت میدان میں حاضر ہوا تھا۔ اور کتب تاریخ، اور صواعق محرقہ میں امیر المومنین علی علیہ السلام صفین سے واپسی پر کربلا میں آکر رُکے اور روئے اور شہیدانِ کربلا کے مجمل یاد کر کے روئے۔ الغرض آلِ محمدؐ اور محبانِ آلِ عبا غمِ حسینؑ میں ہمیشہ سے روتے آئے ہیں۔ نہ معلوم وہ کون لوگ ہیں جن کو مظلوموں کے قتل میں خوشی محسوس ہو رہی ہے؟ کبھی مسرت بر شہادت کا بہانہ کر کے خوش ہوتے ہیں کبھی ظالموں کی فتح پر خوشی ہوتے ہیں یہ سب غمِ حسینؑ سے بے اعتنائی کی دلیلیں ہیں۔

بصورت سینہ کوبی ماتم کا ثبوت

حضرت امیر المومنین علیہ السلام قتلی را ملاحظہ فرمود رانہای خود را کوفتن گرفت۔ (تحفہ اثنا عشریہ فارسی، ص ۵۳۳)

"امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جنگ جمل میں جب مقتولوں

کو دیکھا تو اپنی رانوں کو پیٹنا شروع کر دیا۔ افسوس! اگر جنگ جمل کے مقتولوں پر حضرت علی علیہ السلام جیسے بندے وقت افسوس رانوں پر پیٹ سکتے ہیں تو حضرت امام حسین علیہ السلام جیسے مظلوم پر اگر سینہ پیٹ لیا جائے تو کیا حرج ہے؟

سیاہ پوشی

و قد لبس السواد جماعة یوم قتل عثمان و غیرہ والحسن علیہ السلام کان یخطب بثیاب سود و عمامة سودا و ابن زبیر کان یخطب بعمامة سوداء و انس و عبد اللہ بن جریر و عمار و غیرھم (شرح شمائل ترمذی ج ۱، ص ۲۹۱)

"حضرت عثمان کے قتل کے دن صحابہ کی ایک جماعت نے سیاہ لباس پہنا جیسے حضرت علی علیہ السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام ہمیشہ خطبہ سیاہ لباس پہن کر دیتے تھے کہ پگڑی بھی سیاہ ہوتی تھی"۔

انصاف کرو اگر قتل عثمان کے دن صحابہ کرام سیاہ پوشی کر سکتے ہیں تو شہادتِ حسین علیہ السلام کے دن شیعہ کی سیاہ پوشی بدعت اور حرام کیوں ہو جاتی ہے......؟ محبانِ آلِ عبا غم حسین علیہ السلام میں سیاہ لباس پہنو اور غریب الدیار کا ماتم کر کے شفقت، محبت ورحمت کا ثبوت دو محرم آ گیا ہے۔ در و دیوار سے ماتم کی صدائیں بلند ہونی چاہئیں۔ تجدید غم حسینؑ میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔

امام حسین علیہ السلام پر رونا بڑا ثواب اور سنت جناب زینبؑ اور حضرت ام کلثومؑ ہے۔ پیاسوں کی یاد سکینہ سلام اللہ علیہا کی فریاد ہے۔ روؤ اور ماتم کرو خدا خوش ہوگا،

خاتون جنت راضی ہوگی۔ اور امام حسینؑ بھی بوقت آخر اپنے شیعوں کو یہی وصیت فرما گئے۔ انا قتیل العبرات کہ میں تمہارے رونے کے لیے شہید ہوا۔ لہٰذا میرے غم میں آنسو بہاؤ، میری قبر پر آنسوؤں کی بارش کرو کیونکہ میں پیاسا چلا گیا۔

قرآنِ مجید میں ثبوتِ ماتم

ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآنِ مجید میں سینہ کوبی زنجیر زنی نالہ وشیون نوحہ وبین کرنے پر منع کی کوئی آیت موجود نہیں ہے۔

حضرت امام حسینؑ کا ذکر اللہ کی کتاب میں

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ○ (الاحقاف، ۱۵-۱۶)

"اور ہم نے وصیت کی انسان کو اپنے ماں باپ سے احسان کی۔ اس کی ماں نے اس کو طبعی تکلیف سے شکم میں رکھا اور طبعی رنج سے جنا۔ حتیٰ کہ جب وہ انسان جوانی کو پہنچا اور چالیس

سال کا ہوا تو کہا: اے رب میرے! مجھے توفیق دے کہ میں
تیری ان نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے
ماں باپ پر کی ہیں اور یہ بھی توفیق دے کہ میں ایسے اچھے
اعمال کروں جو تیری مرضی اور پسند کے قابل ہوں اور میرے
واسطے میری اولاد میں اصلاح کیجیے میں نے آپ کی طرف
رجوع کیا اور میں تسلیم کرنے والوں میں سے ہوں۔ یہ وہ لوگ
ہیں جن کے اچھے اعمال ہم قبول کریں گے اور اصحاب جنت
کے بارے میں ان کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے۔ یہ
وعدہ صدق ہے جو وعدے دیے جاتے ہیں"۔

تفسیر

حضرات یہ عام انسان نہیں بلکہ اس محسن انسان کا حال بیان ہوا جو اپنے ماں باپ کا محسن حقیقی اپنے ماں باپ جد کے لیے دینی قربانیاں دے کر ان کا مشن بچانے والا ہے۔ اس کی ماں نے جب اس کے قتل کی خبر سنی تو طبعی کراہت اور عقلی اور شرعی تقاضا سے شکم میں رکھا۔ کیونکہ بسا اوقات طبعی کراہت اور ہوتی ہے اور عقلی ارادت اور خواہش اور ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ
تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا
وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

"تم پر جہاد لکھا گیا ہے اور وہ تمھارے لیے باعث کراہت اور

تکلیف دہ ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو باعث کراہت سمجھو اور وہ تمہارے لیے حقیقت میں بہتر ہو"۔ (البقرہ/۲۱۶)

اور اس کا حمل چھے ماہ کا ہے اور دودھ پینے کی مدت دو سال کی ہے کل تیس ماہ ہوئے اور یہ سوائے حضرت امام حسین علیہ السلام کے کسی پر صادق نہیں آتا اور جس نے جوانی کو پہنچ کر چالیس برس کا ہو کر امامت کا منصب سنبھالا اور مثل حضرت سلیمانؑ دعا کی:

وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ (المائدہ/۱۹)

"اے میرے پروردگار مجھے توفیق عطا فرما کہ جیسی جیسی نعمتیں تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر نازل فرمائی ہیں میں ان کا شکریہ ادا کروں اور میں ایسے نیک کام کروں جسے تو پسند فرمائے اور تو اپنی خاص مہربانی سے مجھے اپنے صالحین بندوں میں داخل فرما"۔

حضرت امام حسینؑ کی دعا

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○ (الاحقاف/۱۵)

"خداوندا! مجھ کو توفیق دے کہ میں شکریہ ادا کروں تیری ان نعمتوں کا جو تو نے مجھ پر کی ہیں اور میرے ماں باپ پر۔

معلوم ہوا کہ وہ آپ بھی منعم علیہ ہے اور اس کے والدین بھی منعم علیہ ہیں"۔

حتیٰ کہ ان پر اتمام نعمت ہو کر أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (سورہ مائدہ ر ۳) کی آیت اتر چکی ہے۔

اللہ فرماتا ہے: چہار ہستیاں جن پر میرا انعام ہوا:

① انبیاء ② صدیقین ③ شہداء ④ صالحین ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے بتا دیا کہ نانا میرا نبی ہے بابا میرا صدیق ہے اور شہید میں ہوں اور صالحین میری نسل کے تو امام ہیں۔

وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ۝ (النساء ر ۶۹)

"اور جس شخص نے خدا اور رسولؐ کی اطاعت کی تو ایسے لوگ ان (مقبول) بندوں کے ساتھ ہوں گے جنہیں خدا نے اپنی نعمتیں دی ہیں یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں"۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبیین سے مراد جناب رسولؐ خدا اور صدیقین سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور شہدا سے حسنین علیہم السلام اور صالحین سے مراد ائمہ اہل بیت علیہم السلام اور یہی قرین عقل ہے۔ کیونکہ نبیین سے رسولؐ خدا مراد لینا تو ظاہر اور اس میں کوئی کلام بھی نہیں ہے۔

اب رہا صدیقین سے حضرت علی علیہ السلام کا مراد لینا تو یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر

صدیق کے معنی "تصدیق کنندہ" کے لیے جائیں تو تاریخوں سے ثابت ہے اور پوری دنیا کو معلوم ہے کہ رسولؐ خدا کی تصدیق کرنے والے سب سے پہلے علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں...... اور اگر سچے کے معنی لیے جائیں تب بھی حضرت علی علیہ السلام کے سوا دوسرا کوئی اس کا مستحق نہیں ہو سکتا کیونکہ مولا علیؑ کے علاوہ جن لوگوں کو بھی صدیق کہا جاتا ہے ان لوگوں کا ماضی شرک وکفر سے بھرا ہوا ہے جبکہ حضرت علی علیہ السلام ہی وہ ذات ہے جس نے کبھی بھی اپنی پیشانی اللہ کے علاوہ کسی کے آگے نہیں جھکائی۔ اسی وجہ سے اوروں کی عصمت کا کوئی قائل نہیں ہے اور حضرات حسنین علیہم السلام کا شہید راہ خدا ہونا کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ تو روز روشن کی طرح ظاہر ہے اور صالحین سے باقی آئمہ علیہم السلام مراد ہونے میں بھی کسی مسلمان شک نہیں کر سکتا کیونکہ صالحین سے مراد نیکوکاروں کی کامل فرد ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر زمانے میں یہ حضرات تمام خلائق سے صلاح وتقویٰ میں اکمل تھے۔

اور یہ سوائے حضرت امام حسین علیہ السلام کے کون ہے۔ جس کی ماں فاطمہؑ، جس کا بابا علیؑ، نانا محمدؐ، خود امامؑ اس کے نو بیٹے امامؑ جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

چنانچہ بحار الانوار، ج ۱۸، ص ۵۳۸:

انا ابن علی الطهر من آل هاشم
کفانی بهذا مفخراً حین أفخر
وجدّی رسول الله اکرم من مضی
و نحن سراج الله فی الخلق نزهر
و فاطمة امی من سلالة احمد
و عمی یدعی ذوالجنا حین جعفر

و فینا کتاب اللہ انزل صادقاً

و فینا الھدیٰ و النوحی والخیر یذ کر

"میرا باپ علیؑ ہے کہ جو داخل چادر تطہیر ہے اور میں خاندانِ ہاشم کا فرد ہوں جس خاندان کو خالق نے تمام قریش سے منتخب کرلیا ہے۔ میرا چچا جعفر طیارؑ ہے جس کو صاحب پروں کا کہتے ہیں۔ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کر رہا ہے۔ اور میرا نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو تمام زمین پر چلنے والوں سے اکرم اور اشرف ہے اور جس نے ایسے اعمال کی دعا کی جو رضائے خالق کا موجب ہوئی جس کا مطمع نظر صرف رضائے الٰہی۔ ہر عمل ہر جہاد قتل و قتال موت و حیات میں رضائے خدا کا طالب تھا جس نے عین مصیبت میں کہا تھا:

ترکت الخلق طراً فی ھواک

واتیمت العیال لکی اراک

"خداوندا! میں نے تمام مخلوق کو تیری محبت میں چھوڑا، بچوں کو یتیم بہنوں کو بے وارث کردیا تاکہ تیرا منظور نظر ہو جاؤں اور تو راضی ہو"۔

واصلح لی فی ذریتی سے اولاد میں اصلاح اور امامت کی دعا مانگی۔ قدرت نے ان کی اولاد میں تو امام عابدؑ، باقرؑ، صادقؑ، کاظمؑ، رضاؑ، تقیؑ، نقیؑ، حسن عسکریؑ، مہدیؑ جیسے پیدا کر دیے۔ ہزاروں غوث، قطب، ابدال اولیاء اس کی نسل میں رکھے۔ اس کی اولاد کو شرفِ سیادت بخشا کہ قیام قیامت تک اصلاح فی الاولاد

کا سلسلہ جاری رہے گا۔

جیسا کہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر، ج ۱۱، ص ۳۱۳، سورۂ کوثر کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

الکوثر اولادہ قالوا: لان ھذہ السورۃ انما نزلت رداً علی من عابہ - بعدم الاولاد. فالمعنی انہ یعطیہ نسلا یبقون علی مر الزمان فانظر کم قتل من اھل البیت ثم العالم ممتلی منھم و لم یبق من بنی امیۃ فی الدنیا احد یعبا بہ ثم انظر کم کان فیھم من الاکابر من العلماء کالباقر و الصادق و الکاظم والرضا والنفس الزکیۃ وامثالھم.

"وہ کہتے ہیں کوثر سے مراد سید الانبیا کی اولاد ہیں۔ چونکہ یہ سورت اُن لوگوں کے رد میں نازل ہوئی تھی جنھوں نے سید الانبیاءؐ کو مقطوع النسل کہا تھا (آپؐ کے بیٹوں کی وفات کے موقع پر) تو اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں ایک ایسی نسل دے گا کہ جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موجود رہے گی۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ بنو امیہ نے آپؐ کی کتنی اولاد کو قتل کیا لیکن اس کے باوجود اولادِ پیغمبرؐ آج بھی دنیا میں کثرت سے موجود ہے لیکن بنو اُمیہ کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ پھر نگاہ کرو اس امر کی طرف کہ اولادِ پیغمبرؐ سے بہت بڑے علما جیسے امام محمد باقرؑ، امام محمد جعفر صادقؑ، امام موسیٰ کاظمؑ اور نفسِ زکیہ جیسی

مثالیں موجود ہیں"۔

آخر میں جس نے اپنی تمام جرأت، شجاعت، قدرت، طاقت کے منظر دکھائے۔ حکم خداوند سن کر جہاد اور قتال سے منہ پھیرا۔ رضیت باللہ ربا کہہ کر جان آفریں کا سہرا اور انی من المسلمین کہہ کر تسلیم ورضا کا تمغہ حاصل کیا۔ قدرت نے اس کے تمام اعمال حسنہ کو شرف قبولیت بخشا اور اس کے ماننے والوں کے گناہ معاف فرما کر ان کو داخل جنت کیا۔ یہ وعدۂ صدق ہے جس کا مصداق اعلیٰ سوائے حضرت امامِ حسین علیہ السلام کے اور کون ہو سکتا ہے"۔

چنانچہ شیعہ کی تفسیر صافی، ص ۴۱۶، تفسیر برہان، ۲، ۱۷۲، المجلد الرابع مطبوعہ طہران اصول کافی باب مولد الحسین مطبوعہ طہران، ص ۴۶۴، ح ۱۲۵۷:

محمد بن یحیی عن علی بن اسماعیل عن محمد بن عمرو الزیات عن رجل من اصحابنا عن ابی عبد اللہ۔ قال ان جبرئیل نزل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لہ یا محمد ان اللہ یبشرک بمولود یولد من فاطمة تقتلہ امتک من بعدک فقال یا جبرئیل و علی ربی السلام لا حاجة لی فی مولود یولد من فاطمة تقتلہ امتی من بعدی فعرج ثم ھبط فقال لہ مثل ذلک فقال یا جبرئیل و علی ربی السلام لا حاجة لی فی مولود تقتلہ امتی من بعدی فعرج جبریل الی السماء ثم ھبط فقال یا محمد ان ربک یقرئک السلام و یبشرک بانہ جاعل فی ذریتہ الامامة و الولایة و الوصیة فقال قد

رضیت ثم أرسل إلی فاطمة ان اللہ یبشرنی بمولود یولد لك تقتلہ امتی من بعدی فأرسلت الیہ لا حاجة لی فی مولود منی تقتلہ امتك من بعدك فأرسل إلیها ان اللہ قد جعل فی ذریتہ الامامة والولایة و الوصیة فارسلت الیہ إنی قد رضیت فحملتہ کرهاً و وضعتہ کرهاً و حملہ و فصالہ ثلاثون شهرا حتی إذا بلغ اشدہ و بلغ اربعین سنة قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی و علی والدی و ان اعمل صالحا ترضاہ و اصلح لی فی ذریتی فلولا انہ قال اصلح لی فی ذریتی لکانت ذریتہ کلھم آئمة

"حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جبرائیل امین سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور عرض کیا: یا محمدؐ! تحقیق اللہ تعالیٰ ایک مولود مسعود کی بشارت دیتا ہے جو فاطمہؑ کے بطن اقدس سے پیدا ہوگا۔ مگر اس کو آپؐ کی امت آپؐ کے بعد قتل کردے گی۔ پس آپؐ نے فرمایا: اے جبرئیلؑ! بعد سلام عرض بدرگاہ رب العزت ہے کہ ایسے مولود یعنی فرزند کی کیا ضرورت جس کو میرے بعد میری ہی امت قتل کردے۔ پس جبرئیل امینؑ پرواز فرماگئے اور دوبارہ یہی پیغام لائے پھر حضور نے یہی فرمایا: ایسے مولود کی ضرورت نہیں کہ جو میری ہی امت کا مقتول ہو۔ بار سوم نزولِ جبرئیل امینؑ ہوا کہ اللہ رب العزت

فرماتا ہے اور بعد سلام بشارت دیتا ہے کہ مقتول تو ضرور ہو گا مگر
اس کے بدلے یعنی اس کی نسل میں امامت ولایت ، اور وصیت
کردوں گا۔ اس کی نسل میں امام ، ولی اور وصی ہوں گے تو
حضورؐ نے فرمایا: قَدۡ رَضِيۡتُ "میں راضی ہو گیا" اور یہی پیغام
جناب سیدہؑ کو بھیجا کہ تیرا مولود مقتول یعنی کشتۂ ظلم و جور ہو گا مگر
اس کی اولاد میں امامت ، ولایت اور وصیت رکھی جائے گی"۔

جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا: میں راضی، امامِ حسین علیہ السلام نے عالم ارواح میں کہا: میں راضی۔ پس یہ مطلب ہے:

حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا وَحَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ
شَهۡرًا (الاحقاف: آیت ۱۵)

اس آیت کے آخر میں ہے کہ اگر حضرت أصلح لی فی ذریتی کی بجائے أصلح لی ذریتی فرمادیتے تو تمام اولاد امام ہوجاتی۔ اور فصالہ کے معنی دودھ چھوڑنے کے ہیں۔ تو اس کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ امامِ حسین علیہ السلام نے ایام رضاعت میں کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ صرف حضرت رسالتؐ کے انگوٹھے چوس کر روحانی اور نورانی غذا پائی، جس سے آپؑ کا گوشت پوست پیدا ہوا۔ سوائے حضرت یحیٰیؑ بن زکریا کے اور حسینؑ کے چھے ماہ کا کوئی مولود پیدا نہیں ہوا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس آیت کا مصداق اصلی امامِ حسین علیہ السلام ہیں۔ بعض مفسرین کا یہ لکھنا کہ یہ آیت خلیفۂ اوّل کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ مضمونِ آیت اس کا متحمل نہیں ہے۔

چھے ماہ ان کا حمل کون ثابت کرے؟ کس کتاب سے ان کے ماں باپ خدا

کے منعم علیہم؟ کہاں ہیں ان کی اولاد میں یہ صلاحیت، امامت، ولایت؟

افسوس! یہ لوگ خاندانِ رسالتؐ کا مقابلہ کرنے کے لیے حقوق کی طرح آیات بھی ادھر ہی کھینچ رہے ہیں حالانکہ نہ سیاق مانتا ہے نہ سباق، نہ آیت نہ حدیث نہ واقعات نہ معقول نہ منقول نہ پیدائش میں یہ کرامت نہ ماں باپ میں یہ فضیلت نہ دعائے سلیمانؑ کے خود مصداق، نہ چھے ماہ کا حمل نہ رضاعت کی بجائے فصال نہ اولاد میں یہ صلاحیت مگر یارانِ تیز گام کو ہر دم یہی سوجھتی ہے کیونکہ آلِ محمدؐ سے مذہب کا رشتہ اور واسطہ نہیں۔ آلِ محمدؐ سے مودت اور اصلی عقیدت نہیں۔ آپ کے نزدیک آلِ محمدؐ کو غیر پر فضیلت نہیں۔ روایات کی ضرورت ہی نہیں۔ کتاب اللہ خود شاہد ہے۔ قولِ شارح نہ ہی برسومات امامِ حسین علیہ السلام کا پورا تعارف ہے۔ امامِ حسین علیہ السلام کی ولادت فضیلت خاندان، والدین، اولاد، جہاد سب کا نقشہ موجود ہے۔

فلسفہ و واقعۂ شہادت امامِ حسین علیہ السلام

(قرآنِ مجید کی روشنی میں)

إِنَّ اللهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (التوبۃ/١١١-١١٢)

''تحقیق اللہ نے کچھ لوگوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں۔ اس کے بدل میں ان کے واسطے بہشت مخصوص ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑیں گے۔ پس وہ ماریں گے اور مارے جائیں گے۔ وعدہ ہے اوپر اس کے سچا توارت میں اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر وعدہ کو کون پورا کرنے والا ہے۔ پس بشارت طلب کرو تم اپنے اصل موعود کی جو سودا تم سے اللہ

نے کیا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے، یہ مجاہد توبہ کرنے
والے ہیں۔ اللہ کی حمد کرنے والے ہیں۔ خدا کی راہ میں وطن
سے نکلنے والے ہیں، رکوع کرنے والے ہیں۔ امر بالمعروف
نہی عن المنکر کرنے والے ہیں۔ حدود اللہ کے محافظ ہیں اور
مومنین کو بشارت دو"۔

اس آیت کے مصداق کامل واکمل حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ تمام صفات جہاد کے صرف انہی پر منطبق ہوتے ہیں نہ کہ غیر پر۔ جیسا کہ تفسیر صافی، ج ۲، ص ۳۸۳، تفسیر قمی، ج ۱، ص ۳۰۶، تفسیر البرہان، ج ۳، ص ۵۰۹ پر موجود ہے:

و القمی قال نزلت الآیة فی الائمة لانه وصفهم
بصفة لا تجوز فی غیرهم فالآمرون بالمعروف هم
الذین یعرفون المعروف کله صغیره و کبیره و قیقه
و جلیله و الناهون عن المنکر هم الذین یعرفون
المنکر صغیره و کبیره و الحافظون لحدود الله هم
الذین یعرفون حدود الله صغیرها و کبیرها و دقیقها
و جلیلها و لا یجوز ان یکون بهذه لصفة غیر الائمة
علیهم السلام.

"ان صفات کے مالک آئمہ طاہرین ہیں لہذا یہ آیت ان کے
حق میں نازل ہوئی کیونکہ یہ صفات غیر میں نہیں پائے جاتے"۔

اس آیت سے آپ کے جہاد کی صورت حقیقت، فلسفہ امامت غرض و غایت سمجھ میں آگئی کہ آپ کا جان و مال راہِ خدا میں خرچ ہوا۔ حسب خرید ہوا۔ اثباتِ

دین کے لیے ہوا۔ صراط مستقیم کے لیے ہوا، نہ سیاست کے لیے ہوا، نہ رقابت کے لیے نہ بغاوت کے لیے بلکہ فی سبیل اللہ ہوا۔ ایک قطرہ خون اور مال سیّد کی ایک چادر اور ردا میں راہِ خدا سے باہر کام نہیں آئیں۔ خون حسینؑ، زینب کا نوحہ و بین سب راہِ خدا میں تھے جنت کے بدلے تھا۔

تحقیق یعنی جنت ان کی ملکیت ہوا، وہ مالک ہوئے۔ جنت ان کے لیے ریزرو اور خاص ہوئی الحسن و الحسین سیدا شباب اہل الجنۃ کی تفسیر ہوئی۔

حسنین شریفین علیہما السلام کی سیادت (الحسن و الحسین سیدا شباب اہل الجنۃ و ھذا الحدیث متواتر) یہ حدیث کم از کم ۱۵ صحابہ سے مروی ہے۔ امام سیوطی ناصر الدین البانی اور دیگر محدثین نے متواتر قرار دیا ہے: یہ روایت امام علی ابن ابی طالب، حضرت حذیفہ ابوسعید خدری مالک بن الحویرث، بریدۃ الاسلمی، البراء بن عازب، قرۃ بن ایاس، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، انس بن مالک، ابوہریرہ اور عمر بن خطاب سے مروی ہے۔

امام علی علیہ السلام کی روایت المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۳۵، ح ۲۵۹۹ اور ح ۲۶۰۰، کتاب الشریعہ، ص ۷۷۵، ح ۱۶۲۵، مسند البزار، ج ۲، ص ۳۴۳، ح ۱۹۸۸، الکامل ابن عدی ج ۳، ص ۲۷۷، المؤتلف و المختلف ج ۳، ص ۱۲۷۶ اور المعجم الاوسط ج ۱، ص ۱۱۷، ح ۳۶۶، تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۱۵۰، اور ج ۱۲، ص ۴، اور حضرت حذیفہ کی روایت المصنف ابن ابی شیبۃ ج ۷ ص ۵۱۲، مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۳۹۱، ح ۲۳۱۸۷ اور ۲۳۱۹۷، جامع ترمذی، ح ۳۷۸۱، معجم ابن الاعرابی، ج ۱، ص ۲۲۹، ح ۳۸۸، صحیح ابن حبان، ج ۶، ص ۲۸۰، ح ۶۹۶۹، المعجم الاوسط، ج ۴، ص ۲۷۳، ح ۶۲۸۶، المعجم الکبیر ج ۳، ص ۳۸، ح ۲۶۰۹، ابوسعید

خدری کی روایت مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷، ص ۵۱۲، مسند احمد، ج ۳، ص ۴، ح ۱۱۰۱۲ اور ج ۳، ص ۸۲، ح ۱۱۷۹۹، جامع الترمذی، ح ۳۷۶۸، السنن الکبری امام نسائی، ج ۵، ص ۵۰، ح ۸۱۶۹، ج ۵، ۱۴۹، ح ۸۵۲۵، مسند ابی یعلی الموصلی، ج ۱، ص ۳۹۵، ح ۱۱۶۴، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۳۹، ح ۲۶۱۵ صحیح ابن حبان، ج ۶، ص ۲۸۰، ح ۶۹۶۸، المستدرک، ج ۳، ص ۱۶۷، ح ۴۷۷۸، کتاب الشریعہ، ص ۷۷۵، ح ۱۶۳۶۔ مالک بن حویرث کی روایت المعجم الکبیر، ج ۱۹، ص ۲۹۲، ح ۶۵۰ حدیث البراء ابن عازب، المعجم الاوسط، ج ۳، ص ۲۰۳، ح ۳۳۳۲، حدیث ابن مسعود، الکامل ابن عدی، ج ۷، ص ۱۱، المستدرک، ج ۳، ص ۱۶۷، ح ۴۷۷۹، ابن عباس کی روایت، الکامل ابن عدی، ج ۴، ص ۵۰۶، ح ۸۵۰، معرفۃ الصحابہ از ابونعیم، ج ۲، ص ۴، ح ۱۷۵۱۔ حدیث انس بن مالک، الکامل، ج ۳، ص ۳۲۸، ح ۵۳۱، معرفۃ الصحابہ، ج ۲، ص ۱۰، ح ۱۷۸۱، الکامل، ج ۹، ص ۱۷۹۔ حدیث عمر بن خطاب، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۳۵، ح ۲۵۹۸، الکامل، ج ۲، ص ۵۱۳۔ حدیث عبد اللہ بن عمر، سنن ابن ماجہ، ح ۱۱۸، کتاب الشریعہ، ص ۷۷۵، ح ۱۶۳۴، المستدرک، ج ۳، ص ۱۶۷، ح ۴۷۸۰، المعجم ابن الاعرابی، ج ۳، ص ۴۳۳، ح ۲۳۲۷، حدیث اسامہ بن زید، المعجم الاوسط، ج ۴، ص ۵۹، ح ۵۲۰۸، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۳۹، ح ۲۶۱۸، حدیث جابر بن عبداللہ، المسند البزار، ج ۲، ص ۳۲۸، ح ۱۹۷۴، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۳۹، ح ۲۶۱۷۔

حدیث امام علی علیہ السلام ابن ابی طالب علیہ السلام، المعجم الکبیر میں اس طرح روایت کی گئی ہے:

حدثنا عبید بن غنام، ثنا ابوبکر ابن ابی شیبہ حدثنا ابو الاحوص، عن ابی اسحاق، عن الحارث، عن علی قال رسول اللہ ﷺ (الحسن و الحسین علیہما السلام سید شباب اھل الجنۃ)۔

حدیث حضرت حذیفہ، ترمذی شریف میں اس طرح مروی ہے:

حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن و اسحاق بن منصور قالا: اخبرنا محمد بن یوسف عن اسرائیل، عن میسرۃ بن حبیب، عن المنہال بن عمرو، عن زر بن حبیش، عن حذیفہ، قال: سألتنی امی متی عہدك تعنی بالنبی ﷺ فقلت: مالی بہ عہد منذ کذا و کذا؛ فنالت منی فقلت لہا: دعینی آتی النبی ﷺ فاصلی معہ المغرب و اسألہ ان یستغفر لی و لك فأتیت النبی فصلیت معہ المغرب فصلی حتی صلی العشاء، ثم انفتل فتبعتہ، فسمع صوتی فقال من ھذا حذیفہ؛ قلت: نعم، قال: ما حاجتك غفر اللہ لك و لامك؛ قال: (ان ھذا ملك لم ینزل الارض قط قبل ھذہ اللیلۃ، استأذن ربہ ان یسلم علی و یبشرنی، بان فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ و ان الحسن والحسین علیہما السلام سیدا شباب اھل الجنۃ)۔

(ورواہ الشیخ الصدوق فی الآمالی، ص ۱۰۹)

عبداللہ بن عمر کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

قال ابن ماجه ثنا. محمد بن موسى الواسطي، حدثنا المعلى بن عبد الرحمن، حدثنا ابن ابي ذيب، عن نافع، عن ابن عمر. قال: قال رسول الله ﷺ (الحسن والحسين عليهما السلام سيدا شباب اهل الجنة و ابوهما خير منهما)

"حسنین شریفین جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ان دونوں کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے"۔

علامہ ناصر الدین البانی نے (سلسلہ الاحادیث الصحیحہ) ج ۲، ص ۴۳۱، ح ۷۹۶، میں اس حدیث کو ان لفظوں میں متواتر کہا ہے:

وبالجملة فالحديث صحيح بلا ريب بل هو متواتر كما نقله المناوي. و كذلك الزيادات التي سبق تخريجها. فهي صحيحة ثابتة

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں بلکہ یہ متواتر ہے جیسا کہ علامہ حافظ عبدالرؤف مناوی نے اس کو نقل کیا ہے اور اسی طرح اس حدیث کے آخری الفاظ (وابوهما خير منهما) یہ بھی صحیح اور ثابت ہیں۔

علامہ عبدالرؤف مناوی نے فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر، ج ۳، ص ۵۵۰، ح ۳۸۲۰ پر اس حدیث کو متواتر قرار دیتے ہوئے یہ لکھا ہے:

قال الترمذي: حسن صحيح قال المصنف وهذا متواتر

"اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح لکھا ہے اور مصنف

الجامع الصغیر امام سیوطی نے اسے متواتر قرار دیا ہے"۔

علامہ عبد الرحمٰن المبارک پوری (متوفی ۱۳۵۳ھ) نے تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، ج ۱۰، ص ۲۵۳، ح ۳۷۷۴، پر اس حدیث کو متواتر قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

وهذا الحديث مروی عن عدة من الصحابة من طرق كثيرة ولذا عده الحافظ السيوطی من المتواترات.

"یہ حدیث کئی صحابہ سے، کئی سندوں سے مروی ہے اس لیے حافظ سیوطی نے اس کو احادیث متواترہ میں شمار کیا ہے"۔

بعد شہادت جنت ان کی جاگیر ہوئی۔ اب ان کی اجازت کے بغیر جنت میں نزول کیسا؟ بلا اذن آلِ عبا جنت کا حصول کیسا؟ صورت اس کی یہ ہوئی راہِ حق میں قتال ہوا۔ جہاد ہوا، نہ سیاست میں ہوا، نہ بغاوت میں، نہ حدود رقابت میں ہوا، اور نہ ہوس سلطنت میں ہوا۔ فیقتلون و یقتلون کی تصویر بنے۔ پہلے جہاد کر کے دشمنوں کو مارا۔ اتمامِ حجت کیا پھر اللہ کی راہ میں مارے گئے، شہید ہوئے۔ یہ سب کچھ اس وعدہ کے مطابق ہوا، جو ان سے توریت، زبور، انجیل، قرآن میں ہو چکا تھا۔ یہ نہ اتفاقی ہوا، نہ غلطی سے ہوا، نہ عادت سے ہوا، نہ شرارت سے ہوا بلکہ حسب فرمانِ خداوندی سے ہوا۔

پھر اس سوداگری بیع سودا پر وہ نادم نہیں بلکہ خوش ہیں کہ سودا ہم کو منظور ہے یعنی لَا تَحزَن کے محتاج نہیں۔ اپنے کردہ پر وہ محزون کرتے ہیں نہ پچھتاتے ہیں نہ محبت خداوندی میں شک کرتے ہیں نہ لَا تَحزَن کی تاکید کے محتاج ہوتے ہیں نہ اضطراب کرتے ہیں نہ گھبراتے ہیں۔

ذکر عہد شہادت و امتحان در قرآنِ مجید

یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اسْتَعِینُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِینَ ○ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ یُقْتَلُ فِی سَبِیلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْیَاءٌ وَلَٰکِنْ لَا تَشْعُرُونَ ○ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِینَ ○ الَّذِینَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِیبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَیْهِ رَاجِعُونَ ○ أُولَٰئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ○ (البقرۃ/ ۱۵۳۔۱۵۷)

"اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو تحقیق اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو شعور نہیں اور البتہ ہم تم کو آزمائیں گے ساتھ کچھ خوف کے اور بھوک کے اور مالوں اور جانوں کے نقصان سے پھلوں سے اور خوشخبری ان صابروں کو جن کو جب مصیبت پہنچتی ہے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُونَ کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی طرف سے رحمت اور صلوٰۃ برستی ہے اور یہی لوگ ہیں ہدایت یافتہ"۔

بے شک یہ قواعد کلیہ ہیں جن کا حصہ مناسب ہر صابر کو پہنچتا ہے۔ مگر کامل حضرت امام حسین علیہ السلام جو سیّد الشہداء ہیں جو ملوک بنی امیہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے جیسا کہ تفسیر برہان ج ۱، ص ۳۶۲؛ کمال الدین، ص ۹۸۵، ح ۳ میں ہے:

حدّثنا أبي قال: حدّثنا عبد الله بن جعفر الحميری
عن أحمد بن هلال عن الحسن بن محبوب عن أبي
أيوب الخزاز و العلاء بن رزين عن محمد بن مسلم
قال: سمعت ابا عبد الله - يقول: ان قدام القائم
علامات تكون من الله عزو جل للمؤمنين قلت: و
ما هي جعلني الله فداك، قال: ذٰلك قول الله عزوجل
(وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ) يعني المومنين قبل خروج القائم -
بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ
وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ قال: يبلوهم
بشيء من الخوف من ملوك بنی فلان فی آخر
سلطانهم و الجوع بغلاء اسعارهم (وَنَقْصٍ مِنَ
الْأَمْوَالِ) قال: كساد التجارات و، قلة الفضل.
ونقض من الانفس قال: موت ذريع و نقص من
الشمرات قال: قلة ريع ما يزرع. (وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ)
عن ذٰلك بتعجيل خروج القائم -

"کہ ہم تمھارا امتحان کریں گے خوف سے اور یہ خوف بنی فلاں
یعنی بنی امیہ کے سلاطین کے وقت میں ہوگا"۔

عشرۂ محرم کا ذکر قرآن میں

وَالْفَجْرِ ○ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ○

''قسم ہے فجرِ عاشورہ اور دس راتوں کی''۔

حسین علیہ السلام کا ابن رسولؐ ہونا قرآنِ مجید کی روشنی میں

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (آل عمران/٦١)

''پس جو کوئی جھگڑے تجھ سے بیچ اس کے کہ پیچھے آیا اس کے تیرے پاس علم سے پس کہ آؤ، بلاویں ہم اپنے بیٹوں کو اور بیٹوں تمھارے کو بیبیوں اپنی کو اور بیبیوں تمھاری کو اور جانوں اپنی کو اور جانوں تمھاری پھر التجا کرے۔ پس کریں ہم لعنت اللہ تعالیٰ کی اوپر جھوٹوں کے''۔

چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۷۸، ح ۶۲۲۰، جامع الترمذی، ح ۲۹۹۹/۳۷۲۴، السنن الکبریٰ، ح ۸۳۹۹، مشکل الآثار، ج ۱، ص ۲۲۷، ح ۷۷۰، مسند احمد، ج ۱، ص ۱۸۵، ح ۱۶۱۳، المستدرک، ج ۳،

ص ۱۴۷، ح ۴۰۸۷۔

و قال الامام أحمد بن محمد بن حنبل ابو عبد الله الشیبانی البغدادی: حدثنا قتیبة بن سعید ثنا حاتم بن اسماعیل عن بکیر بن مسمار عن عامر بن سعد عن ابیه. قال: لما نزلت هذه الآیة: نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ دعا رسول الله علیا و فاطمة الزهرا و حسنا و حسینا علیهم السلام فقال: اللّهم هولاء أهلی

"سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب آیتِ مباہلہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام اور فاطمۃ الزہرا علیہا السلام، حسن اور حسین علیہما السلام کو بلایا اور کہا: اے اللہ یہ ہیں میرے اہلِ بیت"۔

چنانچہ علامہ ابن، منہاج السنۃ، ج ۲، ص ۱۸۸، مجموع الفتاوی، ج ۱۸، ص ۱۶۷، علم الحدیث، ص ۵۱۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ آیتِ مباہلہ کے نزول کے بعد صحیح روایات کے مطابق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ حضرت فاطمۃ الزہراؑ اور حسنین شریفین علیہما السلام کو لے کر میدان مباہلہ میں آئے اور اس آیت کے تحت انھی کو خاص کیا کیونکہ یہی افراد آپ کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار تھے۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان ذوات مقدسہ کا پیغمبرؐ کے ساتھ کمال درجے کا اتصال ہے (یعنی آپؐ کے بلا فصل خلیفے ہیں) جیسا کہ حدیث کسا کا شانِ نزول بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس طرح کی تمام روایات احادیث صحیحہ سے ہیں اور ہر قسم کے کذب سے پاک ہیں۔

و قال ابن فی منہاج السنة: و اما آیة الابتھال ففی الصحیح انھا لما نزلت اخذ النبی ﷺ بید علی و فاطمة و حسن و حسین علیھم السلام یباھل بھم خصھم بذلك لانھم علیھم السلام كانوا اقرب الیه من غیرھم. فانه لم یكن له ولد ذكر اذ ذاك یمشی معه ولكن یقول عن الحسن علیہ السلام ان ابنی ھذا سید فھم ابناؤه و نسائه اذلم یكن بقی له بنت الا فاطمة الزھراء علیھا السلام فھذه الآیة تدل علی كمال اتصالھم برسول الله ﷺ كما دل علیه حدیث الكساء. و قال ایضا ولما اراد ان یباھل اھل نجران اخذ علیا و فاطمة و حسنا و حسینا علیھما السلام و خرج لیباھل بھم فھذه الاحادیث وامثالھا فی الصحاح غنیه عن الكذب!

"آیت مباہلہ کے شانِ نزول کے بارے میں صحیح احادیث میں ہے کہ جب یہ آیت نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ ...... نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے امام علیؑ، سیدہ فاطمہؑ اور حسنینؑ شریفین کو اپنے ساتھ لیا تاکہ اہلِ نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کریں۔ دیگر لوگوں کی نسبت یہ ذواتِ مقدسہ آپؐ کے زیادہ قریب تھیں لہٰذا ان کو ہی اپنے ساتھ خاص قرب بخشا، بوقتِ مباہلہ آنحضرتؐ کا کوئی پسر نہ تھا جو میدانِ مباہلہ میں

آپؑ کے ساتھ چلتا۔ چنانچہ آپؐ نے امام حسنؑ کے بارے میں فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ پس حسنین شریفین آپؐ کے بیٹے ہوکر اور امام علیؑ نفس ہوکر آپؐ کے ساتھ گئے۔ پس آیتِ مباہلہ ان ذواتِ مقدسہ کے آنحضرتؐ کے ساتھ کمال اتصال اور قرب پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ حدیث کساء اور آیتِ تطہیر کا شانِ نزول بھی اسی کمال اتصال کا شاہد ہے"۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر نے اسی مضمون کو تفسیر ابن کثیر ج۱، ص ۳۶۳ میں حضرت جابر سے نقل کیا ہے:

عن جابر انه قال: و المراد(وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ رسول الله ﷺ و علی علیہ السلام بن أبي طالب علیہ السلام و (أَبْنَائَنَا وَأَبْنَائَكُمْ) الحسن و الحسن و (نِسَائَنَا) فاطمة الزهرا و فيهم نزلت هذه الآية

بعض لوگ کہا کرتے ہیں اہلِ بیت علیہم السلام تو ازواج ہیں یعنی ازواجِ رسولؐ اللہ کی اور ان کو تو بعد میں بطور الحاق شامل فرمایا اور یہ دعا ان کے الحاق کے لیے! سبحان اللہ آیت میں ازواج کا ذکر ہی نہیں، حدیث میں شمول کا شائبہ بھی نہیں مگر ان کو ہر بات میں دُور کی سوجھتی ہے۔

دیکھو آیت میں صاف تصریح ہے:

نَدْعُ أَبْنَائَنَا وَأَبْنَائَكُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ

"بیٹے بیٹیاں اور نفسِ رسولؐ کا ذکر ہے کیونکہ نساء کا لفظ عموماً

جب ابناء کے ساتھ آئے تو اس سے مراد بیٹیاں ہوتی ہیں۔
چنانچہ حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام بیٹی ہوئی اور حسنین علیہما السلام بیٹے
اور حضرت علی علیہ السلام نفسِ رسولؐ ہوئے اور یہی اہلِ بیتؑ ہیں اور
جب قرآنِ مجید میں لفظ ابناء کی تصریح آ گئی تو الحاق کیسا؟"

آیۂ تطہیر میں حضرت امامِ حسین علیہ السلام کا شمول

دیکھئے صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۸۳، ح ۶۲۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۵۰۱، تفسیر جامع البیان، ج ۱۰، ص ۲۹۶، ح ۲۸۴۸۸، کتاب الشریعہ، ص ۸۰۴، ح ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، المستدرک، ج ۳، ص ۱۴۹:

و قال مسلم حدثنا ابو بکر ابن ابی شیبة و محمد بن عبد اللہ بن نمیر و اللفظ لابی بکر قالا: حدثنا محمد بن بشر عن زکریا عن مصعب بن شیبة عن صفیة بنت شیبة قالت قالت عائشة خرج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غداة و علیه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسین علیہ السلام فدخل معه ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب: ۳۳)

"حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ایک دن صبح کے وقت باہر جلوہ افروز تھے اور آپ کے اوپر سیاہ

بالوں کی نقش دار چادر تھی۔ پس امام حسن علیہ السلام آئے تو آپ نے ان کو اس میں داخل فرمالیا، پھر حسینؑ آئے تو وہ خود بخود داخل ہو گئے پھر فاطمہ علیہا السلام آئیں ان کو بھی داخل کیا اور علی علیہ السلام آئے ان کو داخل کیا پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

صحیح مسلم کی اس حدیث کے مطابق کہ امام حسن علیہ السلام جناب سیدہ زہرا علیہا السلام اور امام علی علیہ السلام کو خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داخل چادر فرمایا لیکن امام حسین علیہ السلام خود ہی داخل ہو گئے (فدخل معه) لہذا باقی اذن کے محتاج ہیں اور حسین علیہ السلام اذن کے محتاج نہیں ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے بغیر اذن کے داخل ہو کر ثابت کر دیا کہ (ان اللہ اشتری) میں نے قربانی دے کر چادر کو خرید لیا ہے۔

آیتِ مودّت میں شمولِ حسینؑ

قُلْ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

(الشوریٰ: ۲۳)

"آپ ان سے فرمایئے کہ میں تم سے اس پر کچھ مزدوری نہیں مانگتا سوائے محبت فی القربیٰ کے اور جو شخص نیکی کرے گا ہم اس کے لیے اور نیکی بڑھا دیں گے۔ تحقیق اللہ بخشنے والا ہے"۔

یہ آیت بھی پنج تن پاک کی محبت کے وجوب میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ عبداللہ بن احمد نے فضائل الصحابہ، ج ۲، ص ۶۶۹، ح ۱۱۴۱، اور طبرانی نے المعجم الکبیر، ج ۱۱، ص ۳۵۱، ح ۱۲۲۵۹، اور ج ۳، ص ۴۷، ح ۲۶۴۱ پر روایت کیا ہے۔

امام طبرانی کی روایت:

قال حدثنا: محمد بن عبد الله الحضرمي، ثنا حرب ابن الحسن الطحان، ثنا حسين الاشقر عن قيس، عن الاعمش، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس قال: لما نزلت (قُلْ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ)۔ قالوا يا رسول الله من قرابتك هؤلاء

الذین وجبت علینا مودتهم ؟ قال: (علی فاطمه و ابناهما علیهم السلام) و له شاهد من حدیث الامام الحسن بن علی عند الطبرانی فی الاوسط. وعند الحاکم فالحدیث صحیح لغیره مع الشاهد وهذا الاسناد حسن لذاته

"ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب یہ آیتِ مودت اُتری تو صحابہ کرام نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! یہ آپؐ کے کون سے رشتہ دار ہیں جن کی مودت ہم پر واجب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ میرے برادر علیؓ، میری دختر فاطمہؓ اور ان کی اولاد ہیں"۔

امام حاکم اور طبرانی کی روایت:

قال الطبرانی: حدثنا احمد بن زهیر قال: نا احمد بن یحیی الصوفی قال نا اسماعیل بن ابان قال نا سلام بن ابی عمرو عن معروف بن خربوذ. عن ابی الطفیل، قال: خطب الحسن بن علی ابن ابی طالب فحمد الله و اثنی علیه ثم قال: من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا الحسن ابن محمد ﷺ ثم تلا هذه الآیة (و اتبعت ملة آبائی ابراهیم و اسحاق ویعقوب) ثم اخذ فی کتاب الله فقال: انا من اهل البیت الذین اذهب الله عنهم الرجس و طهرهم تطهیرا و انا من اهل البیت الذین افترض الله

عزوجل مودتہم و ولایتہم. فقال: فیما انزل اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

(وکذا فی بشارۃ المصطفیٰ ، ح ۳۸۲، المعجم الاوسط ، ج ۱، ص ۵۸۵، ح ۲۱۵۵، المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۷۲، ح ۴۸۰۲)

"ابوطفیل سے روایت ہے کہ امام حسن بن علی علیہما السلام نے امام علیؑ کی وفات کے دوسرے دن خطبہ دیا تو اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: جو مجھے جانتا ہے پس وہ مجھے جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا وہ سن لے، میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا حسنؑ ہوں اور بطور دلیل سورہ یوسفؑ کی یہ آیت پڑھی پھر قرآنِ مجید کو ہاتھ میں لے کر فرمایا: میں اہلِ بیت طہارتؑ کا فرد ہوں جن کے حق میں آیت تطہیر اتری اور میں اس اہلِ بیتؑ سے ہوں جن کی محبت اور ولایت کو اللہ نے قرآن میں واجب قرار دیا ہے اور بطور دلیل آیتِ مودت پیش کی"۔

اس آیت کی بہترین تفسیر شیخ اکبر نے فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

اَلْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کا الاحرف استثناء برائے انقطاع ہے یعنی مستثنیٰ منقطع ہے جس میں مستثنیٰ استثناء ضد کی جنس سے نہیں ہوتا اور فی القربیٰ کا جارو مجرور متعلق بمقدر ہوتا ہے۔ یعنی جو فی القربیٰ قرابت میں ہونے والی ہے۔

معنی اس کا یہ ہے کہ اجر کی تو بالکل نفی ہے۔ میں اجر تو مانگتا نہیں بلکہ صرف محبت اہلِ قرابت مانگتا ہوں۔ کیونکہ یہ مودت اجر نہیں کیونکہ اس کا فائدہ مجھ کو نہیں بلکہ تم کو پہنچنے والا ہے چونکہ ان کی محبت کے سبب تمھاری نجات ہو جائے گی۔ کیونکہ مودت اور محبت مناسبت روحانیہ کا تقاضا کرتی ہیں اور مناسبت روحانیہ اجتماع فی الحشر کو مستلزم ہے۔

جیسا کہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے: دیکھئے صحیح بخاری، ح ۶۱۶۸/ ۶۱۶۹/ ۶۱۷۰/ ۶۱۷۱، المرء مع من احب اویحشر مع من احبّ" کہ انسان اسی کے ساتھ محشور ہوگا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے"۔ پس جب یہ کہ محبت خود مسلمانوں کی نجات کا موجب اور باعث ہے تو اجر نہ ہوئی اور رہا آلِ محمدؐ کی محبت کا سوال، کس کی روح مقتدر ہے؟ بحر ظلمات میں غرق ہے، ولادت میں فرق ہے۔ فطرتِ صحیحہ اور سلیمہ نہیں اس سے ان کی محبت ممکن ہی نہیں اور جس کی روح عالم انوار کے دریاؤں اور مقام اعلیٰ کے حجابوں میں مربوب اور محبوب رہ چکے ہیں۔ پس ان سے وہی محبت کرسکتا ہے جس کی اللہ اور رسول سے محبت ہو جس کو دیکھو کہ اللہ اور رسول سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور ان سے محبت نہیں کرتا۔ سمجھو وہ محبت خدا اور رسول نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عالم ازل میں ابتدائے آفرینش میں ارادہ خداوندی قبل مخلوق خدا کے محبوب نہ ہوتے تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے محبت کیوں کرتے۔ کیونکہ مقام تفصیل میں آکر حضورؐ کا ان سے محبت کرنا عین خدا کا محبت کرنا ہے۔ کیونکہ عالم جمع میں حضورؐ عین نورِ خداوندی ہیں اور یہ چار ہستیاں ہیں: علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ اور پانچویں حضورؐ پرنور ہوئے۔ پنجتن پاک یہ مخصوص ہوئے۔ کیونکہ حضورؐ کی اولاد بھی تھی لیکن حضورؐ نے نہ کسی کا ذکر کیا نہ امت کو ان کی محبت پر تحریص اور ترغیب دلائی۔ جیسا کہ

ان چاروں کی محبت کے لیے فرمایا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عرض کیا گیا: حضورؐ! وہ کون سے اہلِ قرابت ہیں جن کی محبت کا حکم ہے؟ فرمایا: علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور فاطمۃ الزہراؑ ہیں۔

اس کے بعد شیخ اکبر فرماتے ہیں:

ہر گاہ قرابت مناسبت روحانیہ کا تقاضا کرتی ہے اور مناسبت جنسیہ کا روحانیہ کی مقتضی ہے۔ پس ان کی اولاد جو ان کی ہدایت پر پوری چلنے والی ہے وہ بھی اس حکم میں ہے، اسی لیے حدیث میں ان سے احسان کرنے ان سے محبت کرنے کا حکم ہے۔ اور ان کے بغض اور ایذا سے ڈرایا گیا ہے۔ (اقتباس از تفسیر محی الدین ابن عرب، ص ۲۳۱)

لما نزلت هذه الآية قيل يا رسول الله من قرابتك هؤلاء الذين وجبت علينا موتهم قال علی فاطمة والحسن والحسين وابناهما ثم لما كانت القرابة تقتضی المناسبة المزاجية المقتضية للجنسية الروحانية كان اولادهم السالكون لسبيلهم التابعون لهديهم فی حكمهم و لهذا حرض علی الاحسان اليهم و محبتهم مطلقا و نهی عن ظلمهم وايذائهم و وعد علی الاول ونهی عن الثانی.

الغرض امامِ حسینؑ حسب قرآن کریم آیتِ مباہلہ، آیت تطہیر آیت مودت میں داخل و شامل ہیں۔ ابن رسول ہیں خدا کے دست قدرت سے پاک کردہ ہیں محبوب خدا و رسول ہیں، اور مومنین ان کی محبت کے لیے مامور ہیں۔ ان سے محبت

کرنے والا انشاء اللہ روز قیامت ان کے ساتھ محشور ہوگا۔ فتح و نصرت سے مسرور ہوگا۔ گناہوں سے مغفور ہوگا۔ حشر میں نور علیٰ نور ہوگا۔

اللھم ارزقنا من محبی الحسین و آبائه و ابنائه
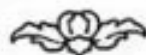
حضرت امامِ حسین علیہ السلام حدیث شریف کی روشنی

اللھم صل علی محمد و علی آلِ محمد کما صلّیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم بارک علی محمد و علی آلِ محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۴۷۷، ح ۳۳۷۰، ۴۷۹۷، ۶۳۵۷۔ مطبوعہ کراچی)

"اے اللہ! صلوٰۃ بھیج اوپر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اوپر آلِ محمدؐ کے جیسا کہ تو نے صلوٰۃ بھیجی اوپر حضرت ابراہیمؑ کے اور آلِ ابراہیمؑ کے۔ اے اللہ! برکت کر اوپر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آلِ محمدؐ کے جیسا کہ تو نے برکت بھیجی ہے اوپر حضرت ابراہیمؑ کے اور آلِ ابراہیمؑ کے"۔

یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی سب میں موجود ہے۔ آل کا ترجمہ آلِ ابراہیم کے ترجمہ سے حل کرلینا چاہیے۔ قرآنِ مجید میں آلِ ابراہیمؑ کی آیات موجود ہیں۔ ان کے حقوق اور فضائل خصائص سب موجود ہیں۔ آلِ ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ سے چلی۔ ان کی نسل میں معصوم انبیاء ہوئے اسی طرح حضور کی آل حسنؑ اور حسینؑ سے چلی، اس لیے رسالت مآب امام حسن اور امامِ حسین علیہما السلام کے

لیے وہی دعا پڑھتے تھے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزندان حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام کے لیے پڑھتے تھے۔ جیسا کہ مصنف عبدالرزاق، ج ۴، ص ۲۵۹، ح ۷۱۸۷، صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۷۷، ح ۳۳۷۱، سنن ابی داؤد، ح ۴۷۳۷، مسند احمد، ج ۱، ص ۲۳۶، ح ۲۱۱۳، ابن ماجہ، ح ۳۵۲۵، جامع الترمذی، ح ۲۰۶۰، المعجم الکبیر، ج ۱۱، ص ۳۵۴، ح ۱۲۲۷۱، المعجم الاوسط، ج ۳، ص ۳۴۴، ح ۳۴۷۹ میں ابن عباس سے مروی ہے۔ نیز یہی حدیث عبداللہ بن مسعود سے بھی مروی ہے جیسا کہ المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۷۲، ح ۹۹۸۴، حلیۃ الاولیاء، ج ۵، ص ۴۲، ح ۷۱۸۱ میں ہے۔

و قال البخاری. حدثنا عثمان بن ابی شیبه حدثنا جریر عن منصور عن المنهال عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یعوذ الحسن والحسین علیهما السلام و یقول ان اباکما کان یعوذ بها اسماعیل و اسحاق اعوذ بکلمات الله التامة من کل شیطان و هامة و من کل عین لامة.

"حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ حسن و حسین علیہما السلام کے لیے کلمات پناہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ تحقیق تمھارا باپ ابراہیم علیہ السلام ان کلمات کے ساتھ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کے لیے پناہ مانگتا تھا اور کہتے تھے: میں اللہ کے کلمات عاملہ اور کاملہ شافیہ کے ساتھ تمھارے لیے پناہ مانگتا تھا۔ ہر شیطان سے یعنی جن بھوت

آسیب بلا سے اور ہر زہریلے حشرات سے اور ہر نظر بد سے"۔

حضرات! ذرا بخاری شریف کھول کے دیکھو۔ یہ ہے تشبیہ آل کی آل سے اور حسنین علیہ السلام کی حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ سے، وہ فرزندانِ ابراہیمؑ یہ فرزندانِ محمدؐ، ان سے آلِ ابراہیمؑ اُن سے آلِ محمدؐ سوائے نبوت کے ہر چیز وہی آلِ محمدؐ میں آگئی جو آلِ ابراہیمؑ میں تھی۔ امامت، خلافت، برکت صلوٰۃ رحمتِ خاص، جو آلِ ابراہیمؑ میں صرف نبوت کا استثناء ہے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ مرزائیوں کا تشبیہ صلوٰۃ سے خیال باطل اور زعم فاسد ہے۔

قال البخاری حدثنی محمد بن الحسین بن ابراھیم قال حدثنی حسین بن محمد حدثنا جریر عن محمد عن أنس بن مالك قال أتی عبیدالله بن زیاد برأس الحسین ابن علی فجعل فی طست فجعل ینکت وقال فی حسنه شیئًا فقال أنس کان أشبههم برسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کان مخضوباً بالوسمة (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۵۳۰، ح ۳۷۴۸)

"حضرت انس بن مالک کہتے ہیں: عبیداللہ بن زیاد ملعون کے پاس امامِ حسینؑ کا سر لایا گیا۔ ایک طشت میں رکھا گیا تو ابن زیاد لعنۃ اللہ علیہ ان کی آنکھ اور ناک پر چھڑی مارنے لگا اور ان کی خوبصورتی میں کچھ کلام کیا۔ پس حضرت انس نے کہا: یہ سب سے زیادہ رسولِ خدا کے مشابہ تھے اور حسینؑ کے سر اور داڑھی میں وسمہ کا خضاب کیا ہوا تھا"۔ (ترجمہ: بخاری از مرزا

حیرت دہلوی، ص ۲۴۲، ج ۲)

حضرات! میں نے نقلِ حدیث در باب امامِ حسین علیہ السلام کا سلسلہ پہلے بخاری شریف سے شروع کیا ہے۔ جس کو لوگ اصح الکتب کہتے ہیں اور سرِ امامِ مظلوم کی یہ توہین برسرِ دربار عالم صحابہ کرام کے سامنے بخاری شریف اور ترجمہ مرزا حیرت دہلوی سے دکھلائی ہے تاکہ دورِ حاضر کے محبانِ یزید لعنۃ اللہ علیہم پلید کو کچھ عبرت ہو اور منکران شہادت پر حجت ہو۔

افسوس نفاق کا مادہ اب تک چلا آتا ہے۔ ابن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن یزید کے حامی اب بھی موجود ہیں۔ ہم نے تیرہ سو سال پیٹ پیٹ کر غمِ حسینؑ اور عظمت شہادتِ حسینؑ کی دعوت دی تو ایک ملاں بھی نہ آیا۔ اور محمود عباسی نے ایک غلط کتاب مشتمل بر مغالطہ بر خلاف امامِ حسینؑ لکھی تو ہر مسجد کے ملاں نے اس کو بغل میں دبایا۔ ہائے! فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضًا۔

لہٰذا بخاری شریف سے صلوٰۃ بر آلِ محمدؐ ابناء رسول محبت آلِ محمدؐ شہادتِ حسینؑ، سرِ حسینؑ بدربار ابن زیاد لعنۃ اللہ علیہ بحضوری صحابہ کرام دکھلایا جا چکا ہے۔

ہائے شبیہ رسولؐ کی آنکھوں اور دانتوں اور ناک اور منہ پر ابن زیاد لعنۃ اللہ علیہ کی چھڑی، وہ کتنی نازک گھڑی ہوگی جب سرِ حسینؑ پر چھڑی ہوگی اور جنابِ زینبؑ رسن بستہ سامنے کھڑی ہوگی۔ سکینہ، کبریٰ، کلثوم سلام اللہ علیہا کے ہاتھوں میں زنجیر کی لڑی ہوگی۔ ہائے واویلا! بخاری شریف اور ابن رسول کا یہ حال!

حسنین علیہما السلام اہلِ جنت کے سردار ہیں

عن أبي سعيد قال. قال رسول الله الحسن و الحسين

علیهما السلام سید أشباب اهل الجنة

ابو سعید سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"حسنؑ اور حسینؑ دونوں اہلِ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں"۔

یہ حدیث متواتر ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ (ترمذی شریف، ص ۶۲۳)

مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ حسنین علیہما السلام اہلِ جنت کے سردار ہیں کیونکہ اہلِ جنت میں کوئی بوڑھا نہ ہوگا۔ سب جوان ہوں گے۔

حضرات! ذرا مقام جنت اور ان کی شان ملاحظہ فرمایئے: اس میں حسنین علیہما السلام کی سیادت دیکھئے۔ مطلب یہ ہے کہ جتنے لوگ جنت میں جانے والے ہیں حسنین شریفینؑ ان کے سردار ہیں۔ اہلِ دوزخ سے حسنین علیہما السلام کا کوئی واسطہ نہیں۔ معلوم ہوا حسنین علیہما السلام اہلِ جنت کے بھی امام ہیں۔ اہلِ جنت ان کو ہی سردار سمجھتے ہیں۔ یزید کو سردار سمجھنے والے، اس کے حق میں کتابیں لکھنے والے، نہ اہلِ جنت ہیں نہ حسنین علیہما السلام ان کے سردار ہیں۔ دورِ حاضر کے حامیانِ یزید اس حدیث پر غور فرمائیں یا جنت میں جانے کا خیال چھوڑیں یا حسنین علیہما السلام کی سیادت، قیادت، امامت، خلافت، ولایت، وصایت اور عصمت کا اقرار کریں ورنہ بغیر سرداروں کی رضامندی کے کسی مقام کا داخلہ مشکل، اس میں رہنا محال۔

یہ حدیث ان کے لیے تازیانہ عبرت ہے جو ان کو مظلوم سمجھ کر غیروں کو سردار سمجھتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

قال الترمذی حدثنا الحسن بن عرفة قال: حدثنا اسماعیل بن عیاش عن عبد اللہ بن عثمان بن خثیم

عن سعید بن راشد عن یعلی بن مرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ حسین منی و انا من الحسین احب اللہ من احب حسینًا حسین سبط من الاسباط۔ (ترمذی شریف، ص ۲۲۴، رواہ ابن ماجہ، برقم ۱۴۴ ایضاً)

یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

"حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرے۔ حسینؑ سبط ہے سبطوں میں سے"۔

سبط انبیاء کے نواسے ہوتے ہیں۔ جن سے خاندان آگے چلتا ہے اور نبوت و امامت قائم رہتی ہے۔ حسین علیہ السلام سے رسالت مآبؐ کا خاندان چلا، امامت چلی۔

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ حسینؑ اور میں دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ حسینؑ کی شہادت میری شہادت ہے۔

چنانچہ اس حدیث کی شرح میں قاضی عیاض فرماتے ہیں:

قال القاضی: کانه علم بنور الوحی ما سیحدث بینه و بین القوم فخصه بالذکر و بین انهما کالشئ الواحد فی وجوب المحبة و حرمة التعرض والمحاربة و اکد لذلك بقوله: احب الله من احب حسینًا فان محبته محبة الرسول، و محبة الرسول محبة الله۔

"یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے

فرمایا: حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسینؓ سے محبت کرے۔ حسینؓ ایک سبط ہے سبطوں میں سے''۔

حضور ﷺ کے فرمان: حسین منی و أنا من الحسین کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ وحی الٰہی کے نور سے جان گئے تھے کہ میرے حسینؓ اور قوم کے درمیان کیا حادثے واقع ہوں گے۔

پس حضور ﷺ نے بالتحقیق امامِ حسینؓ کا ذکر کیا اور بیان فرمایا:

''ہم دونوں یعنی میں اور حسینؓ ایک ہی چیز ہیں وجوبِ محبت میں اور حرمت تعرض اور جنگ میں''۔ یعنی جیسے میری محبت واجب ہے ویسے ہی حسینؓ کی، جیسے میری حرمت اور عزت کے خلاف چھیڑ چھاڑ تعریض کرنا حرام ہے ایسے ہی حسینؓ کے جیسا مجھ سے لڑنا جنگ کرنا حرام اور خروج از دین ہے ویسا ہی حسینؓ سے۔

پھر حضور ﷺ نے اس مضمون کی تاکید ان الفاظ سے کی:

احب اللہ من احب حسیناً

''اس سے اللہ محبت کرتا ہے جو حسینؓ سے محبت کرے''۔

کیونکہ محبِ حسینؓ اصل میں محبِ رسول اللہ ہے اور رسولؐ اللہ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ پھر حضورؐ نے اس وحدت کو یوں بیان فرمایا:

''حسینؓ میرا نواسہ ہے میرا سبط ہے میری بیٹی کا بیٹا ہے یعنی میرا جز ہے'' اور ٹکڑا ہے جو میرے ہی ٹکڑے کاٹے وہ مسلمان کیسا؟''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کربلا میں امامِ حسین علیہ السلام سے جو کچھ سلوک کیا وہ امامِ حسین علیہ السلام سے نہیں کیا بلکہ محمد رسولؐ اللہ سے کیا۔ وہ لڑائی امام حسین علیہ السلام سے

نہیں بلکہ خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔

اس مضمون کو حضورؐ نے ایک اور حدیث میں بالکل واضح فرمایا: علیؑ، حسنؑ و حسینؑ اور حضرت فاطمہؑ سے لڑائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑائی ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے:

انا حرب لمن حاربتم وسلم لمن سالمتم

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میری اس سے جنگ ہے جس کی اہلِ بیت سے جنگ ہے اور میری صلح اور صفائی اس سے ہے جس سے میری اہلِ بیت کی صلح وصفائی ہے''۔

یہ حدیث مبارک مسند احمد، ج ۲، ص ۴۴۲، فضائل الصحابہ، ج ۲، ص ۷۶۷، ح ۱۳۵۰، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۴۰، ح ۲۶۲۱، المستدرک، ج ۳، ص ۱۴۹ میں ابوہریرہ سے مروی ہے۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۸، ص ۳۸۱، ح ۳۲۱۷۲، مسند ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۳۵۵، ح ۲۵۰، جامع الترمذی، ح ۳۸۷۰، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۴۰، ح ۲۶۲۰، المستدرک، ج ۳، ص ۱۴۹، میں زید بن ارقم سے مروی ہے۔

حدثنا سليمان بن عبد الجبار البغدادی نا علی بن قادم نا اسباط بن نصر الهمدانی عن السدی عن صبيح مولى ام سلمة عن زيد بن أرقم ان رسول الله قال لعلی و فاطمة و الحسن و الحسين أنا حرب لمن حاربتم وسلم لمن سالمتم

"حضور ﷺ نے حضرت علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کے متعلق فرمایا: "میں لڑنے والا ہوں اس شخص سے جو ان سے لڑے اور میں صلح کرنے والا ہوں اس شخص سے جو ان سے صلح کرے"۔

مسلمانو! ذرا غور کرو! ہمارے عاشور کے جلوس دیکھنے والو! محفل حسینؑ میں آنے والو! میرا رسالہ پڑھنے والو! خدارا! ذرا غور تو فرمائیں اور میرے ان سوالوں کے جواب تو دیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے کون لڑا؟ فاطمہ علیہا السلام کو کس نے رنجیدہ کیا؟ حسن علیہ السلام کو کس کے ایما پر اور کس نے زہر دیا؟ حسین علیہ السلام کو کس کے ایما پر کس کے لشکر کے ہاتھ سے شہید کیا گیا؟ زینبؑ کو کس نے قید کیا؟ شام میں کون تھا؟ یزید کو کس نے بر سر تخت رسولؐ بٹھایا؟ زوال اسلام کس کے ہاتھوں سے ہوا؟ حسین علیہ السلام کی جنگ کو سیاسی کہنے والو ذرا حدیث مصطفویؐ پر غور تو کرو!

حسنین علیہما السلام شبیہ رسولؐ الثقلین

قال حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن قال: اخبرنا عبید الله بن موسی عن اسرائیل عن ابی اسحاق عن هانی ، بن هانی، عن علی قال: الحسن اشبه برسول الله ﷺ ما بین الصدر الی الرائس و الحسین یشبه النبی ﷺ ما کان اسفل من ذٰلك. (الترمذی، ح ۳۷۷۹ مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۱، ح ۶۱۷۰)

" حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: سینہ سے لے کر سر تک حسنؑ رسول اللہؐ کے مشابہ تھے اور نچلا حصّہ حسینؑ کا رسولؐ کے مشابہ تھا۔ یعنی حسنؑ اور حسینؑ کو ملا کے دیکھو تو پورا رسولؐ تھا"۔

ہائے سینہ رسولؐ پر پتھر کس نے مارے؟ شبیہ رسولؐ کا سر کس نے کاٹا؟ شبیہ محمدؐ کو نوک نیزہ پر کس نے چڑھایا؟ خاک و خون میں یہ شبیہ کس نے رلائی؟ کیا ہم اب بھی غم کے آنسو نہ بہائیں؟

کیا اب بھی پیٹ پیٹ کر احساس نہ دلائیں ___ ؟ اس صدمہ کی عظمت کس طرح بھول جائیں؟ یہ حادثہ وہ حادثہ ہے جس پر زمین و آسمان لرزے۔

جیسا کہ میں انشاء اللہ برادرانِ اسلام کی کتابوں سے دکھلاؤں گا۔ آسمان سے خون برسنا زمین سے خون نکلنا حدیث تفسیر کی کتابوں سے سامنے لے آؤں گا۔

میں ذکرِ حسینؓ میں نجات سمجھتا ہوں۔ حمایتِ حسینؓ کو دین کا ثبات سمجھتا ہوں۔ خود روتا ہوں۔ دنیا کو رلاتا ہوں، غمِ حسینؓ یاد دلاتا ہوں، قرآن اور حدیث سے سمجھتا ہوں تاکہ لوگ اس کو قصے کہانی سمجھ کر مکر نہ جائیں۔ اور دلوں سے آلِ احمدؐ کی عظمت کم نہ کر جائیں۔

حسنین شریفین علیہما السلام محبوبانِ سیّد الکونین

قال حدثنا أبو سعيد الاشجع قال: حدثنا عقبة بن خالد قال: حدثني يوسف بن إبراهيم أنه سمع انس بن مالك يقول: سُئل رسول الله ﷺ اى أهل بيتك أحبّ اليك قال: الحسن و الحسين و كان يقول لفاطمة: (ادعى) لى ابنى فيشمهما و يضمهما اليه

(ترمذی شریف، ج ۲ ۷۷ ۳ مشکوٰۃ شریف، ۶۱۶۷)

"حضرت انس سے روایت ہے کہ حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ آپؐ کو اپنے اہلِ بیتؑ سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: حسنینؑ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے فرماتے تھے: حسنینؑ کو بلاؤ، میرے بیٹوں کو بلاؤ۔ پس ان کو سونگھتے ان کی خوشبو لیتے، سینہ سے لگاتے"۔

یہ ہیں محبوبانِ رسولؐ لختِ جگرِ رسولؐ راحتِ قلبِ محمدؐ۔ کسی نے سچ کہا ہے:

جس کے بوسے لے کے ملتا تھا محمدؐ کو سکون
وہ گلو کاٹا گیا ہے آج تند شمشیر سے

حسنین علیہما السلام کا مسجد میں آنا اور رسولِ خدا کا منبر سے اُتر کر اٹھانا

قال الترمذی حدثنا الحسین بن حریث قال حدثنا علی بن حسین بن واقد قال حدثنی ابی قال حدثنی عبد اللہ بن بریدہ قال سمعت ابی بریدہ یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یخطبنا أذ جاء الحسن و الحسین علیھما قمیصان أحمران یمشیان و یعثر أن فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من المنبر فحملھما و وضعھما بین یدیہ ثم قال صدق اللہ {انما أموالکم و أولادکم فتنۃ} نظرت ألی ھذین الصبیین یمشیان و یعثران فلم أصبر حتیٰ قطعت حدیثی و رفعتھما (رواہ الترمذی ، ح ۳۷۷۴، وکذا فی سنن ابی داؤد، ح ۱۱۰۹، سنن النسائی، ح ۱۴۱۳، سنن ابن ماجہ، ح ۳۶۰۰، اور تحفۃ الاشراف، ح ۱۹۵۸، مشکوٰۃ، ص ۵۷۱، ح ۶۱۶۸)

"حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ اچانک امام حسنؑ اور امام حسینؑ مسجد

میں آگئے ۔ ان پر سرخ رنگ کے قمیص تھے چلتے تھے اور گر پڑتے تھے ۔ پس رسولؐ خدا منبر سے اُترے اور ان کو اٹھایا اپنے منبر پر ان کو بٹھایا پھر فرمایا: سچ کہا اللہ نے کہ مال اور اولاد آزمائش ہے۔ دیکھو میں نے اپنے بچوں کو دیکھا کہ یہ چلتے ہیں اور گرتے ہیں۔ میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی کلام کاٹ دی اور ان کو اٹھایا"۔

فائدہ

کیوں حضرات! جب رسولِ خدا ﷺ ان کو مسجد میں گرتا ہوا دیکھ کہ صبر نہیں کر سکتے؟ تو ہم ان کو کربلا میں زخمی حالت میں گھوڑے سے گرتا سن کر کیسے صبر کر جائیں؟ کیا حضورؐ نے تمام اہلِ مسجد کو جتلا نہیں دیا کہ ان کی جگہ منبر اور ان کے لیے خطبہ چھوڑا جا سکتا ہے مگر حسینؑ کو گرتا ہوا نہیں دیکھا جا سکتا۔ حضورؐ نے ان کو منبر پر بٹھا کر یہ جتلا دیا کہ ان کا مقام منبر ہے نیچے نہ گرانا اور ان کی شان میں فرق نہ لانا۔

مولا حسینؑ بر پشتِ رسولؐ بحالتِ نماز

یہ حدیث شریف مسند ابن ابی شیبہ، ج ۲، ص ۲۱۰، ح ۶۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۵۱۴، مسند احمد، ج ۶، ص ۴۶۷، ح ۲۷۱۰۰، السنن الکبریٰ، ج ۱، ص ۲۴۳، ح ۷۲۷، السنن الصغریٰ، ح ۱۱۴۲، المعجم الکبیر، ج ۷، ص ۲۷۰، ح ۷۱۰۷، سنن البیہقی، ج ۲، ص ۲۶۳، ح ۳۲۳۳، معجم ابن قانع، ج ۱، ص ۳۳۲ پر حضرت شداد ابن الہاد سے روایت کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیث مبارک حضرت ابوبکرہؓ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، انس بن مالک، ابو سعید خدری

اور ابو ہریرہ سے روایت کی گئی ہے۔

و قال النسائی اخبرنا عبد الرحمٰن بن سلام قال حدثنا یزید بن ہارون قال انبأنا جریر بن حازم قال حدثنا محمد بن ابی یعقوب البصری عن عبد اللہ بن شداد عن ابیہ قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ فی احدی صلاۃ العشاء، وھو حامل حسن او حسین علیھما السلام فتقدم رسول اللہ ﷺ فوضعه ثم کبر للصلاۃ فصلی فسجد بین ظھرانی صلاته سجدۃً اطالھا قال ابی فرفعت رأسی و اذ الصبی علی ظھر رسول اللہ ﷺ و ھو ساجد فرجعت الی سجودی فلما قضی رسول اللہ ﷺ الصلاۃ قال الناس یا رسول اللہ ﷺ انك سجدت بین ظھرانی صلاتك سجدۃ اطلتھا حتی ظننا انه قد حدث امر او انه یوحی الیك قال: {کل ذلك لم یکن و لکن ابنی ارتحلنی فکرھت أن اعجله حتی یقضی حاجته} والحدیث صححه الذھب والحاکم

"عبد اللہ بن شداد سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ باہر تشریف لائے آپ نے ایک بچہ اٹھایا ہوا تھا حسنؑ یا حسینؑ۔ پس حضورؐ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھانی شروع کی اور اس بچہ کو اپنے قدم مبارک کے پاس بٹھالیا اور سجدہ کیا اور اس سجدہ کو

بہت طول دیا۔

راوی عبداللہ کہتا ہے: میرا باپ اس نماز میں موجود تھا۔ اس نے سر سجدہ سے اٹھایا کر دیکھا تو رسولِ خداؐ اسی سجدہ کی حالت میں ہیں اور وہ بچہ آپ کی پشت پر سوار ہے اور میں پھر سجدہ میں لوٹ گیا۔ جب حضورؐ فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو لوگوں نے عرض کیا: حضورؐ! پہلے تو آپؐ نے کبھی اتنا طویل سجدہ نہیں کیا؟ کسی چیز کا حکم دیا گیا تھا یا وحی نازل ہو رہی تھی کہ سجدہ کو طول دیا؟ فرمایا: نہیں بلکہ میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا میں نے اچھا نہ سمجھا کہ اس کو جلدی میں اتار دوں۔ حتیٰ کہ وہ اپنی حاجت پوری کرے یعنی راضی ہو کر اترے تو اتاروں اس لیے سجدہ لمبا ہو گیا"۔

بحالتِ نماز حسینؑ کا پشتِ رسولؐ پر سوار ہونا

یہ حدیث مبارک السنن الکبریٰ، ج ۵، ص ۵۰، ح ۸۱۷۰، مسند ابی یعلیٰ، ج ۴، ص ۴۷۰، ح ۵۳۳۷، مسند الشاشی، ج ۲، ص ۱۱۳، ح ۶۳۸، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۴۷، ح ۲۶۳۴، صحیح ابن خزیمہ، ج ۲، ص ۴۸، ح ۸۸۷، کتاب الشریعہ، ص ۷۷۹، ح ۱۶۳۹/ ۱۶۳۶/ ۱۶۴۷، سنن البیہقی، ج ۲، ص ۲۶۳، ح ۳۲۳۴۔

و قال النسائی أخبرنا الحسن بن اسحاق قال حدثنا عبید اللہ قال انا علی ابن صالح عن عاصم عن زر عن عبد اللہ بن مسعود قال کان النبی یصلی فاذا سجد

وثب الحسن و الحسین علی ظھرہ فاذا اراد ان یمنعوھما اشار الیھم عن دعوا ھما فلما صلی وضعھما فی حجرہ ثم قال من احبنی فلیحب ھذین۔

"ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضورؐ ایک دن لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں بھائی آ گئے اور وہ دونوں اس وقت چھوٹے بچے تھے پس بحالت نماز حضور ﷺ پرنور کی پشت مبارک پر کھیلنے کودنے لگے۔ لوگ ان کو حضورؐ سے ہٹانے لگے برطرف کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو جو شخص مجھ سے محبت کرنا چاہے ان دونوں سے محبت کرے"۔

فائدہ حدیث

حضرات! حضورؐ نے شانِ حسینؓ سمجھانے میں کونسا مقام چھوڑا؟ خطبۂ جمعہ میں منبر پر بٹھائے، سجدہ کی حالت میں پشت پر چڑھائے، نماز میں پشت پر کھیلتے کودتے نظر آئے، یہ منظر اپنی محبت کے نشان قرار دے کر ان کی محبت کے طور طریقے سمجھائے۔ مگر افسوس! مسلمانوں کی سمجھ میں یہ نازک اشارے پھر بھی نہ آئے؟ محبت کی بجائے مسلمان عداوت پر اتر آئے۔ شہید کرنے پر بس نہ کی بلکہ نعش اقدس پر گھوڑے بھی دوڑائے۔ پشتِ رسول کجا، نوک نیزہ کجا۔ پشتِ رسولؐ پر سواری کجا، گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے نعش پاک کجا۔ ذوالجناح سے گرنا کجا، دوشِ رسولؐ پر چڑھنا کجا۔

ذکر مادرِ حسینؑ بکلام علامہ اقبالؒ

مریمؑ از یک نسبت عیسیٰؑ عزیز

از سہ نسبت حضرت زہراؑ عزیز

''حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ایک نسبت سے عزیز ہے کہ مادرِ عیسیٰؑ ہے۔ لیکن حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کی عزت تین نسبتوں سے ہے یعنی باپ محمدؐ، شوہر علیؑ، بیٹے حسنینؑ ہیں۔

نور چشم رحمۃ اللعالمین

آں امام اوّلین و آخرین

''یعنی فاطمہ زہراءؑ رحمت اللعالمین کی نورِ چشم ہے اور جو کہ اولین و آخرین کے امام ہیں''۔

آنکہ جاں در پیکر گیتی دمید

روزگار تازہ آئیں آفرید

''وہ رحمت للعالمینؐ جس نے پیکر گیتی میں نئی روح ڈال دی یعنی مردہ عالم کو زندہ کر دیا۔ اپنی شریعت طاہرہ کے آئین اور قانون جدید سے ایک عالم نو پیدا کر دیا۔ یعنی ملت اسلامیہ کو جنم نو دیا۔ یہ نسبت اوّل رسالت کی نسبت ہے''۔

بانوئے آں تاجدار ھل اتٰی

مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا

''یعنی حضرت فاطمۃ الزہراؑ تاجدارِ ھل اتٰی مرتضیٰ مشکل کشا کی زوجۂ طاہرہ ہے''۔

بادشاہ و کلبۂ ایوان او

یک حسام و یک زرہ سامان او

''وہ علی مرتضیٰؑ بادشاہ حقیقی تھے جن کے محل کا سامان صرف ایک تلوار اور ایک زرہ تھی۔ یہ نسبت دوم تھی''۔

مادر آں مرکز پرکارِ عشق

مادر آں کارواں سالارِ عشق

''حضرت فاطمۃ الزہراؑ اس مرکز پرکارِ عشق کی ماں تھیں۔ عشق کے قافلہ کے سالار یعنی حسینؑ کی ماں تھیں۔ یعنی حضرت امامِ حسین علیہ السلام کاروانِ عشق کے سالار تھے''۔

آں یکے شمع شبستان حرم

تا نشیند آتش پیکار و کیں

حافظ جمعیت خیر الامم

پشت زد بر سر تاج و نگیں

''ان میں سے ایک حرم کے شبستان کی شمع تھی۔ امت خیر الامم کی جمعیت کے شیرازہ کے محافظ تھے جس نے جنگ وجدل کی آگ بجھانے کے لیے تاج وتخت کو پاؤں کی ٹھوکر سے ٹھکرا دیا''۔

واں دگر مولائے ابرار جہاں
قوت بازوئے احرار جہاں

''اور وہ دوسرا یعنی حسینؑ نیک بندوں کے جہاں کا آقا و مولا تھا۔ جہان کے آزاد بندوں کا قوتِ بازو تھا۔ یعنی آزادی کا سبق آپ نے دیا۔ یعنی آزادی چاہنے والوں کا پیشوا حسینؑ ہے''۔

در نوائے زندگی سوز از حسینؑ
اہلِ حق حریت آموز از حسینؑ

''نوائے زندگی کا سوز صرف حسینؑ سے پیدا ہوا ہے ورنہ زندگی بے نور، بے عشق، بے محبت بغیر غم و الم ہوتی نہ درد ہوتا نہ سوز نہ عشق عالم افروز، جذبات میں طغیانی یعنی یہ بندہ بے درد خاک کا ڈھیر ہوتا''۔ جس کی تشریح دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ:

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

اہلِ حق سبق آزادی آج تک امام حسین علیہ السلام سے سیکھتے آ رہے ہیں۔ جب کوئی نہضت اور تحریک اٹھتی ہے واقعہ کربلا سہارا اور اشارہ ہو جاتا ہے۔ نمونہ اور اُسوہ ہوتا ہے۔

سیرت فرزندہا از امہات
جوہر صدق و صفا از امہات

''چونکہ بچوں کی سیرت ماؤں کی مرہونِ منت ہے۔ صدق و صفا کا جوہر ماؤں سے پیدا ہوتا ہے''۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول
مادراں اسوۂ کامل بتول

"تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل بتولؑ ہے۔ ملت کی ماؤں کے لیے اُسوۂ کامل بتولؑ ہے"۔

سیرت وسخاوتِ فاطمہؑ "بقول اقبالؒ"

بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت
با یہودے چادر خود را فروخت

"ایک محتاج کو دیکھ کر سیّدہؑ کا دل کچھ اس طرح کڑھا کہ ایک یہودی کے پاس اپنی چادر فروخت کر کے اس سائل کی حاجت کو پورا کر دیا"۔

نوری و ہم آتشی فرمانبرش
گم رضائے اش در رضائے شوہرش

"نوری و ناری، جن فرشتے سب اس کے فرمانبردار تھے مگر اس کی رضا پھر بھی شوہر مولا علیؑ کی رضا میں گم تھی۔ جو کچھ رضائے مولا علیؑ ہوتی سیّدہؑ اسی پر خوش تھیں کیونکہ رضائے علیؑ رضائے خدا ہے۔ مرضاۃ اللہ کے علیؑ مالک تھے"۔

آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گرداں و لب قرآں سرا

"وہ بی بیؑ صبر و رضا کے ادب میں ایسی ملی ہوئی تھی کہ چکی

چلاتے وقت بھی قرآن پڑھتی رہتی تھیں"۔

گریہ ہائے او زبالین بے نیاز
گوہر افشاندے بدامان نماز

"اس کا رونا بالیں سے بے نیاز تھا۔ یعنی اس کو بالیں کی ضرورت نہ تھی بلکہ زمین پر بیٹھ کر روتی رہتی تھیں"۔

اس کا دوسرا نسخہ ہے کہ نیاز کی بالیں سے روتی رہتی تھیں یعنی جب تکیہ پر سر رکھتی تو خوفِ خدا، ہجرِ رسولؐ اولاد کے مصائب یاد کر کے روتی رہتی تھیں۔ جب نماز پڑھتیں تو دامن اشکوں اور آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔ یعنی نماز میں رونا اور راتوں کو جاگنا سیدہؑ کا شیوہ تھا۔

اشک او برچید جبریل از زمیں
ہمچو شبنم ریخت بر عرش بریں

"جبرائیل امینؑ جناب سیدہ پاک کے آنسوؤں کو زمین سے چن کر لے جاتا اور شبنم کی طرح عرش بریں پر گراتا تھا"۔

یعنی سیدہؑ کے آنسو عرش بریں پر لے جاتے اور عرش رب العزت پر اوس اور شبنم کی طرح گرتے تھے۔

رشتۂ آئین حق زنجیر پاست
ورنہ گرد تربتش گردید مے
پاس فرمان جناب مصطفیٰ است
سجدہ ہا بر خاک او پاشید مے

"رسولِ خدا ﷺ کے فرمان کا پاس اور ادب ہے کہ حضورؐ

نے فرمایا: اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو۔ ورنہ آپ کی تربت کے اردگرد میں طواف کرتا اور دیوانہ وار گھومتا آپ کی خاک پر سجدوں کا چھڑا کاؤ کر دیتا"۔

فطرت تو جذبہ ہا دارد بلند
تا حسینے شاخ تو بار آورد
چشم ہوش از اُسوۂ زہرا بلند
موسم پیشین بگلزار آورد

"اقبال مرحوم مادرانِ ملت کو خطاب فرماتے ہیں: اے مادرانِ ملت! تمھاری فطرت میں بڑے جذبات اور اُسوات یعنی نمونے موجود ہیں۔ مگر اپنی چشم ہوش کو اسوۂ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے بندمت کرو تا کہ تمھاری شاخ اُمید حسینؑ جیسے پھل لائے یعنی تمھارے شکم سے اُسوۂ حسینؑ پر چلنے والے پیدا ہوں اور گلزار اسلام میں اَسلاف کا موسم لے آئیں یعنی پھر خزانہ بہار موسم اسلام میں مثل اسلاف پیدا کریں"۔

ذکر پدرِ حسین علیہ السلام بکلام اقبال اور شرح اسماء علی مرتضیٰؑ

مسلم اوّل شہ مرداں علیؑ
عشق را سرمایۂ ایماں علیؑ

"یعنی مسلمانوں میں یہ جو بحث چلی آئی ہے کہ اسلام کون لائے ہیں۔ اس کا فیصلہ یہ ہے کہ مسلم اوّل بندگانِ خدا مردان باصفا

کا بادشاہ علیؑ ہے اور عشق کا سرمایۂ ایماں بھی علیؑ ہے"۔

یعنی حبّ علیؑ عاشقان خدا کا سرمایۂ ایماں ہے یعنی حبّ علیؑ ایمان ہے۔ حبّ علی عین ایمان اور بغض علیؑ علامت نفاق ہے۔ (کما فی الحدیث مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۵، ح ۶۰۸۸، صحیح مسلم، ج ۱، ص ۶۰، ح ۲۴۰)

قال مسلم حدثنا أبوبكر بن أبي شيبة حدثنا وكيع و أبو معاوية عن الأعمش و حدثنا يحى بن يحى واللفظ له: أخبرنا أبو معاوية عن الأعمش عن عدى بن ثابت عن زر قال: قال علی: والذی فلق الحبة وبرا النسمة أنه لعهد النبی (الأمی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی: ان لا يحبنی إلا مؤمن ولا يبغضنی إلا منافق.

"حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بارے میں بطور وصیت یہ فرمایا تھا کہ مجھ سے محبت نہیں رکھے گا مگر وہ آدمی جو مومن ہوگا اور مجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر وہ جو منافق ہوگا"۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر (فتح الباری، ج ۲، ص ۴۳۰) باب مناقب علی علیہ السلام میں فرماتے ہیں:

فكأنه اشار إلى ان عليا - تام الاتباع لرسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتى اتصف بصفة محبة الله له و لهذا كانت محبته علامة الايمان و بغضه علامة النفاق.

"حضرت علی علیہ السلام خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور اتباع

میں اس قدر غرق ہو چکے تھے یہاں تک کے ان کی محبت علامتِ ایمان ہے اور ان سے بغض علامتِ نفاق ہے"۔

از ولائے دودمانش زندہ ام
در جہاں مثل گہر تابندہ ام

"یعنی مولا علیؑ کے خاندان کی ولا اور محبت سے زندہ ہوں۔ میرا سرمایۂ حیات ملی حبِ آلِ محمدؐ اسی لیے جہاں میں گوہر آبدار کی طرح چمک رہا ہے یعنی میری سب چمک دمک حبِ آلِ عبا کی بدولت ہے"۔

نرگسم وارفتۂ نظارا ام
در خیابانش چو بو آوارہ ام

"میں نرگس کی طرح نظارہ کے لیے وارفتہ اور پریشان ہوں اس کے خیاباں میں خوشبو کی طرح پراگندہ اور منتشر ہوں یعنی نرگس کی طرح نورِ نظر کا محتاج اور منتظر ہوں۔ گلستان محبت میں میری خوشبو بھی ہوتی ہے"۔

زمزم از جوشد ز خاک من از دست
مے اگر ریزد ز تاک من از دست

"یعنی میری خاک سے اگر چشمۂ زمزم بھی ابلے تو حبِ علیؑ کا اثر سمجھو۔ میرے پیالے سے اگر شراب محبت بھی ٹپکے تو اس ہی کا اثر ہے"۔

خاکم و از مہر او آئینہ ام

می تواں دیدن نوا و سینہ ام

"میں تو خاکی ہوں لیکن حب علیؑ سے آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہوں میرے سینہ صاف میں صفائی کی وجہ سے نوا اور آواز بھی نظر آسکتی ہے۔ یعنی سینہ حبّ علیؑ سے ایسا صاف ہو چکا ہے کہ آواز تک نظر آسکتی ہے"۔

از رخ اوفال پیغمبر گرفت

ملت حق از شکوہش فر گرفت

"آپ کے چہرہ پرُ منور سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک فال لی ہے۔ ملتِ حق نے آپ ہی کے شان وشکوہ سے بلندی و برتری پائی ہے"۔

یعنی شان وشوکت اسلام سب اُحد و بدر کے فاتح خیبر کے غازی کی شان و شوکت کا اثر ہے یعنی اُحد و بدر وحنین میں جو حال دیگران کا ہوا تھا اگر وہی علیؑ کا ہوتا تو اسلام اسی وقت ختم ہو جاتا۔ فتوحات ایران وتوران تو بعد کی بات ہے۔ اگر اسلام اسی وقت احد میں ہی ختم ہو جاتا تو انقلبتم علی اعقابکم کے مصداق بعد میں کیسے فاتح ہوتے۔

قوت دینِ مبیں فرمودہ اش

کائنات آئیں پذیر از دودہ اش

"دین مبیں آج بھی زندہ ہے کائنات نے آئین وقوانین آپ کے ہی خاندان سے سیکھے ہیں"۔

شروع شرح اسماء امام علی علیہ السلام

مرسل حق کرد نامش بوتراب
حق یداللہ خواند در ام الکتاب

''رسولؐ خدا نے آپ کا نام بوتراب رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن میں اس کو یداللہ کہا۔ یعنی بوتراب مٹی کا باپ''۔

آپ کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا۔

حضرتؐ فرماتے ہیں: ''میں ابوالماء اور علیؑ ابوتراب ہے''۔

پانی اور مٹی سے خمیر کائنات ہے۔ یعنی اصل فطرت کے ظہور میں دنیا علی و نبی کی محتاج ہے قرآنِ مجید میں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے ید اللہ فوق ایدیھم۔ فرمایا: ''جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے''۔ اس سے مراد علیؑ ہیں یعنی جو لوگ حضورؐ کی بیعت کر رہے ہیں وہ علیؑ کی بیعت کر رہے ہیں کہ مَن کُنت مَولَاہُ فَعَلِیٌ مَولَاہ۔

ہر کہ دانائے رموز زندگیست
سرّ اسمائے علیؑ داند کہ چیست

''یعنی جو شخص رموز حیات کا عالم ہے وہی اسماء علیؑ کی اسرار کی شرح جان سکتا ہے۔ جو شخص فلسفۂ فطرت سے واقف ہی نہیں اس کو کیا پتہ کہ علیؑ کو ابوتراب کس جہت سے فرمایا گیا ہے''۔

علیؑ بمعنی بلند از کیوں فرمایا؟ حیدرؑ کس وقت کا نام ہے؟ صفدر کا کیا مقام ہے؟ اسداللہ کون؟ ولی اللہ سے ولایت کبریٰ کس کو حاصل ہے؟

خاک تاریکے کہ نام روشن است
عقل از بیدار او در شیون است

"خاک تاریک جس کا نام بدن ہے یعنی تن خاکی کے ظلموں سے عقل گریاں ہے"۔

فکر گردوں رس زمیں پیما ازو
چشم کو رو گوش ناشنوا ازو

"فکر و گردوں رس یعنی آسمانوں پر پرواز کرنے والی عقل اس بدن خاکی کی ہوس و حرص سے زمین پر آجاتی ہے۔ چشم بینا اچھی بھلی آنکھ دیکھتے دیکھتے اسی خاکی کی حرص و ہوا سے اندھی و کور ہو جاتی ہے۔ کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ جب غلبۂ حرص و ہوا ہوتا ہے کچھ نہیں سنتے"۔

از ہوس تیغ دو رودار دیدست
رہرواں رواں بریں رہزن شکست

"یہ بدن خاکی دو رخی تلوار ہاتھ میں رکھتا ہے۔ شہوت شکم اور شہوتِ فرج کے دو خنجر خوں خوار ہیں کسی کو شہوت شکم نے مارا کسی کو شہوت فرج لے بیٹھی اس رہزن پر راستہ چلتے مسافروں کا دل بھی پھانس گیا"۔

شیر حق ایں خاک را تسخیر کرد
ایں گل تاریک را اکسیر کرد

"شیر حق نے اس خاک کو تسخیر کرلیا۔ اس تاریک مٹی کو اکسیر

کردیا یعنی شہوت شکم پر ایسا قابو پایا کہ نان جویں پر گزارا کرلیا۔ اور تیر وستاں سے عالم دنیا کو فتح کرلیا"۔

مرد کشور گیر از کراری است

وہ علی مرتضیٰ جس کی تیغ خیبر شکن

بوتراب از فتح اقلیم تن است

ذوالفقار آبدار سے حق روشن ہوا ہے

اقلیم تن یعنی مالک مادیات وطبیعات بدن خاکی کی خواہشات کو فتح کرنے سے آپ کا نام بوتراب ہوا:

مرد کشور گیر از کراری است

گوہرش را آبروی خودداری است

"کراری کی وجہ سے فاتح عالم ہوا۔ کرار غیر فرار نے خیبر و خندق فتح کرکے اقلیم عالم کو زیر عنان اسلام کردیا۔ آپ کی ذات کی عزت نہ ملک سے ہے نہ مال سے نہ فخر سے نہ تکبر سے بلکہ خودداری سے ہے"۔

ہر کہ در آفاق گرد و بوتراب

بازگرداند ز مغرب آفتاب

"جو شخص عالم ابوتراب ہو مغرب سے غروب شدہ آفتاب کو وہی واپس لاسکتا ہے۔ یعنی مادیات پر وہی قادر ہوسکتا ہے"۔

ہر کہ زیں مرکب تن تنگ است

چوں نگیں بر خاتم دولت نشست

''جو شخص نفس کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ دولت انگشتری پر نگینہ
کی طرح بیٹھ گیا یعنی جس نے نفس کو مارا دولت و دنیا اس کے
سامنے ہیچ اور مطیع ہو گی''۔

زیر پاش اینجا شکوهٔ خیبر است
دست او آنجا قسیم کوثر است

''اس لیے خیبر کا شان و شکوہ آپ کے پاؤں کے نیچے روندا گیا
اور وہاں بھی یعنی عالم عقبیٰ میں آپ کا ہاتھ ساقی کوثر ہوا''۔

از خود آگاہی یداللہی کند
از یداللہی شہنشاہی کند

''خود آگاہی سے یداللہی کرتا ہے اور یداللہی سے شہنشاہی کرتا
ہے، یعنی مَن عَرَفَ نَفسَہٗ فَقَد عَرَفَ رَبَّہٗ کے مطابق
جس کو اپنی معرفت نفس و تن ہو جاتی ہے اس کا ہاتھ یداللہ
ہو جاتا ہے۔ تمام کائنات اس کی مطیع ہو جاتی ہے''۔
ہاتھ کے اشارہ سے شق القمر اس کے ہاتھ میں ہے۔ رجعت شمس سب آسان
ہو جاتے ہیں:

ذات او دروازهٔ شہر علوم
زیر فرمانش حجاز و چین و روم

''اس کی ذات شہر علوم کا دروازہ ہے (حدیث اَنَا مَدِینَةُ
العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا کی طرف اشارہ ہے)۔ حجاز و چین و روم
سب اس کے فرمان کے نیچے یعنی علوم اور حقائق کا سلسلہ

چین و روم اور حجاز تک مان گئے"۔

حکمران باید شدن بر خاک و خویش
تا مئے روشن خوری از تاک خویش

"خاک خویش یعنی اپنے بدن کی مٹی پر حکمران ہونا چاہیے پھر شراب نور ظہور اپنے ہی انگور سے مل سکتی ہے۔ اپنے بدن خاکی میں ہی انگور کے بیل پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور اس سے شراب طہور مل سکتی ہے"۔

بقول مرزا بیدل مرحوم:

ستم است گر ہوست کشد کہ بسیر سر سمن درا
تو زغنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا بچمن درا!

"کہ ستم ہے اگر تجھ کو سیر چمن و چنبلی کی ہوس کھینچ لے کہ یہاں سیر کے لیے آ۔ تو غنچہ و گل سے کم تو نہیں پیدا ہوا۔ ذرا دل کا دروازہ کھول کر چمن میں داخل ہو تو پھر دیکھ کتنے عجائبات تیرے دل کے اندر ہی نظر آ رہے ہیں"۔

خاک گشتن مذہب پروانگی است
خاک را اب شو کہ این مردانگی است

"جل کر خاک ہو جانا یہ پروانہ کا مذہب ہے۔ تو خاک کا باپ ہو یعنی خاک پر قادر ہو کہ مردانگی اس کا نام ہے"۔

سنگ شوائے ہمچو گل نازک بدن
تا شوی بنیاد دیوار چمن!

"اور گل جیسا نازک بدن نہ رہ پتھر ہو جا کہ دیوار چمن کی بنیاد تجھ سے اُستوار ہو سکے۔ فرزندان ملت کو سبق دیتے ہیں کہ نزاکت کو چھوڑ اور سخت پتھر ہو جا تا کہ علی علیہ السلام کی سیرت پر چل کر فاتح خیبر و خندق ہو جا"۔

چنانچہ ارمغانِ حجاز میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

حاصل کسی کامل سے یہ پوشیدہ ہنر کر
از گل خود آدمی تعمیر کن
کہتے ہیں کہ شیشہ کو بنا سکتے ہیں قارا
آدمی را عالم تعمیر کن

"یعنی اپنی مٹی سے ایک تو آدمؑ پیدا کر اور اپنے آدمؑ کے لیے ایک جہانِ نو تعمیر کر۔ مٹی سے آدمؑ، آدمؑ کے لیے عالم۔ عالم سے جنت، جنت سے حیاتِ جاوداں وہاں سے قریب یزداں فنا فی اللہ بقا باللہ اسی کا نام ہے"۔

گر بنا سازی نہ دیوار و درے
خشت از خاک تو بند و دیگرے

"اگر تو اپنی مٹی سے دیوار و دروازے نہیں بنائے گا تو تیری مٹی سے دوسرے لوگ خشت ہائے پختہ و خام بنالیں گے"۔

اے ز جور چرخ نا ہنجار تنگ
جام تو فریادی بیداد رنگ

"او چرخ ناہنجار ظلم زمانہ دہر ناموافق سے تنگ آنے والے

مجھے معلوم ہے کہ تیرا جام بیداد پتھر کی سختی سے نالاں ہے
فریادی ہے"۔

نالہ و فریاد و ماتم تا کجا
سینہ کوبیہائے پیہم تا کجا

"ظلم زمانہ ناہنجاری دور کے ہاتھ سے رونا دھونا ماتم کہاں تک
؟ یہ متواتر سینہ کوبی کہاں تک؟"

یہ ان لوگوں کے ماتم پر شکوہ ہے جو اپنی موت وحیات، نفع ونقصان دنیا کی مصیبت پر روتے ہیں نہ کہ دین پر، نہ حسینؑ پر کیوں کہ دین کے لیے رونا ماتم کرنا، حیرت کرنا افسوس کرنا سب جائز ہیں۔ مگر دنیا کے لیے نہیں اپنی موت وحیات کے لیے۔ اپنے نفع ونقصان کے لیے نہیں چنانچہ اگلے شعر میں یہ حل موجود ہے:

در عمل پوشیدہ مضمون حیات
لذتِ تخلیق قانونِ حیات

"عمل میں حیات کا مضمون پوشیدہ ہے۔ قانونِ حیات کے پیدا کرنے کی لذت بھی عمل میں پوشیدہ ہے۔ عمل کر حیات پا جا قانون حیات کو تخلیق کر موت پر قابو پا جا"۔

خیز و خلاق جہان تازہ شو
شعلہ در برکن خلیل آوازہ شو

"اٹھ اور جہان تازہ نئی دنیا کی خالق بن جا۔ نار عشق کے شعلے دل میں پیدا کر۔ خلیل اللہ کی طرح لا احب الآفلین کی آواز دے"۔

با جهان نامساعد ساختن

ہست در میدان سپر انداختن

"جہان ناموافق سے موافقت کر۔ میدان میں ہار جانا۔ ڈھال ڈالنے کے مترادف ہے"۔

علامہ مرحوم فرماتے ہیں: اگر زمانہ بتو نسازد تو بزمانہ بساز کا محاورہ غلط ہے۔ کہ اگر زمانہ تیرے ساتھ موافقت نہ کرے تو تو زمانہ کے ساتھ موافقت کر۔ بلکہ فرماتے ہیں: اگر زمانہ بتو بسازد تو زمانہ بستیز" کہ اگر زمانہ تیرے ساتھ موافقت نہ کرے تو تو زمانہ کے ساتھ لڑائی کر، ہر نقش مٹا دے۔ باطل کو شکست دے کر حق کے ساتھ ملا دے۔

مرد خود دارے کہ باشد پختہ کار

با مزاج او بسازد روز گار!

"یعنی مرد خود دار پختہ کار کے ساتھ زمانہ اول تا آخر سازگار ہو جاتا ہے بشرطیکہ خودداری اور پختہ کاری میں فرق نہ آئے"۔

فلسفۂ شہادت از کلام علامہ اقبالؒ

(از مثنوی اسرار و رموز ص ۱۲۶)

در معنی حریت اسلامیہ و سر مایہ حادثہ کربلا

آزادی اسلامیہ او فلسفہ حادثہ کربلا

ہر کہ پیمان با ہو الموجود بست

گردنش از بند ہر معبود رست

"جس شخص نے اللہ واجب الوجود سے ایمان کا عہد و پیمان باندھ لیا ہے اس کی گردن ہر معبود باطل کی قید و بند سے چھوٹ گئی"۔

مومن از عشق است عشق از مومن است

عشق را ناممکن ما ممکن است

"مومن عشق سے ہے اور عشق مومن سے ہے یعنی عشق اور مومن لازم و ملزوم ہے عشق کے سامنے ہمارا ناممکن بھی ممکن ہے"۔

عقل سفاک است داد سفاک تر

پاک تر چالاک تر بے باک تر

"عقل خون ریز ہے مگر عشق بہت زیادہ خون ریز ہے۔ عشق بہت ہی ناپاک چالاک اور بے باک ہے"۔

عقل در پیچاک اسباب و علل
عشق چوگان باز میدان عمل

''عقل علت و اسباب کے پیچوں میں الجھی رہتی ہے مگر عشق میدانِ عمل کا کھلاڑی ہے''۔

آں شنیدستی کہ ہنگام نبرد
عشق با عقل ہوس پرور چہ کرد

''کچھ سنا کہ عشق و عقل کا جب کربلا میں مقابلہ ہوا تو عشق نے عقل ہوس پرور کا کیا حال کیا؟''۔

آن امام عاشقاں پور بتولؓ
سرو آزادے ز بستان رسولؐ

یعنی وہ عاشقوں کا امام بتولؓ کا بیٹا گلشنِ رسولؐ کا آزاد سرو۔

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنی ذبح عظیم آمد پسر

''اللہ اللہ باپ تو بائے بسم اللہ کا نقطہ اور بیٹا ذبح عظیم کا مصداق ثابت ہوا''۔

بہر آن شہزادہ خیر الملل
دوش ختم المرسلین نعم الجمل

''اس شہزادہ خیر الملل کے لیے ختم المرسلین کا دوش برائے سواری اونٹ بنا''۔

سرخ رو عشق غیور از خون
شوخی ایں مصر از مضمون او

"عشق غیور آپ کے خون سے سرخرو ہوا۔ یعنی عشق کے تقاضے صرف آپ نے پورے کیے جو کچھ عشق نے مانگا آپ نے دیا۔ سر دیا گھر دیا۔ ناموس کا پردہ دیا۔ بچوں کی یتیمی حرم کی اسیری قید شام پامالی لعش سب کچھ عشق خدا میں برداشت کیا۔ اس مصرعہ کی شوخی آپ کے ہی مضمون سے ہے۔

درمیان امت آں کیواں جناب
ہمچو حرف قل ھو اللہ در کتاب

"اُمت کے درمیان وہ عالی جناب حرف قل ھو اللہ کی طرح بے مثل و بے مثال تھا یعنی سورہ اخلاص کی طرح مجموعہ اخلاص تھے۔ مجموعہ مکارم اخلاق تھے"۔

موسیٰ و فرعون شبیرؑ و یزید
ایں دو قوت از حیات آمد پدید

"موسیٰ و فرعون شبیرؑ اور یزید حق و باطل کی قوتوں سے یہ دو مظہر سے ظاہر ہوئے یعنی زندگی حق و باطل کی کشمکش کا مظہر ہے"۔

زندہ حق از قوت شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است

"شبیری قوت سے حق ہمیشہ زندہ رہا ہے۔ باطل خواہ کتنا ہی زور دکھلائے آخر داغ حسرت لے کر مر جاتا ہے"۔

چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت

حریت را زہر اندر کام ریخت

"جب خلافت نے قرآن سے رشتہ توڑ لیا۔ آزادی کے حلق
میں زہر گرا دی یعنی جب خلافت قرآن اور سیاست ایمانی نہ
رہی حریت اور آزادی سلب ہوگئی"۔

خلافت الہیہ اور راشدہ تو کجا اجماع و شوریٰ یعنی جمہوریت بھی رخصت ہوگئی۔
زبانیں گنگ اور ہاتھ شل ہو گئے۔ قرآن و حدیث کے خلاف یزید کو مکر و فریب سے
خلیفہ بنا دیا گیا۔ اس شعر میں علامہ مرحوم نے دو چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ اول کہ
خلافت نہ رہی دوم آزادی سلب۔ رائے عام ضبط ہو کر جمہوریت بھی نہ رہی یعنی
یزید کی خلافت نہ قرآنی ہے نہ عوامی۔

خاست آن سر جلوہ خیر الامم

چوں سحاب قبلہ باراں در قدم

"وہ سر جلوہ خیر الامم یعنی رسول کا نُورِ نظر قبلہ کی طرف سے
بارانِ رحمت بن کر اٹھا"۔

بر زمین کربلا بارید و رفت

لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت

"زمین کربلا پر برس کر چلا گیا۔ ویرانوں اور بیابانوں میں
گل و لالہ بو کر چلا گیا۔ یعنی ریگِ کربلا پر ایسا برسا کہ ہزاروں
آزادی کے پروانے پیدا ہو گئے"۔

تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون اُو چمن ایجاد کرد

''قیامت تک خودسری اور جبر واستبداد کی جڑ کاٹ دی۔ آپ کے خونِ موج اور ٹھاٹھ کے سیلاب نے ویرانوں میں ہزاروں آزادی کے چمن پیدا کر دیئے''۔

یعنی آزادی کی تحریکیں نامِ حسینؑ سے اٹھیں اور کامیاب ہوگیں اور اب تک جملہ تحریکوں کا سہارا نامِ حسینؑ ہے۔

بہر حق دَر خاک و خون غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است

''حق کے لیے خون میں لت پت ہوئے اس لیے لا الہ الا اللہ کی بنیاد ہو گیا۔ یعنی حق و باطل کی ٹکر ہوئی حسین علیہ السلام نے اپنے خون سے گارا بنا کر لا الہ الا اللہ کلمہ توحید کی بنیاد کو اُستوار کیا اور مضبوط کر دیا''۔

مدعایش سلطنت بودے اگر
خود نکردے با چنین سامانِ سفر

''آپ کا مدعا اگر سلطنت قائم کرنا ہوتا تو اتنے مختصر سامان کے ساتھ سفر نہ کرتے یعنی اگر امر بالمعروف ونہی عن المنکر مقصود نہ ہوتا تو صرف اپنے ہی بچوں کے ساتھ سفر نہ کرتے بلکہ فوجیں بناتے''۔

دشمنان چوں ریگ صحرا لاتعد

دوستان او بہ یزدان ہم عدد

''آپ کے دشمن ریگ صحرا کی طرح لاتعداد تھے۔ آپ کا دوست سوائے خدا کے کوئی نہ تھا''۔

سِر ابراہیمؑ و اسماعیلؑ بود

یعنی آن اجمال را تفصیل بود

''یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا خواب اسی کا اجمال تھا اور داستانِ کربلا اس کی تفصیل تھی''۔

عزم او چوں کوہساراں اُستوار

پائدار و تند سیر و کامگار

''آپ کا عزم پہاڑوں کی طرح بلند مضبوط پائیدار اور تیز رفتار و کامیاب تھا''۔

تیغ بہر عزت دیں است و بس

ما سوی اللہ را مسلمان بندہ نیست

مقصد او حفظِ آئین است و بس

پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

''تلوار صرف دین کی عزت کے لیے ہے۔ اس کا مقصد صرف آئین کی حفاظت ہے۔ مسلمان اللہ کے سوا غیر کا غلام نہیں ہوسکتا۔ اس کا سر فرعون کے آگے نہیں جھک سکتا''۔

خون اُو تفسیر این اَسرار کرد
ملت خوابیدہ را بیدار کرد

"آپؑ کے خون نے ان رازوں کی تفسیر کر دی اور ملت خوابیدہ کو بیدار کر دیا"۔

تیغِ لا چوں از میاں بیروں کشید
از رگِ اَربابِ باطل خون کشید

"آپ نے جب لا کی تلوار میان سے نکالی تو اَربابِ باطل کی رگوں کا خون کھینچ لیا یعنی لا الہ الا اللہ کی تلوار سے تمام ارباب باطل کٹ گئے اور مٹ گئے"۔

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت

"لا الہ الا اللہ کا نقش صحرا کی ریت پر لکھ دیا اور ہماری نجات کے عنوان کی سطر لکھ دی کہ خدا کے سوا کسی غیر کے سامنے نہ جھکو۔ تمھاری دین و دنیا میں نجات اسی سے ہو جائے گی کہ حاکم حقیقی صرف خالق کائنات ہے اور کوئی نہیں"۔

رمزِ قرآن از حسینؑ آموختیم
ز آتشِ اُو شعلہ ہا اندوختیم

"ہم نے قرآن کی رمز حسینؑ سے سیکھی ہے۔ آپؑ کے آتش عشق سے چند شعلے جمع کر کے سوز و گداز پیدا کر دیا ہے۔ یعنی میرے کلام میں جتنا جوش و خروش سوز و گداز ہے سب حضرت

امامِ حسین علیہ السلام سے سیکھی ہوئی رمز کا نتیجہ ہے"۔

شوکت شام کروفر بغداد رفت
سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت

"شام کی شوکت نہ رہی، بغداد کا کروفر نہ رہا اور غرناطہ کی سطوت بھی لوگ بھول گئے"۔

تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیر او ایمان ہنوز

"مگر ہماری تار ابھی تک حسینؑ کے مضراب سے بج رہی ہے۔ آپ کی تکبیر سے ہی ہمارا ایمان ابھی تک زندہ ہے"۔

سلطنت بنو اُمیہ اور بنی عباس نہ رہی۔ اندلس کی شان و شوکت بھی لوگ بھول گئے۔ مگر حضرت امامِ حسین علیہ السلام کی یاد سے ابھی تک عشق و محبت اور ایمان تازہ ہے۔

اے صبا اے پیک دور افتادگان
اشک ما بر خاکِ پاک اُو رساں

"اے بادِ صبا! دُور افتادوں کے قاصد ہمارے آنسو آپ علیہ السلام کی خاکِ پاک پر پہنچا"۔

فلسفۂ ماتم

پیش لفظ

حضرات مومنین! یہ مبلغ اعظم کے در باب محرم الحرام چند متفرق مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو ہم محبانِ مبلغ اعظم جمع و ترتیب دے کر آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ بوجہ کثرت سفر مبلغ اعظم کو لکھنے کی فرصت نہیں ملی۔ ورنہ ان کے افکار عمیقہ و رشحات دقیقہ سے کون واقف نہیں کہ آپ تحریر اور تقریر میں ید طولیٰ رکھتے ہیں وہ مومنین کو معلوم ہے۔

الحمدللہ! مبلغ اعظم اندریں ایام اپنے علوم اور افکار کی حامل ایک جماعت درس آلِ محمدؐ میں پیدا کر رہے ہیں، جو آپ کے علوم کی گہرائیاں اور تبلیغ کی اداتگیاں لے کر پاکستان کے ہر کونہ میں پہنچنے والی ہے۔

درس آلِ محمدؐ اسی کی تیاری کے لیے جاری ہوا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کن مشکلات پر قابو پا کر تعلیم اور تبلیغ پھیلانے کا بندوبست کر رہے ہیں۔ آپ کا بیان جتنا قریب فہم ہوتا ہے اس کا سارا پاکستان شاہد ہے۔ عوام اور خواص پنجاب کے علاوہ ڈھاکہ، کراچی کے حلقے بھی متاثر ہیں۔ آپ کے طرز تقریر کا باقی رہنا ضروری ہے۔

مومنین سے استدعا ہے کہ وہ ہر امداد کے موقع پر درس آلِ محمدؐ کو یاد رکھیں۔

اس تازہ اشاعت میں ہم تین مضامین کا مزید اضافہ کررہے ہیں۔ مولوی بشیر صاحب کے ماتم پر سوالات اور مبلغ اعظم کے جوابات۔

دوسرا جناب میثم رضا صاحب آف کراچی کے سوالات کے جوابات ہفت روزہ شہید محرم نمبر سے مبلغ اعظم کا ایک مقالہ برشہادتِ حسین علیہ السلام کو شامل کررہے ہیں تا کہ معلومات میں مزید اضافہ ہو اور مظلوم کے ماتم کی صراحت اور وضاحت ہوجائے۔
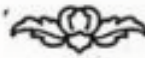
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب میثم رضا صاحب

السلام علیکم!

آپ کا خط ثانی بھی آ گیا ہے۔ سوالات پہنچ گئے۔ میں جوابات عنقریب عند الفرصت لکھ کر بھیج دوں گا شاید رفاہ عامہ کے لیے سوال و جواب شائع بھی کر دوں تا کہ کسی اور کے بھی کام آئیں۔ مگر یہ فرمائیے کہ جب آپ نے سلسلہ سوالات شروع کیا تھا اپنی قابلیت پر کیا تھا یا میری قابلیت پر؟ اگر آپ میں قابلیت نہ تھی تو سلسلہ بحث شروع کیوں کیا؟ کیونکہ: بحسب حکم خدا (الحج ۸/، لقمان ۲۰/)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُنِيرٍ

"کہ مناظرہ بغیر علم اور بغیر جانے اصولِ مناظرہ اور کتاب روشن کے منع ہے"۔

سلسلہ خود شروع کریں اور رجوع میری طرف کریں یہ کہاں کا انصاف ہے؟ میرا جن علماء سے براہ راست مقابلہ ہوتا رہتا ہے ان کے ساتھ بالمشافہ مناظرے کروں یا باہر تبلیغ پر جاؤں یا درس کے سلسلہ میں چالیس پچاس طلبہ کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ سکھلانے کا بندوبست کروں یا ان لوگوں کے سوالات کے جواب دوں جو بغیر علم بحث شروع کر دیتے ہیں۔ جب تنگ آ جاتے ہیں تو پھر میری طرف وہی سوالات بھیج دیتے ہیں۔ میرے ساتھ تمام اہل خلاف علماء جو بحث کرتے رہتے ہیں

میں سینہ سپر رہتا ہوں یہ کافی نہیں؟

① اگر براہین ماتم دیکھ لی ہے تو اصولی طور پر اس کا جواب علماء سے لکھوا کر شائع کروا جائے اس میں ہائیکورٹ کا فیصلہ ناطق مانا گیا ہے۔ آج تک یہ تکلیف کس نے کی؟

② ان سے پوچھو یہ مسئلہ ماتم علم الکلام کا مسئلہ ہے یا علم الاحکام کا؟

علم الاحکام کا ہے تو باب الاسلام کا ہے یا باب الاحسان کا ہے ہر باب میں کیسے ادلہ ہوتی ہیں؟ تو اس میں صرف عبارۃ النص ہی کام آتی ہے یا اشارۃ النص دلالت النص؟ اقتضاء النص سے بھی مسائل فقیہ شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں۔ احکام شریعت کتنے ہیں اور یہ مسئلہ کس نوع میں داخل ہوتا ہے؟

صبر کے جن آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔ صبر کی تعریف کیا ہے؟

اور تقسیم کیا ہے؟ — ماتمِ حسین علیہ السلام خاص ہے یا عام؟

اگر خاص ہے تو ادلہ عمومیہ سے استدلال کیسا احادیث کے باب میں اگر براہین ماتم دیکھ لی ہے تو ان روایات کے سلسلہ سند پر جو حوالہ جات دیے گئے ہیں۔ کہ یہ ضعیف ہیں۔ ان سوالوں کا جواب کیا ہے۔ اگر جواب نہیں تو ضعیف روایات سے استدلال کیسا ہے ۔۔۔؟ اور صحیح روایات سے انکار کیسا ۔۔۔؟ اب تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

بہ نظر قرآن مظلوم کا ماتم جائز ہے

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا (النساء ۱۴۸)

"اللہ تعالیٰ بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتا بجز مظلوم کے اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے"۔(ترجمہ اشرفیہ، ص ۱۱۳)

یعنی مظلوم اگر ظالم کی نسبت حکایت شکایت کریں تو گناہ نہیں ہوگا:

قال محمد بن کعب الجزع القول السیئ کہ قول سوء سے مراد جزع فزع ہے:

ان ترك اظهار الحزن من القول الحسن و الظن الحسن و اظهاره مع الجزع قول سيئ و ظن سيئ

نیز دیکھئے: عمدۃ القاری، ج ۶، ص ۱۳۲، اور ارشاد الساري، ج ۲، ص ۴۱۱، بخاری شریف، ص ۱۷۳، ج ۱۔ حاشیہ، ۱۴، ص ۱۷۳ مطبوعہ دہلی۔

۳۔ کہ قول سوء سے مراد اظہار الحزن مع الجزع ہے اور مظلوم کو جزع کی اجازت اور اس کا استثناء موجود ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام مظلوم ہیں ہم لوگ ان پر ہونے والے ظلم کی ماتم اور مجالس کے ذریعے حکایت شکایت کرتے ہیں اور ان کے ذبح عظیم ہونے کی عظمت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی ظلم ۔۔۔ اف احتجاج اور آپ سے ہمدردی و محبت کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں یا تو یہ ثا۔۔۔ کیا جائے کہ حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام مظلوم نہیں ہیں یا اس آیت میں جو مظلوم کا استثناء نہیں؟ اس کا جواب دیا جائے۔ اگر صبر صرف خلاف جزع کا نام ہے اور عند المصیبت مومن جزع فزع نہیں کرتے تو دیکھئے: بخاری شریف صفحہ ۵۲۱، ح ۳۶۹۲، باب مناقب عمر بہ وقت وفات حضرت عمر کی جزع فزع:

حدثنا الصلت بن محمد : حدثنا اسماعيل بن

ابراهیم: حدّثنا أیوب عن ابن أبي ملیکة، عن المسور بن مخرمة قال: لمّا طعن عمر جعل یألم، فقال له ابن عبّاس، و کأنه یجزّعه: یا أمیر المومنین و لئن کان ذاك، لقد صحبت ﷺ فأحسنت صحبته ثمّ فارقت و هو عنك راض، ثمّ صحبت صحبتهم فأحسنت صحبتهم، ولئن فارقتهم لتفارقنهم و هم عنك راضون، قال: أمّا ما ذکرت من صحبة من رسول الله ﷺ و رضاه فانّ ذلك منّ من الله تعالی منّ به علی، و أمّا ما ذکرت من صحبة أبي بکر و رضاه فانّما ذلك منّ من الله، جلّ ذکره، منّ به علی، و أمّا ما تری من جزعی فهو من أجلك، و من أجل أصحابك، و الله لو أنّ لی طلاع الأرض ذهباً، لافتدیت به من عذاب الله عزّ وجلّ قبل أن أراه۔

"کہ جب ابولؤلؤ نے حضرت عمر کو خنجر مارا تو وہ جزع فزع کرنے لگے اور حضرت عبد اللہ ابن عباس ان کی جزع فزع دور کرنے لگے یعنی تسلی دینے لگے نہ معلوم صبر کہاں ہے؟"

انا للہ و انا الیہ راجعون ـــــ کہاں صبر کی آیتوں سے استدلال کرنے والوں کا عند المصیبت یہ حال ہے اور مظلوم کا ماتم منع کر رہے ہیں۔ نیز موطا امام مالک صفحہ ۹۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی اور فتح الباری میں، ج ۳، ص ۲۱۰ میں ہے:

عن الزهری جاء رجل و هو ینتف شعره و یدق

صدره و یقول هلك الأبعد و لمحمد بن أبي حفصة "یلطم وجهه" و لحجاج بن أرطاة "یدعو ویله" و في مرسل ابن المسیب عند الدار قطني "و یحثي علی رأسه التراب و استدل بهذا علی جواز هذا الفعل والقول ممن وقعت له معصیة ؛ و یفرق بذلك بین مصیبة الدین و الدنیا فیجوز في مصیبة الدین لما یشعر به الحال من شدة الندم و صحة الاقلاع ؛ ویحتمل أن تکون هذه الواقعة قبل النهي عن لطم الخدود و حلق الشعر عند المصیبة۔

"حضور ﷺ کے سامنے ایک صحابی سلمہ بن صخر سینہ کوبی کرتا اور بال نوچتا ہوا چہرے اور سینے کو پیٹتا ہوا اور سر میں خاک ڈالے واویلا کرتا ہوا آیا۔ آخر حضرت نے اس کا کفارہ خود ادا کیا۔

حدیث تقریری ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے سینہ کوبی کی گئی، بال نوچے گئے، سر میں خاک ڈالی گئی، چہرہ پیٹا گیا، ہائے وائے کی گئی نیز اس حدیث سے بوقت مصیبتِ دینی ایسا کرنا جائز قرار دیا گیا ہے مگر کوئی ایکشن نہ لیا گیا"۔

سائل کو بوقتِ آخر حضور اکرم ﷺ کا حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ کو بطورِ تسکین تسلی رونے پیٹنے سے منع فرمایا تو یاد آ گیا مگر حضور پُرنور کی وفات پر ام المومنین حضرت عائشہ کا ماتم یاد نہ آیا۔ (دیکھو مسند احمد بن حنبل جلد ششم مطبوعہ مصر،

صفحہ ۲۷۴، ج ۲۵۸۱۶)

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا يعقوب قال ثنا أبي عن ابن اسحاق قال حدثني يحيى بن عباد بن عبد الله بن الزبير عن أبيه قال سمعت عائشة تقول مات رسول الله ﷺ بين سحري و نحري و في دولتي لم أظلم فيه أحداً، فمن سفهي و حداثة سني أن رسول الله ﷺ قبض و هو في حجري ثم وضعت رأسه على وسادة وقمت ألتدم مع النساء و أضرب وجهي.

"حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ میری صبح کو اور میرے سینہ پر اور میری باری میں فوت ہوئے۔ میں نے کسی پر ظلم نہیں کیا۔ میری کم عقلی اور کم عمری کہ جب رسول اللہ نے وفات پائی تو آپ کا سرِ اقدس میری گود میں تھا۔ میں نے آپ کا سرِ اقدس تکیہ پر رکھا اور دوسری بیبیوں کے ساتھ اس وقت میں نے دیگر ازواج نبی ﷺ کے ساتھ ماتم کرنا شروع کر دیا اور منہ اور سر پیٹنے لگی"۔

یہ حدیث ابن اسحٰق کے صیغہ تحدیث (حدثنی) کی وجہ سے صحیح ہے۔ نیز اس روایت کے تمام راوی صحیح مسلم کے رجال سے ہیں جس کی وجہ سے یہ حدیث صحیح علی شرط مسلم کی صفت سے متصف ہے۔

نیز یہ روایت: الطبقات الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۸۰، مسند ابي يعلى، ص ۷، ۸۴۳، ح ۴۵۸۶۔ سیرۃ ابن ہشام، ج ۲، ص ۵۵۰۔ سیرۃ ابن کثیر، ص ۶۸۴۔ البدایۃ و النہایۃ،

ج ۵،ص ۲۴۰۔ تاریخ الکامل، ج ۲،ص ۱۸۵۔ تاریخ الطبری، ج ۲،ص ۴۴۱۔ نیز یہ روایت سیرۃ حلبیہ ،لسان العرب، النھایہ ابن اثیر، مادہ لدم میں بھی موجود ہے۔

نامعلوم اس فاضلہ کے جس سے نصف دین مروی ہے، سے یہ کم فہمی کیسی اور اس کا تدارک کیسا اور پھر حضرت ابوبکر کی وفات پر بھی یہ کم عقلی عود کر آئی۔ دیکھو طبقات ابن سعد، تاریخ طبری، تاریخ کامل، العقد الفرید اور دیگر کتب تاریخ و سیر۔

قال ابن سعد : أخبرنا عثمان بن عمر قال: أخبرنا يونس بن يزيد عن الزهري عن سعيد بن المسيّب قال : لما توفّي أبوبكر أقامت عليه عائشة النّوح فبلغ عمر فجاء فنهاهنّ عن النوح على أبي بكر ،فأبين أن ينتهين. فقال لهشام بن الوليد :أخرج اليّ ابنة أبي قحافة .فعلاها بالدّرة ضربات فتفرّق النوائح حين سمعن ذلك. وقال: تردن أن يعذّب أبوبكر ببكائكنّ ؟ انّ رسول الله ﷺ قال انّ الميّت يعذّب ببكاء أهله عليه (طبقات ابن سعد، ۲،ص ۱۱۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۶۱۴، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۶۲۔ العقد الفرید، الجزء الثالث، مطبوعہ مصر، ص ۶۵۔

یہ حدیث صحیح علی شرط الشیخین کی صفات کی حامل ہے، کیونکہ اس کے سارے راوی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہیں۔

"حضرت سعید ابن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر کی وفات پر حضرت عائشہ نے نوحہ خوانی قائم کی۔ پس یہ بات

جب حضرت عمر کو پہنچی تو انھوں نے ان عورتوں کو جو نوحہ خوانی کر رہی تھیں منع کیا۔ انھوں نے انکار کیا کہ ہم نہیں رکتیں۔ حضرت عمر نے ہشام بن ولید کو کہا کہ ابو قحافہ کی بیٹی اُم فروہ حضرت ابوبکر کی ہمشیرہ جناب عائشہ کی پھوپھی کو باہر نکال کر میرے پاس لاؤ۔ پس وہ نکلیں تو حضرت عمر اسے کوڑا لے کر مارنے لگے۔ پس نوحہ پڑھنے والیاں متفرق ہو گئیں"۔

نیز یہ روایت تاریخ الطبری، ج ۲، ص ۶۱۴، حوادث ۱۳ میں ان الفاظ سے مروی ہے:

حدثني يونس قال أخبرنا ابن وهب قال أخبرنا يونس بن يزيد عن ابن شهاب قال حدثني سعيد بن المسيب قال لما توفي أبوبكر أقامت عليه عائشة النوح فأقبل عمر بن الخطاب حتى قام ببابها فنهاهن عن البكاء على أبي بكر فأبين أن ينتهين فقال عمر لهشام بن الوليد ادخل فأخرج الىّ ابنة أبي قحافة أخت أبي بكر فقالت عائشة لهشام حين سمعت ذلك من عمر انى أحرج عليك بيتي فقال عمر لهشام ادخل فقد أذنت لك فدخل هشام فأخرج أم فروة أخت أبي بكر الى عمر فعلاها الدرة فضربها ضربات فتفرق النوح حين سمعوا ذلك و تمثل في مرثيه فيما حدثني أبو زيد عن علي بن محمد باسناد

الذی توفی فیه

نیز یہی روایت تاریخ الکامل، ج ۲، ص ۲۶۲ میں بھی ہے۔

یہ گھر کا اختلاف پہلے طے فرمالیا جائے کہ اگر نوحہ خوانی منع تھی تو اُم المومنین حضرت عائشہ جیسی عالمہ نے قائم کیوں کی؟ اگر منع نہیں تو حضرت عمر جیسے رحماء بینھم کے مصداق نے اس کا اظہار کیوں فرمایا؟

اس روایت کے تمام راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں لہٰذا یہ روایت بھی صحیح علی شرط مسلم پر صحیح ہے۔

خصوصیت ماتمِ حسینؑ

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ (النساء ۱۴۸/)

اِلَّا مَنْ ظُلِمَ سے مظلوم کا استثناء نیز بحث استثناء کو کتب اصولِ فقہ میں دیکھ لیا جائے تو بہتر ہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کے تحت آتا ہے یا نہیں؟

دوم: حدیث اہلِ بیت علیہم السلام سے حضرت امامِ حسین علیہ السلام کے ماتم کا استثناء ثابت ہے جیسا کہ امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث جسے میں براہینِ ماتم میں نقل کر چکا ہوں نیز الآمالی شیخ طوسي، ص۱۶۱، مجلس نمبر ۶، ح ۲۰، بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۸۰ میں بھی ہے۔

قال المفيد: عن ابن قولويه، عن أبيه، عن سعد، عن ابن عيسى، عن ابن محبوب، عن أبي محمد الأنصاري، عن معاوية بن وهب، عن أبي عبد الله عليه السلام قال: كلّ

الجزع و البكاء مكروه . سوی الجزع و البكاء علی الحسین

"ہر جزع فزع مکروہ اور منع ہے سوائے حضرت امام حسین علیہ السلام کے" اس سے ماتم امام حسین علیہ السلام مستثنیٰ اور مخصوص ہوا"۔

معارضہ ادلہ

اگر ہمت ہے تو قرآن مجید سے رونے پیٹنے سینہ کوبی کی حرمت بعبارۃ النص ثابت کریں؟ آیات صبر سے استدلال کیسا؟ اول تو لفظ صبر سے حرمت ہی ثابت نہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (النساء، ۲۵)

"اور تمہارا ضبط کرنا زیادہ بہتر ہے۔ بہ نسبت نکاح کنیز کے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے"۔ (ترجمہ اشرفی، ص ۹۱ تو لفظ صبر ہے مگر نکاح کنیز نہ حرام ہے نہ منع البتہ کوئی نہ کرے تو بہتر ہے۔)

وَإِذْ قُلْتُمْ يَامُوسَى لَنْ نَصْبِرَ عَلَى طَعَامٍ وَاحِدٍ (البقرہ، ۶۱)

ہم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے پر صبر نہیں کر سکتے"۔

عدم صبر اور پیغمبرؑ

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا (الکہف، ۷۵)

"حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ میرے
ساتھ صبر نہ کرسکو گے"۔

خیر کوئی بات نہیں صبر نہ کرسکے واپس تشریف لے آئے۔ پیغمبری میں کوئی
نقص پیدا نہ ہوا۔

فلم اصبر حتی قطعت حدیثی
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنینؓ کو گرتا دیکھ کر صبر نہ کرسکے یہاں تک کہ
آپ نے اپنی گفتگو روک دی"۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۷۱)

دوم صبر کے معنی

صبر، جنگ، جہاد اور مشکلات میں ضبط نفس عدم اضطراب اور بیقرار نہ ہونے
کے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى
الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ○ (البقرہ/۲۵۰)

"اے ہمارے رب! ہم کو صبر دے اور ہم کو ثابت قدم رکھ"۔

جملہ آیات صبر انہی جیسے مجاہدوں کی شان میں ہیں جو جنگوں، جہادوں اور
مشکلات میں گھبراتے نہیں بے قرار نہیں ہوتے اور فرار از جہاد کرتے نہیں اور جن
بزرگان نے جہادوں سے فرار کرکے عدم صبر کا مظاہرہ کیا ان بیچاروں کا کیا انجام ہوگا؟

چنانچہ لغت القرآن کی مشہور کتاب المفردات راغب اصفہانی، ص ۲۷۳
لغت صبر: الصبر الامساك فی ضیق۔ "کہ صبر تنگی ترشی میں اپنے نفس کو روکنے کا
نام ہے"۔

الصبر : الامساك فى ضيق . يقال : صبرت الدّابة : حبستها بلا علف . وصبرت فلاناً : خلفته خلفة لا خروج له منها . والصّبر : حبس النّفس على ما يقتضيه العقل و الشرع . أو عمّا يقتضيان حبسها عنه . فالصّبر لفظ عام . و ربّما خولف بين أسمائه بحسب اختلاف مواقعه . فان كان حبس النّفس لمصيبة سمّى صبراً لا غير . و يضادّه الجزع ان كان فى محاربة سمى شجاعة و يضاده الجبن . و ان كان فى نائبة مضجرة سمّى رحب الصّدر . و يضادّه الضّجر . و ان كان فى امساك الكلام سمّى كتماناً . و يضادّه المذل . و قد سمّى الله تعالىٰ كلّ ذٰلك صبراً . ونبّه عليه بقوله
وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ (البقرة/١٧٧)
وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ (الحج/٣٥ ، المفردات، ص ٤٧٣)

"صبر کے معنی نفس کو اس چیز پر روکنے کا نام ہے جس کا عقل اور شریعت تقاضا کرتی ہو یا دونوں تقاضا کرتی ہوں۔ پس لفظِ صبر عام ہے۔ حسب اختلاف مواقع اس کے مختلف نام ہوجاتے ہیں۔ مصیبت کے وقت نفس کو روکنا بے قرار اور اضطراب نہ ہونے دینا اس کا نام مطلق صبر ہے۔ اس کی ضد جزع ہے۔ جنگ میں نفس کو روک کے لڑنا اس کا نام شجاعت اس کی

ضد جبن اور بزدلی ہے۔ اگر کسی آنے والے حادثہ میں نفس کو روکے، پرواہ نہ کرے تو اس کا نام کشادہ دلی، کشادگی سینہ اور بلند حوصلگی ہے۔ اس کی ضد تنگدلی ہے اگر کلام میں نفس کو روکے تو اس کا نام کتمان اور رازداری اس کی ضد مذلت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کا نام صبر رکھا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے: وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ کہ صبر کرنے والے خوف اور تکلیف میں وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُمْ صبر کرنے والے اپنے مصائب پر نہ بھاگنے والے صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ اور میں ان شاء اللہ جوابات تفصیلہ میں اقسام صبر لکھوں گا:

عند المحققين و العارفين اصبر ابا عبد الله اصبر

"محققین اور عارفین کے نزدیک ابا عبداللہ اور صبر بر حسین علیہ السلام کس قسم میں داخل ہے؟"

صبر مطلق بمقابلہ جزع

ہمارے برادرانِ اسلام کا زیادہ زور صبر مطلق بمقابلہ جزع پر ہوتا ہے۔ وہ ہمارے رونے پیٹنے ماتم و سینہ کوبی جلوس وغیرہ کو جزع فزع تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کی تحقیق ضروری ہے۔ کیونکہ ہم اس کو جزع فزع تصور نہیں کرتے بلکہ ہم اس کو ظلم کے خلاف احتجاج اور حضرت امامِ حسین علیہ السلام کے لیے اظہار مودت اور اظہار عظمت سمجھتے ہیں۔ لفظ جزع قرآنِ مجید میں دو دفعہ آیا۔ پہلی دفعہ (جزعنا) سورۂ ابراہیم میں:

سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ

(الابراہیم/۲۱)

"برابر ہے اوپر ہمارے کہ اضطراب کریں ہم یا صبر کریں نہیں واسطے ہمارے جگہ بھاگنے کی۔ (ترجمہ شاہ رفیع الدین مرحوم، ص ۳۹۰)

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ض إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا

(المعارج/۱۹-۲۰)

"تحقیق آدمی پیدا کیا گیا ہے بے صبر جب لگتی ہے اس کو برائی تو اضطراب کرنے والا ہے (ترجمہ شاہ رفیع الدین)

مفردات القرآن، ص ۹۰ لغت جزع قال تعالی:

سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ

الجزع: أبلغ من الحُزن. فانّ الحُزن عام و الجزع هو: حُزن يصرف الانسان عمّا هو بصدده. و يقطعه عنه. وأصل الجزع: قطع الحبل من نصفه. (مفردات، ص ۱۹۵)

"جزع کی لفظ حزن سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ حزن عام ہے اور جزع خاص ہے۔ اور جزع اس حزن کا نام ہے جو انسان کو اپنے ارادہ سے روکے اور قطع کردے اور اصل جزع کی قطع الجبل کے ہیں یعنی پہاڑ کو کاٹنے کے ہیں"۔

اور نہایہ ابن اثیر، ص ۱۶۸ جلد دوم میں:

وھو الحزن والخوف " کہ جزع کے معنی حزن وخوف کے ہیں"۔

اب جزع کے معنی اگر حزن اور خوف کے ہیں تو کیا حال ہے اس بزرگ کا جس کی نسبت کتاب اللہ میں آیا ہے؟

لَا تَحزَن اِنَّ اللہَ معنا یہ کس فعل سے نہی ہے جو پہلے اس کے تحقق کی متقاضی ہے۔

دوم: کیا حال ہے اس بزرگ کا جس کی نسبت بخاری شریف میں آیا ہے:

وفی حدیث عمر رضی اللہ عنہ: "لمّا طعن جعل ابن عباس یجزعہ" ای یقول لہ ما یسلیہ ویزیل جزعہ.
وھو الحزن والخوف (ابن کثیر، ص ۱۶۱، ج ۲)

"حضرت عمر کو جب نیزہ لگا تو بے قرار ہو گئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ان کو تسلی کے کلمات کہنے لگے یعنی ان کا جزع دور کرنے لگے اور جزع کے معنی خوف اور حزن کے ہیں"۔

ہمارے خلاف تو یہ آیات اس وقت ہوتیں جب حضرت علیؑ ہجرت کی رات یا جنگ بدر یا اُحد، حنین، خندق، خیبر میں ڈر کے مارے فرار کر جاتے یا جزع فزع شروع کر دیتے یا حضرت امام حسینؑ کسی بزدلی بے قراری سے فرار اور عدم صبر کا اظہار کرتے۔ لیکن یاد رہے کہ کربلا سے ایک بچہ بھی فرار نہیں کرتا لیکن ہمیں صبر کی آیات سنانے والوں کے آباؤ اجداد بھاگ گئے"۔

صبر وثبات شہیدانِ کربلا

شہیدانِ کربلا نے جس وقار و اقرار سے ثابت قدمی اور کشادہ دلی سے اپنی

جانیں راہِ خدا میں دیں اس کی تو فلک نیلی فام کے نیچے مثال موجود نہیں۔ سب سے بڑی شان تو اصحابِ رسولؐ کی ہے۔ مگر پھر قرآن مجید کی صریح آیات موجود ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ (التوبہ۹:۳۸)

"کہ کیا ہو گیا تم کو مسلمانوں؟ کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ جنگ تبوک کے لیے اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف چمٹ جاتے ہو اصل میں تم زندگی دنیا کو آخرت کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہو حالانکہ زندگی دنیا آخرت کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے"۔

عزاداریٔ امامِ حسینؑ قرآن و حدیث کی روشنی میں

اہل سنت و الجماعت کے ایک مولوی شیر محمد صاحب آف ساہیوال ضلع سرگودھا نے ۱۰ ذوالحجہ بعد نماز عید درس آلِ محمدؐ میں آ کر مبلغ اعظم مولانا محمد اسماعیل صاحب پر عزاداری کے موضوع پر بہت سے اعتراضات اور سوالات کیے اور ماتم کو ہنگامہ آرائی سے تعبیر کیا اور خلافِ عقل و نقل کہا۔

مبلغ اعظم نے بڑے تحمل اور سکون سے مندرجہ ذیل جوابات دیئے جسے مولانا شیر محمد صاحب نے دو گھنٹہ بحث و تمحیص کے بعد تسلیم فرمایا اور مولانا صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ ہم اس کو محرم الحرام میں مومنین کی تسکین اور عامۃ المسلمین کی تلقین کے لیے نقل کرتے ہیں۔ وھو ھذا۔

مقدمات یعنی تمہیدی باتیں

مبلغ اعظم صاحب نے سب سے پہلے فرمایا: مولانا اول تو ہم کو بعض مسائل کا علم نہیں ہوتا اور بعض دفعہ معلومات مستحضر نہیں ہوتیں لہٰذا غلطی ہو جاتی ہے مگر ان اغلاط سے وہ محفوظ ہوتے ہیں۔

جن کی شان میں خالق نے فرمایا: وَ مَنۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ الۡکِتٰبِ اور عند حضور حسی یا معنوی کے لیے آتا ہے لہٰذا علم الکتاب ان کے پاس معنوی طور پر مستحضر رہتا ہے۔ (اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا) اس کی طرف اشارہ ہے لہٰذا

معصومین کی طرف رجوع ضروری ہے۔

نیز آئمہ اہل بیتؑ کا دعویٰ ہے کہ اس آیت وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَاب کے ہم مصداق ہیں:

قال الكليني: محمد بن يحيىٰ عن أحمد بن أبي ظاهر عن الخشاب عن علي بن حسان عن عبدالرحمن بن كثير عن أبي عبدالله - قال قال الذي عنده علم من الكتاب أنا آتيك به قبل أن يرتد اليك طرفك قال ففرج أبو عبدالله-بين أصابعه فوضعها في صدره ثم قال و عندنا و الله علم الكتاب كله. و في رواية قال قل كفى بالله شهيداً بيني و بينكم و من عنده علم الكتاب قال ايانا عني و علي أوّلنا و أفضلنا و خيرنا بعد نبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اصول الکافی، ج ۱، ص ۵۳، ح ۶۰۹/ ۶۱۰، ص ۵۹، ح ۶۶۲، تفسیر البرھان، ج ۳، ص ۳۰۰ اور علی کا دعویٰ خود کتب اہل سنت میں موجود ہے۔

سلوني عن كتاب الله أنا أعلم بكل آية (تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۳۲۱)

مقدمہ دوم

پھر فرمایا: انسان مرکب من الخطاء و النسیان ہے لہٰذا عمداً غلطی کرتا ہے:

المعصوم من عصم الله : قال البخاري حدثنا

عبدان : أخبرنا عبدالله أخبرنا يونس عن الزّهری قال: حدثنی أبو سلمة ، عن أبی سعید الخدری عن النبی ﷺ قال "ما استخلف خلیفة الّا له بطانتان : بطانة تأمره بالخیر و تحضه علیه ، و بطانة تأمره بالشرّ و تحضه علیه ، و المعصوم من عصم الله"

(صحیح بخاری، ج۲، ص۹۷۸، ح۶۶۱۱، بخاری و مشکوٰۃ)

"پس معصوم وہ ہے جس کو خدا معصوم بنائے لہٰذا فرمان معصوم کی ہی ضرورت ہے۔ انسان خواہ کچھ ہو نا تمام اور ناقص ہے"۔

مقدمہ سوم

پھر فرمایا: مولانا قرآنِ مجید میں بعض دفعہ بعبارت النص مسئلہ آنے پر حقیقت اور ہوتی ہے۔ مثلاً: حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا:

ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم.

"یہ میری بیٹیاں ہیں اور وہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں"۔

یہاں اگر چہ لفظ (بنات) کی اضافت حضرت لوطؑ کی طرف صراحتاً موجود ہے لیکن پھر بھی محققین کہتے ہیں کہ یہ امت کی بیٹیاں ہیں اور : عصیٰ آدم ربه فغویٰ کے باوجود بھی حضرت آدم علیہ السلام کو نہ عاصی کہہ سکتے ہیں نہ غوی کیوں کہ حقیقت اور ہے انبیاءؑ کے، انی کنت من الظالمین کہنے پر بھی ان کو ظالم نہیں کہہ سکتے کیوں کہ قرآنی آیات دو قسم کی ہیں: محکم اور متشابہات، لہٰذا صرف الفاظ کی آڑ میں اڑے رہنا کافی نہیں حقائق تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ تمہیدی

مقدمات مبلغ اعظم نے مولوی شیر محمد صاحب کے ان خطوط کے متعلق فرمائے تھے جو وہ اکثر لکھتے رہتے تھے۔

مقدمہ چہارم

تخصیص ماتمِ حسین علیہ السلام چوتھے مقدمہ میں فرمایا: حضور مولانا صاحب حضرت امامِ حسین علیہ السلام کا ماتم عام نہیں نہ آپ کی موت یا شہادت عام موت یا شہادت ہے کہ صبر و شکیب کی عام آیات کے تحت اس کو بھی لایا جائے بلکہ حضرت امامِ حسین علیہ السلام کا قتل امام کا قتل ہے اور امام نبی کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے وصی ہوتا ہے۔ مشن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکمیل کرتا ہے۔

لہٰذا حضرت امامِ حسین علیہ السلام کا قتل قتل انبیاء کی نظیر ہے: یقتلون النبیین کی تفسیر اس کی مثال انبیاء میں یحییٰؑ کے قتل سے ملتی ہے ہماری ملت میں آپ کی شہادت عظمیٰ کو بھی کبھی سیاسی بنایا نہ جاسکے گا کیوں کہ ذبح عظیم صیغہ صفت مشبہ ہے جو دوام چاہتا ہے۔

مبلغ اعظم صاحب نے فرمایا: اس کو سمجھنا ہے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کو سامنے لایئے۔ اس کے بعد آپ نے یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کے واقعات تفسیروں اور تاریخوں سے پیش کیے اور ثابت کیا کہ یحییٰ علیہ السلام کے خون کا قطرہ زمین پر گرا اور سالہا سال تک بند نہ ہوا حتیٰ کہ ستر ہزار اسرائیلی بخت نصر ایسے کافر بادشاہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے لہٰذا اگر یحییٰ علیہ السلام کے خون کا فوارہ زمین سے جاری ہوا تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم اور ماتم میں تو مظاہرہ قدرت زمین اور آسمان متاثر ہوئے جیسا کہ حاکم نے المستدرک، ج ۳، ص ۱۸۷، ح ۴۸۲۲ میں ابن عباس سے روایت کی ہے

اور حافظ ذہبی نے اس کو صحیح علی شرط مسلم کہا ہے:

و أخبرنا أحمد بن كامل القاضي، ثنا عبدالله بن ابراهيم البزاز، ثنا كثير بن محمد أبو أنس الكوفي، ثنا أبونعيم، ثنا عبدالله بن حبيب أبي ثابت، عن أبيه عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أوحى الله تعالىٰ اله محمد ﷺ انى قتلت بيحيى بن زكريا سبعين ألفاً و انى قاتل بابن ابنتك سبعين ألفاً و سبعين ألفاً۔

چنانچہ سر الشہادتین، مصنفہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، ص ۱۸ سے یہ عبارت پیش کی بلکہ پڑھائی۔

لما وقعت واقعة الشهادة الشتهر امرها بانقلاب التربة دمًا وامطار الدم من السماء وهتف الهواتف بالمراثى و نوح الجن و بكائهم و طواف السباع حافظات لجثته دخول الحيات فى مناخر قاتليه الى غير ذلك من اسباب الشهرة۔

"جب واقعہ شہادت عظمیٰ کا وقوع پذیر ہوا تو اس کی شہرت کا شہرہ یوں ہوا کہ مٹی خون ہوگئی اور آسمان سے خون برسنے لگا۔ غیبی آوازوں کے مرثیے سنے گئے، جنات نے نوحے پڑھے اور روئے۔ شیروں نے نعشوں پر پہرے دئے۔ آپ کے قاتلوں کے نتھوں میں سانپ گھس گئے۔ یعنی جمادات،

نباتات، حیوانات سب متاثر ہوئے تاکہ کائنات کے حاضر اور غائب اس قتل کی عظمت اور شہرت سے مطلع ہو جائیں"۔

نیز صفحہ نمبر ۱۲ پر لکھتے ہیں:

لکن بقی لهو کمال لم یحصل له بنفسه وهی الشهادة و السر فی عدم حصولها له بنفسه ﷺ انه لو استشهد فی الحرب اذی ذٰلك الی کسر شوکة الاسلام واختلال الدین.

قتلِ حسینؓ اصل میں قتلِ رسولؐ ہے
کیوں کہ حسینؓ نائب و نسلِ رسولؐ ہے

لیکن ایک کمال رہ گیا تھا۔ اگر حضور پُر نور بذات خود کسی جنگ میں شہادت پا جاتے تو یہ بات شوکت و حشمت اسلام کے ٹوٹ جانے تک پہنچ جاتی اور دین متین میں خلل پڑ جاتا، عوام بددل ہو جاتے، لوگ مرتد ہو جاتے جیسا کہ جنگِ اُحد میں ہوا اس کے بعد مبلغ اعظم نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ (آل عمران/ ۱۴۴)

"نہیں ہیں محمدؐ مگر رسول، آپؐ سے پہلے بھی رسول ہو گزرے ہیں۔ پس اگر ان کی موت یا شہادت ہو جائے تو الٹے پاؤں پھرنا کیسا انقلاب کیسا رجعت قہقری کیسی ارتداد کیسا؟"

مبلغ اعظم صاحب نے فرمایا: دیکھا ابھی حضور ﷺ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے بھی نہ تھے صرف خبر اُڑی تھی کہ یہ انقلاب علی الاعقاب ہوا جا رہا تھا۔ پس اگر سچ شہید ہو جاتے تو کیا ہوتا؟ چنانچہ امام علی علیہ السلام جنگ اُحد کے موقع پر اس آیت کے نزول کے وقت فرماتے ہیں:

قال الامام النسائی : أخبرنا محمد بن یحیی بن عبداللہ النیسابوری ، و أحمد بن عثمان بن حکیم ، واللفظ لمحمد ، قالا : حدثنا عمرو بن طلحة قال : حدثنا أسباط ، عن سماك ، عن عکرمة ، عن ابن عباس أن علیاً کان یقول فی حیاة رسول اللہ ﷺ ان اللہ یقول:

أَفَإِيْنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ (آل عمران،۱۴۴) واللہ لا ننقلب علیٰ أعقابنا بعد اذ هدانا اللہ، واللہ لئن مات أو قتل لأقاتلن علیٰ ما قاتل علیه حتیٰ مات ۔ واللہ انی لأخوه ، و ولیه ، ووارثه، وابن عمه، ومن أحق به منی؟

(السنن الکبریٰ ، ج۵،ص ۱۲۵ ، ح ۸۴۵۰ ، المعجم الکبیر ، ج۱، ص ۱۰۷ ، ح ۱۷۶، المعجم ابن اعرابی، ج۱،ص ۳۸۵، ح ۷۴۴ ، المستدرک ، ج ۳، ص ۱۲۶، تفسیر ابن کثیر ، ج۱، ص ۴۱ ، مجمع الزوائد، ج۹، ص ۱۳۴)

"حضرت علی علیہ السلام نے جنگِ اُحد کے موقع پر فرمایا: بخدا کہ ہم

ایمان لانے کے بعد کبھی اپنے پچھلے پاؤں نہیں پلٹ سکتے جب کہ اللہ نے ہمیں ہادی بنا کر بھیجا ہے اور بخدا اگر محمدؐ رسول اللہ طبیعی موت سے ہم کنار ہوں یا میدان میں شہید ہو جائیں تو میں اسی طرح جہاد اور قتال کرتا رہوں گا یہاں تک کے میں خود شہید ہو جاؤں۔ بخدا میں تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی، اس کا وارث اور اس کا ولی اور چچا زاد بھائی ہوں۔ مجھ سے بڑھ کر کون محمدؐ کا حقدار ہے؟"

اب ہم صبر کی آیات سنانے والوں کے بزرگوں کی بے صبری کا مظاہرہ خود ان کی زبانیں سناتے ہیں چنانچہ حضرت ابوبکر اسی جنگِ اُحد کے موقع پر فرماتے ہیں:

كنت أول من فاء يوم أحد (تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۴۰۶)

حضرت ابوبکر فرماتے ہیں: "میں جنگِ اُحد کے دن شکست کھا کر بھاگنے والوں میں سے سب سے پہلے واپس پلٹا"۔

حضرت خلیفہ ثانی کا جنگ اُحد کے موقع پر خود ان کی زبانی بے صبری کا مظاہرہ (دیکھیے تفسیر الطبری، ج۳، ص۲۸۸، ح۸۰۹۷)

حدثنا أبو هشام الرفاعي قال، حدثنا عاصم بن كليب، عن أبيه قال: خطب عمر يوم الجمعة فقرأ "آل عمران" و كان يعجبه اذا خطب أن يقرأها، فلما انتهى الى قوله: ان الذين تولوا منكم يوم التقى الجمعان، قال: لما كان يوم أحد هزمناهم، ففررت حتى صعدت الجبل، فلقد رأيتني أنزو كأنني أ ى

والناس يقولون : "قتل محمد" فقلت : لا أجد أحداً

يقول : "قتل محمد".

"فاتح ایران خلیفہ ثانی کا بیان ہے کہ جنگ اُحد کے دن جب ہم نے شکست کھائی تو میں میدان سے بھاگ کر اُحد پہاڑ پر چڑھ گیا اور میں اپنے آپ کو پہاڑی بکرے کی طرح محسوس کر رہا تھا حالانکہ میدانِ اُحد میں یہ آواز گونج رہی تھی کہ محمد ﷺ شہید کر دیے گئے"۔

خلیفہ ثالث کے بارے میں عدم صبر کی روایت۔ دیکھیے تفسیر الطبری، ج ۳، ص ۳۸۹، ح ۸۱۰۲، ۸۱۰۳:

حدثنا ابن حميد قال : حدثنا سلمة، عن ابن اسحٰق قال : فرّ عثمان بن عفان، وعقبة بن عثمان، و سعد بن عثمان ۔ رجلان من الأنصار ۔ حتى بلغوا الجلعب، جبل بناحية المدينة مما يلي الأعوص. فأقاموا به ثلاثاً. ثم رجعوا الى رسول الله فقال لهم : لقد ذهبتم فيها عريضة!!

"خلیفہ ثالث و دیگر صحابہ کرام کے ساتھ جنگ اُحد سے بھاگ گئے اور تیسرے دن واپس تشریف لے آئے"۔

ہمیں صبر کے آیات سنانے والے ذرا اپنے بزرگوں کے صبر کو ملاحظہ فرمائیں۔

مبلغ اعظم نے کہا: دیکھا ابھی حضور اکرم ﷺ جنگِ اُحد میں شہید بھی نہیں ہوئے صرف خبر اُڑی تھی کہ یہ انقلاب علی الاعقاب ہوا جا رہا تھا۔ پس اگر شہید

ہو جاتے تو کیا کچھ نہ ہوتا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سر الشہادتین ص ۱۶ پر لکھتے ہیں:

فاستنابت الحسنين مناب جدهما عليه أفضل الصلوات و التحيات و جعلتهما مرآتين لملاحظته وختين لجماله.

"پس حسنین شریفین اس شہادت میں آپ کے نائب مناب ہوئے، خلیفہ اور قائم مقرر ہوئے۔ آپ کی جگہ شہید ہوئے۔ آپ کے مذہب اور مشن کے لیے شہید ہوئے پس اللہ نے ان کو نائب مناب بنایا اور آپ کے جمال با کمال کا آئینہ بنایا جمال مصطفوی ﷺ کے دو رخسارے حسنینؑ بنائے تا کہ آپ کا جمال ان میں ظاہر ہو۔ نصف امام حسنؑ اور نصف امامِ حسینؑ کو عطا فرمایا"۔

حدیث سے نیابت حسین علیہ السلام دکھائی پھر آپ نے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۱ باب مناقب اہل بیتؑ سے پڑھی:

قال الترمذي : حدثنا الحسن بن عرفة : حدثنا اسمٰعيل بن عياش عن عبد الله بن عثمان بن خيثم، عن سعيد بن راشد، عن يعلى بن مرة قال قال رسول الله ﷺ حسين مني و أنا من حسين أحب الله من أحب حسينًا حسين سبط من الأسباط.

جامع الترمذی، ۳۷۷۵۔ ابن ماجہ، ۱۴۴۔ مسند احمد، ج ۴، ص ۱۷۲،

ح ۱۷۳۳۱۔ فضائل الصحابہ، ج ۲، ص ۷۷۲، ح ۱۳۶۱۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ج ۷، ص ۵۱۵۔ مسند ابن ابی شیبۃ، ج ۲، ص ۳۰۸، ح ۸۰۷۔ صحیح ابن حبان، ج ۶، ص ۲۸۳، ح ۶۹۸۰۔ المستدرک، ج ۳، ص ۱۷۷، ح ۴۸۲۰۔

یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ اللہ اس بندہ سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرے۔ حسینؑ ایک سبط ہے اسباط سے۔ سبط کے معنی نواسہ ہیں۔ امت اور قبیلہ کو بھی کہتے ہیں یعنی رسولِ خدا ﷺ کا قبیلہ حسین علیہ السلام سے بنے گا حسین علیہ السلام ایک اُمت ہے جیسے حضرت ابراہیمؑ امام اور اُمت قانتہ تھے۔ حضرت امامِ حسین علیہ السلام بھی امام اور اُمت ہیں یعنی قبیلہ سادات بھی حسین علیہ السلام سے چلا اور امامت بھی نسلِ حسینؑ میں رہی۔ خاندان امامت، مذہب شیعہ سب کچھ ثابت ہوگیا"۔

و قد قال القاضی عیاض: فی قوله حسین منی و أنا من حسین کأنه ﷺ علم بنور الوحی ما سیحدث بینه و بین القوم فخصه بالذکر و بین أنهما کالشئی الواحد فی وجوب المحبة و حرمة التعرض والمحاربة. و أکد ذلك بقوله ﷺ أحب الله من أحب حسینًا فان محبته محبة الرسول و محبة الرسول محبة الله (کذا فی تحفة الاحوذی شرح جامع الترمذی، ج ۱۰، ص ۲۵۹، مرقاة، ج ۱۱، ص ۳۹۲، فیض القدیر، ج ۳، ص ۵۱۳، السراج المنیر، ج ۲، ص ۲۲۷)

قاضی عیاض نے فرمایا: گویا حضور پرنور ﷺ کو نور وحی سے معلوم ہو گیا تھا جو کچھ حسین علیہ السلام اور قوم کے درمیان قتل و کشت ہو گا پس حضور نے حضرت امامِ حسین علیہ السلام کو مخصوص بالذکر کر کے بیان فرمایا۔

تمیں محمدؐ اور حسینؑ وجوبِ محبت میں اور حرمتِ تعرض میں برابر ہیں حسینؑ سے جنگ مجھ سے جنگ ہے حسینؑ کا قتل میرا قتل ہے، حسینؑ کی توہین میری توہین ہے، حسینؑ کی عزت میری عزت ہے، حسینؑ کی بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں، اس کی قید میری قید ہے ان کے جلوس میرے جلوس ہیں، ان کا ماتم میرا ماتم ہے، حسینؑ کا غم میرا غم ہے اور یہ جملہ بطور تاکید فرمایا: (احب اللہ من احب حسینًا) کہ حسینؑ کی محبت میری محبت ہے، میری محبت اللہ کی محبت ہے، نہ معلوم لوگ محبت حسینؑ کو چھوڑ کر کیسے محب خدا و رسول ﷺ بنتے پھرتے ہیں۔

پھر مبلغ اعظم صاحب نے مشکوۃ شریف، ص ۵۴۹ سے یہ حدیث پڑھی اور دکھلائی۔

حدثنا تليد بن سليمان. قال: ثنا أبو الجحاب. عن أبي حازم. عن أبي هريرة قال: نظر النبي الى علي و الحسن و الحسين و فاطمة عليهم السلام فقال أنا حرب لمن حاربكم وسلم لمن سالمكم (مسند احمد، ج ۲، ص ۴۴۲۔ فضائل الصحابہ، ج ۲، ص ۶۷۷، ح ۱۳۵۰۔ المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۴۰، ح ۲۶۲۱، المستدرک، ج ۳، ص ۱۴۹)

نیز یہ روایت حضرت زید بن ارقم سے بھی مروی ہے:

(قال ابن ابی شیبة :حدثنا مالك بن اسماعیل، عن أسباط بن نصر، عن السدی، عن صبیح مولی ام سلمة، عن زید بن أرقم أن النبی ﷺ قال لعلی وفاطمة و حسن و حسین علیهم السلام أنا حرب لمن حاربكم و سلم لمن سالمكم (مسند ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۳۵۵، ح ۵۲۰۔ مصنف بن ابن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۳۸۱، ح ۳۲۱۷۲۔ ابن ماجہ، ح ۱۴۵۔ جامع الترمذی۔ المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۴۰، ح ۲۶۲۰ ، ج ۲، ص ۲۳۲، ح ۲۵۹۷۔ المعجم الاوسط، ج ۳، ص ۲۵۶، ح ۲۸۷۵)

حضور ﷺ نے علیؑ، فاطمہؑ اور حسنینؑ علیہم السلام کے متعلق فرمایا: میری جنگ ہے اس شخص سے جو ان سے جنگ کرے، میری صلح ہے اس شخص سے جو ان سے صلح کرے"۔

اس کے بعد آپ نے آیتِ مباہلہ اور حدیثِ مباہلہ مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۸، مسلم شریف، ۲، ص ۲۷۸، ترمذی شریف، ح ۲۹۹۹ سے پڑھی:

حدثنا قتيبة: حدثنا حاتم بن اسماعيل عن بكير بن مسمار (هو مدنی ثقة عن عامر بن سعد بن أبي وقاص، عن أبيه قال: لما نزلت هذه الآية فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

دعا رسول الله ﷺ علیا و فاطمة و حسنًا و حسینًا فقال: اللهم هؤلاء أهلی فی روایة أهل بیتی

اس کے بعد مبلغ اعظم نے فرمایا: مولانا شیر محمد صاحب! سرکار دو عالم رحمۃ للعالمین سید المرسلین و خاتم النبیین صاحب لولاک مقرب قاب و قوسین کا بے آب و گیاہ صحرا کے چٹیل میدان میں بے رحمانہ قتل فرمایئے! قیامت خیز ہے یا نہیں؟ جگر ہلا دینے والا ہے یا نہیں اگر ہے تو قتل حسین علیہ السلام کی عظمت میں فرق ڈالنے والے صبر کی آیات سنانے والے کہاں سے آ گئے؟

رسالت مآب ﷺ تو حسین علیہ السلام علی علیہ السلام کی ذرا سی مسجد میں افتادگی اور گرنے پر بھی صبر نہ کر سکے (دیکھیے مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۱)

حضورؐ نے جب حسنین علیہما السلام کو گرتے پڑتے دیکھا تو منبر سے اُتر کر خطبہ چھوڑ کر صفوں کو پھاند کر حسنینؑ کو اٹھایا اور فرمایا: سچ ہے مال اور اولاد آزمائش ہے۔ میں نے خطبے کو قطع کر کے ان کو اٹھا لیا۔

جیسا کہ ترمذی شریف حدیث نمبر، ۳۷۷۴ میں ہے:

حدثنا الحسین بن حریث حدثنا علی بن الحسین ابن واقد حدثنی أبی بریدة یقول کان رسول الله ﷺ یخطبنا . اذ جاء الحسن و الحسین علیهما السلام علیهما قمیصان أحمران یمشیان و یعثران . فنزل رسول الله ﷺ من المنبر فحملهما و وضعهما بین یدیه ثم قال: صدق الله (انما أموالکم و أولادکم فتنة نظرت الی هذین الصبیین یمشیان و یعثران

فلم أصبر حتى قطعت حديثي و رفعتهما) (نیز سنن ابی داؤد، ح ۱۱۰۹، سنن النسائی، ح ۱۴۱۳۔ سنن ابن ماجہ، ح ۳۶۰۰۔ السنن الکبریٰ از النسائی ، ح ۱۷۳۱/۱۷۹۰، ج ۱، ص ۵۵۱/ ۵۳۵۔ الطبری، ج ۱۲، ص ۱۱۸، ح ۳۴۲۰۷۔ کتاب الشریعہ، ح ۱۶۵۵/۱۶۵۱۔ السنن الکبریٰ البیہقی، ج ۳، ص ۲۱۷، ح ۵۸۱۹، ج ۳، ص ۱۶۵، ح ۱۱۹۴۳۔ المستدرک، ج ۱، ص ۲۸۷، ح ۱۰۵۹۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۳۵۴، ح ۲۲۴۸۶۔ فضائل الصحابہ، ج ۲، ص ۷۷۰، ح ۱۳۵۸

مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۵۱۳ میں بھی ہے۔

حافظ ذہبی نے اس حدیث کو صحیح علی شرط مسلم کہا ہے نہ خطبہ کا خیال رہا نہ کلام کا نہ امام کا۔ مبلغ اعظم نے کہا: جو لوگ صبر کی رٹ لگا کے ماتمِ حسینؑ کو منع کرنا چاہتے ہیں ان کو حضور اکرم ﷺ پر فتویٰ لگانا چاہیے کہ آپؐ نے امامِ حسینؑ کے مسجد میں کرنے پر عدمِ صبر کا مظاہرہ کیوں کیا؟

جب حضور ﷺ حسینؑ کو مسجد میں گرتا دیکھ کر صبر نہیں کر سکے تو ہم حسینؑ کے کربلا میں گھوڑے سے گرنے پر کیسے صبر کر سکتے ہیں؟

سچ کہا: ملا معین صاحبِ دراسات اللبیب شاہ ولی اللہ کے شاگرد نے:

در تعزیت حسین صبر است حرام

"حسینؑ کے غم میں صبر کی تلقین کرنا حرام ہے"۔ (دیکھو دراسات اللبیب، ص ۱۰۴)

شہادت عظمیٰ کی عظمت کا ثبوت

اس کے بعد آپ نے شہادت کی عظمت پر مندرجہ ذیل ثبوت پیش کیے۔
اس کے بعد مبلغ اعظم نے فرمایا:

مولانا! آج ذی الحجہ کی دسویں اگلے چاند کو محرم کی دسویں تاریخ ہوگی۔
یہ خواب کا عشرہ ہے۔ یہ آلِ ابراہیم کا عشرہ ہے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا عشرہ ہے۔ وہ ذبح عظیم کا عشرہ ہوگا۔ اگلا عشرہ اس خواب کی تعبیر کا عشرہ ہے۔ یہ آلِ ابراہیمؑ کا عشرہ ہے وہ آلِ محمدؐ کا عشرہ ہے۔ یہ اس کا عشرہ ہے جس کے گلے پر چھری رکھی گئی ہے اور اگلا عشرہ اس کا ہے جس کے گلے پر چھری چل گئی تو جہاں چھری رکھی گئی اس کا عشرہ منایا جاتا ہے اور یہاں چھری چل گئی اس کا عشرہ کیوں نہیں منایا جاسکتا؟

اللھم صل علی محمد و آلِ محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم

کی متواتر عبارت آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آل ابراہیم علیہ السلام کے مشارکات اور مشابہات پر واضح دلیل ہے۔ اگرچہ مشبہ بہ مشبہ سے افضل ہوتا ہے مگر یہاں افضل سے تشبیہ نہیں بلکہ آلِ محمدؐ کی آلِ ابراہیمؑ سے تشبیہ دے کر یعنی آلِ محمدؐ کے معانی میں ہونے والے اختلاف کو روکا گیا ہے۔ کہ اگر آلِ ابراہیم علیہ السلام سے مراد آل ابراہیم علیہ السلام کے معصوم و مشہور افراد ہیں۔ تو آلِ محمدؐ میں بھی معصوم افراد مراد ہوں گے۔ لائق درود وسلام ہوں گے۔ محافظ اسلام ہوں گے۔ مروّج احکام ہوں گے۔ ان کے امتحان آلِ ابراہیمؑ سے مشابہ ہوں گے۔ حضرت ابراہیم کی امامت کے حامل اور کامل ہوں گے۔ مورد اور مظہر ہوں گے۔ یہی مطلب ہے علامہ اقبال کے

اس قول کا:

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیلؑ

حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام ان ھذا لھو البلاء المبین کے مصداق ہیں۔ حقیقت میں یہ بڑا امتحان تھا اور حضرت امامِ حسین علیہ السلام و فدیناہ بذبح عظیم کے مصداق ہیں: ''اور ہم نے ذبح عظیم کے سبب اس کا فدیہ دے دیا''۔

یعنی ایک ذبح عظیم کی دین محمدیؐ کو احیاء کے لیے ضرورت تھی لہٰذا اس ذبح کے خواب کو وہیں فدیہ دے کر پورا کر دیا۔ کیوں کہ خواب صرف یہ تھا کہ میں ذبح کر رہا ہوں لہٰذا جب ذبح کرنے کے لیے بیٹے کو کروٹ پر لٹایا، چھری رکھ دی پھر وہی خواب پورا ہو گیا۔ دنبہ آ گیا، خواب ختم تعبیر باقی ہے۔ اس قربانی کی ابتدا ہابیل سے ہوئی۔

قربانی کی ابتداء ہابیل سے ہوئی

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (المائدہ ۲۷)

''اور آپ اوپر ان لوگوں کے آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا صحیح قصہ پڑھ کر سنایئے جب کہ دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی تو مقبول ہو گئی اور دوسرے کی مقبول نہ

ہوئی اور دوسرا کہنے لگا میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا۔ دوسرے نے جواب دیا کہ خدائے تعالیٰ متقیوں کا ہی قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لیے دست درازی کرے گا تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے پر ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں کیوں کہ میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں"۔

ماتمِ ہابیلؑ

تفسیر مظہری، ص ۳۷، پ ۶، سورہ مائدہ:

عن ابن عباس: لما قتل قابيل هابيل و آدم بمكة اشتاك الشجر و تغيرت الأطعمة و حمضت الفوا كه وأمرّ الماء و اغبرت الأرض فقال: آدم قد حدث في الأرض حدث فأتى الهند فأذا قابيل قتل هابيل فأنشأ يقول وهو أول من قال: شعرًا:

تغيرت البلاد و من عليها
فوجه الأرض مغبر قبيح
تغير كل ذي طعم و لون
وقل بشاشة الوجه المليح

"حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو آدم علیہ السلام مکہ میں تھے، درخت خشک طعام متغیر اور پھل ترش اور کڑوا اور زمین گرد و غبار بن گئی تو آدم علیہ السلام نے

فرمایا: زمین میں کوئی حادثہ ہوگیا۔ ہند میں آئے تو دیکھا کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو یہ مرثیہ پڑھا کہ شہر متغیر ہو گئے اور ان پر رہنے والے بھی اور زمین کا چہرہ بری طرح غبار آلودہ ہوگیا۔ ہر چیز کا رنگ اور مزہ بدل گیا۔ خوبصورت چہروں کی بشاشت گھٹ گئی"۔
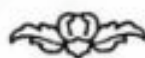
شہادت امامِ حسین علیہ السلام قرآن وحدیث کی روشنی میں

حضرات! عشرہ محرم قریب آگیا ہے۔ حضرت امامِ حسین علیہ السلام کی خصوصی یاد منانے کی تیاریاں ہورہی ہیں۔ ذکرِ حسینؑ اگرچہ تمام سال ہوتا ہے مگر یہ عشرہ محرم شہادت کے خصوصی ایام ہیں۔ ان میں خصوصاً ذکر امام ہوگا جیسے تلاوت کتاب اللہ سارا سال ہوتی ہے مگر ماہ رمضان المبارک میں نزولِ قرآن کی وجہ سے خاص قرآن خوانیاں ہوتی ہیں۔ اگرچہ زیارت بیت اللہ الحرام تمام سال ثواب ہے مگر عشرہ ذوالحجہ حج کے خصوصی ایام ہیں۔ ان میں مناسک حج کا بجالانا فرض ہے۔ (الغرض! عشرہ محرم الحرام) ذکرِ شہادت کے خاص ایام میں اور خاص دنوں کی یاد منانے کا ذکر قرآنِ مجید میں بار بار آیا ہے:

تذکیر بایام اللہ

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ (ابراہیم/۵)

”اور ان کو خدائی دنوں کے واقعات سنا کر نصیحت دے۔ تحقیق اس میں ہر صابر اور شاکر کے لیے البتہ نشانیاں ہیں“۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جیسے کہ صحیح مسلم، ح ۱۱۲۶ میں ہے:

حدثنا أبوبكر بن أبي شيبة . حدثنا عبد الله بن نمير ح وحدثنا ابن نمير و اللفظ له حدثنا أبي، حدثنا عبيد الله . عن نافع أخبرني عبد الله بن عمر قال رسول الله ﷺ ان عاشورا يوم من ايام الله.

تحقیق عاشورہ بھی خدائی دنوں میں سے ایک دن ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص ۱۶ پر لکھتے ہیں:

ليعلم أن معاني القرآن المنصوصة لا تخرج عن خمسة علوم

۱- علم الأحكام : و هي الواجب و المندوب و المباح و المكروه و الحرام :سواء كانت من قسم العبادات . أو من قسم المعاملات . أو من تدبير المنزل أو من السياسة المدنية . و تفصيل هذا العلم منوط بذمة الفقيه.

۲- علم الجدل : و هو المحاجة مع الفرق الأربع الضالة : من اليهود و النصارى و المشركين و المنافقين . و تبيان هذا العلم منوط بذمة المتكلم

۳- علم التذكير بآلاء الله : و هو بيان خلق السماوات و الأرض و الهام العباد ما يحتاجون اليه وبيان صفات الله الكاملة

۴- علم التذكير بأيام الله : وهو بيان الوقائع التي أحدثها الله سبحانه و تعالى من قبيل تنعيم المطيعين، وتعذيب المجرمين.

۵- علم التذكير بالموت و ما بعده : من الحشر والنشر و الحساب و الميزان و الجنة و النار .

وتفصيل هذه العلوم الثلاثة، و ذكر الأحاديث و الآثار المتعلقة بها يرجع الى الواعظ والمذكر.

کہ قرآن مجید میں پانچ علوم بیان ہوئے ہیں:

① علم الاحکام : یعنی فرض ، واجب ، مندوب ، مباح مکروہ، حرام ، حلال، عبادات ، معاملات ، تدبیر، منزل ، سیاست ، مدن اور اس علم کی تفصیل بذمہ فقیہہ ہوتی ہے۔

② علم المخاصمہ : یعنی چار گمراہ فرقوں کی رد: یہود ، نصاریٰ ، مشرکین اور منافقین ـــــ اور اس علم کا بیان اور تفصیل بذمہ متکلم اور مناظر ہوتی ہے۔

③ علمِ تذکیر بالآء اللہ

④ علمِ تذکیر بایام اللہ: یعنی واقعات کا بیان کہنا جو ان ایام میں واقع ہوئے ہیں: ذکر شہادت عشرہ محرم الحرام

تذکیر بایام اللہ کی اعلیٰ قسم ہے کیونکہ عاشورہ : (یوم من ایام الله هے کما مرّ آنفا)

عشرۂ محرم کا ذکر قرآنِ کریم میں

وَالْفَجْرِ ۔وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۔وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ
هَلْ فِي ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ (الفجر/۱۔۵)

''قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور رات کو جب چلنے لگے کیا بیچ اس کے قسم ہے واسطے صاحبانِ عقل کے''۔

فجر سے مراد صبح عاشورا ہے اور دس راتوں سے مراد محرم کی پہلی چاند رات سے لے کر نویں محرم تک دس راتیں مراد ہیں۔

اس عشرہ میں عند المفسرین تین احتمال ہیں:

۱ عشرۂ رمضان المبارک ۲ عشرۂ ذوالحجہ ۳ عشرۂ محرم الحرام

دیکھو تفسیر در منشور، ج ۶، ص ۳۴۴ خازن:

وأخرج سعيد بن منصور و البيهقي في الشعب و ابن عساكر عن ابن عباس في قوله {وَالْفَجْرِ} قال: هو المحرم (معہ معالم، ص ۲۰۰)

و قيل هي العشر الأول من المحرم. وهو تنبيه على شرفه. ولأن فيه يوم عاشورا (ابن كثير، ج ۴، ص ۵۰۵)

وقیل: المراد بذلك العشر الأول من المحرم (تفسیر کبیر، ج۸، ص ۳۹۲)

و ثانیها :أنها عشر المحرم من أوله الی آخره. و هو تنبیه علی شرف تلك الأیام. و فیها یوم عاشورا (تفسیر عزیزی آخری پاره، ص ۵۸)

"سوم دہی اول محرم است کہ ایام کربت وغربت شہداء است و ثواب بے حساب صبر ورنجی کہ در راہ خدا کشیدہ اند بہ ارواح آنہا در آن دہی نازل میشود"۔

مگر سورۂ فجر میں اگلی تمامی سورہ کی تفصیل اور واقعات کی تمثیل عشرہ محرم الحرام میں جو سلطانِ جور کی طرف سے ظلم بر امام مظلوم اور ہادی معصوم ہوا اس کی تمثیل ان قسموں کے بعد یوں آئی ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ○ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ○ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ○ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ○ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ○ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ○ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ○ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ○ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (الفجر/۶۔۱۴)

"کیا نہ دیکھا تو نے کیوں کر کیا پروردگار تیرے نے ساتھ ارم ستونوں والے کے وہ جو نہیں پیدا کیا گیا مانند ان کے بیچ شہروں کے اور ساتھ ثمود کے جنہوں نے تراشا تھا پتھروں کو بیچ

وادی کے اور ساتھ فرعون میخوں والے کے یہ سب تھے جنہوں نے سرکشی کی بیچ شہروں کے پس بہت کیا بیچ ان کے فساد پس ڈالا ان کے پروردگار تیرے نے کوڑا عذاب کا تحقیق پروردگار تیرا بیچ گھات کے ہے"۔ (تفسیر شاہ رفیع الدین)

ان آیات میں شہادتِ امامِ حسین علیہ السلام کا فلسفہ، ظلم یزید، فساد فی الارض اور سلاطین، ظلم و جور کی ہادیان برحق کے مقابلہ میں مثالیں صاف موجود ہیں حج اور رمضان شریف کا اس سے کیا واسطہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت امامِ حسین علیہ السلام کی، شہادت، عاد، ثمود اور فرعون جیسی ظالم سلطنتوں کے ظلم و جور کے ہاتھوں ہوئی اور ظالم کو مہلت اور ان کی تباہی میں جو تاخیر یا ڈھیل دی جاتی ہے اس کا فلسفہ بھی صاف صاف فرمادیا: "تیرا رب ظالموں کی گھات میں ہوتا ہے"۔

یعنی ہلاکت سے پہلے کا تمام عرصہ بمنزلۂ گھات کے ہوتا ہے۔ اسی لیے اس سورہ کا نام شیعہ تفسیروں میں سورہ حسینؑ آیا ہے۔ (دیکھو تفسیر برہان، ج ۴، ص ۴۵۶)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

قال ابن بابويه باسناده، عن داود بن فرقد، عن أبي عبد الله قال: اقرءوا سورة الفجر في فرائضكم ونوافلكم. فانها سورة للحسين بن علي من قرأها كان مع الحسين يوم القيامة في درجته من الجنة، ان الله عزيز حكيم.

"اپنے فرائض اور نوافل میں سورۂ فجر کو پڑھا کرو یہ سورہ حسین

بن علیؑ کی ہے جس نے اس کو پڑھا وہ روز قیامت جنت میں
حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوگا اور اس کی آخری آیت
حضرت امام حسین علیہ السلام کے صبر و استقلال راضی برضا رجوع الی
اللہ خدا کے خاص بندوں میں دخول اور شمول وارث جنت
ہونے کی پوری تفصیل اور تمثیل اور دلیل ہے"۔

(نیز ثواب الاعمال، ص ۱۵۲، تفسیر نور الثقلین، ج ۸، ص ۱۹۳،
تفسیر الصافی، ج ۵، ص ۳۲۸، تفسیر البرہان، ج ۸، ص ۲۷۵
میں بھی ہے)

یادِ حسین علیہ السلام باسہ اقسام

محرم میں حضرت کی یاد باسہ اقسام منائی جاتی ہے:

اول: ذکرِ حسینؑ بقرآن وحدیث و تاریخ جس میں حضرت کے فضائل آپ
کی امامت کے مسائل اور دلائل آخر میں واقعات شہادت اور مصائب ہوتے ہیں۔
مرثیہ خوانی اور ذاکری سے دردناک، عبرت انگیز، قیامت خیز، رقت آمیز واقعات کی
عکاسی بھی مطلوب ہوتی ہے۔

دوم: جلوس نکلتے ہیں ہجوم ہوتے ہیں۔

سوم: ماتم ہوتا ہے، نوحہ خوانی، سینہ کوبی اور زنجیر زنی بھی ہوتی ہے یعنی ظلم
کے خلاف احتجاج اور مظلوم سے محبت کا اظہار ہوتا ہے لیکن اپنے اس مضمون میں
پہلے ذکرِ حسینؑ کرتا ہوں تا کہ ثوابِ ذکرِ حسینؑ بھی ہو قرآن اور حدیث سے اور پھر
ثبوت ماتم عرض کرتا ہوں تا کہ اجر بکاء حسینؑ بھی ہو جائے۔

ذکرِ حسینؑ موجبِ اجرِ جزیل ہے
ذاکر حقوقِ سیّدہ کا اسماعیل ہے

سوانح عمری امامِ حسین علیہ السلام بالفاظِ قرآن

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (الاحقاف/۱۵)

"اور ہم نے انسانِ کامل کو اپنے والدین کے حق میں احسان کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کی ماں نے رنج سے اس کو حمل میں رکھا اور رنج سے ہی جنا اور اس کے حمل کی اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہوئی۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوگیا تو اس نے عرض کیا: "اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر نازل فرمائی ہے اور میں کوئی ایسا نیک کام کروں جسے تو پسند فرمائے اور میرے لیے میری اولاد میں صالح پیدا کردے۔ بے شک میں تیرے حضور میں رجوع کرنے والا ہوں اور یقیناً

میں فرماں برداروں سے ہوں"۔ (ترجمہ مقبول بادنی توضیح ، ص ۱۰۰۴)

سبحان اللہ! یہ آیت بقول خالق یزداں حضرت امام حسین علیہ السلام کی مکمل سوانح حیات ہے۔ آپ کا مشن ماں باپ از حمل تا ولادت جوانی تا شہادت والدین اور اولاد کے فضائل امامت کے دلائل نسل میں امامت تا قیامت سب کچھ اس آیت میں موجود ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ کا جملہ بتلا رہا ہے کہ یہ انسانِ کامل اپنے والدین کا محسن اور نیک کاموں میں وصی ہے۔ الف لام برائے عہد اشارہ بانسان خاص ہے جس کی خصوصیت کا آگے ذکر ہے۔

خصوصیت اوّل

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا

"یعنی اس کی ماں نے اس کو رنج سے شکم میں رکھا اور رنج سے ہی جنا"۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا

"اور وصیت کی ہم نے اس انسانِ کامل کو ساتھ اس کے ماں اور باپ کے احسان کی"۔

حضرات! یہ وہی وصیت ہے جو حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوبؑ نے کی۔

وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ

(البقرہ/۱۳۲)

"یعنی حضرت ابراہیمؑ نے اسی ملت کے اپنے بیٹوں کو وصیت
کی اور حضرت یعقوبؑ نے کہا: اے میرے بیٹو! تحقیق اللہ نے
تمہارے واسطے دین کو چن لیا ہے پس ہرگز ہرگز تمہیں موت
نہیں آئے گی مگر اس حال میں کہ تم مسلمان مخلص اور حقیقی ہو"۔

تحقیق وصیت

"وصّی۔یوصی۔توصیۃ" باب تفعیل جس کے معنی وصیت کرنے کے ہیں، یعنی غیر کو مستقبل میں ایسا حکم دینے کے ہیں جس میں قربت یا اصلاح ہو اور تفسیر بیضاوی مطبوعہ کراچی پارہ اوّل درسی، ص۱۰۸ میں ہے:

اصلها الوصل یقال وصاه اذ وصله و فصاه اذا فصله
کان الموصی یصل فعله بفعل الوصی

"یعنی کہ وصیت کی اصل وصا ہے۔ جس کے معنی وصل یعنی
بلافصل کرنے کے ہیں گویا کہ وصیت کرنے والا موصی اپنے فعل
کو فعل وصی سے ملا دیتا ہے کہ جو کام میں کرتا ہوں اس میں
انقطاع نہ آئے بلکہ بلافصل چلتا جائے"۔

المفردات، ص۵۴۷ میں ہے:

الوصیة التقدم الی الغیر بما یعمل به مقترنا بوعظ
من قولهم ارض واصیة متصلة النبات

"یعنی کہ کسی کو آئندہ کی وہ بات کہہ دینا جس پر وہ عمل کرے
بطور وعظ اور لفظ وصیت ارضِ وصیہ سے لیا گیا ہے، جس کے معنی

ایسی زمین کے ہیں جس کا سبزہ زار متصل ہو کہ درمیان میں فصل نہ ہو"۔

لیجیے حضرات! وصی کے معنی ہیں بلافصل خلیفہ کے اور یہی معنی ولی کے ہیں۔
تبعه من غیر فصل "کسی کے پیچھے بلافصل آنا"۔

جو لوگ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کے دلائل سے عاجز آچکے ہیں وہ بلافصل کا بہانہ کر کے جان چھڑایا کرتے ہیں حالانکہ ان کے فصل کا اثبات ان کے ذمہ ہے ہم سے خلافت کے ساتھ قید بلافصل کا ثبوت مانگا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس صرف منصوص خلافت کا بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ لم یستخلف رسول الله "بقول عمر بن خطاب کہ رسولؐ اللہ نے ہم کو خلیفہ نہیں بنایا"۔ (دیکھو بخاری شریف، ج ۲، ص ۱۰۷۲۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۲۰)

اس لیے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ، ص ۱۸۰ پر تحریر کرتے ہیں:

خلفای ثلاثه نزد اهل سنت نه معصوم اند و نه منصوص علیه

"اصحاب ثلاثہ اہلِ سنت کے نزدیک نہ منصوص من اللہ ہیں اور نہ معصوم ہیں لہٰذا جو منصوص نہیں وہ حجتِ خدا نہیں اور جو معصوم نہیں وہ قابلِ اتباع نہیں"۔

وَصَّيْنَا الْإِنسَانَ کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے والدین کے بابِ احسان میں وصی ہیں۔ ماں اور باپ نانا کا مشن ان کی وساطت سے تاقیامِ قیامت جاری رہے گا۔ ماں کا احتجاج، باپ کا جہاد، نانا کا دین حسین علیہ السلام

اور صالح فرزندوں کی بدولت زندہ و جاری رہے گا

وصیت بمعنی عہد امامت

لا ینال عھدی الظالمین وصیت بمعنی امامت ہے۔ دیکھو اصول کافی، ص ۲۷۷، ج ۱ مطبوعہ تہران:

باب أن الامامة عهد من الله عزّوجلّ معهود من واحد الى واحد: الحسين بن محمد عن معلّى بن محمد عن الحسين بن على الوشاء قال: حدثني عمر بن أبان عن أبي بصير قال كنت عند أبي عبدالله - فذكروا الاوصياء و ذكرت اسماعيل فقال لا والله يا أبا محمد ما ذاك الينا و ما هو الا الى الله عزوجلّ ينزل واحداً بعد واحد

جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے:

باب أن الأئمة لم يفعلوا شيئًا و لا يفعلون الا بعهد من الله عزوجل و أمر منه لا يتجاوزونه "محمد بن يحيى و الحسين بن محمد عن جعفر بن محمد عن على بن الحسين بن على عن اسماعيل بن مهران عن ابي جميلة عن معاذ بن كثير عن أبي عبد الله علیہ السلام قال ان الوصية نزلت من السماء على محمد كتاباً لم ينزل على محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كتاب مختوم الا الوصية فقال

جبرئیل علیہ السلام یا محمد هذ وصیتک فی امتک عند أهل بیتک فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أی أهل بیتی یا جبرئیل قال نجیب الله منهم و ذریته لیرثك علم النبوة کما ورثه ابراهیم -و میراثه لعلی -و ذریتك من صلبه قال و کان علیها خواتیم قال ففتح علی - الخاتم الاول و مضی لما فیها ثم فتح الحسن علیہ السلام الخاتم الثانی و مضی لما أمر به فیها فلما توفی الحسن و مضی فتح الحسین - الخاتم الثالث فوجد فیها أن قاتل فاقتل و تقتل و اخرج بأقوام للشهادة لا شهادة لهم الا معك قال ففعل فلما مضی دفعها الی علی بن الحسین - قبل ذلك ففتح الخاتم الرابع فوجد فیها أن اصمت و أطرق لما حجب العلم فلما توفی ومضی دفعها الی محمد بن علی - ففتح الخاتم الخامس فوجد فیها أن فسر کتاب الله تعالیٰ و صدق أباك و ورّث ابنك اصطنع الأمة و قم بحق الله عزوجل و قل الحق فی الخوف و الأمن و لا تخش الا الله ففعل ثم دفعها الی الذی یلیه قال قلت له جعلت فداك فأنت هو قال فقال ما بی الا أن تذهب یا معاذ فتروی علی قال فقلت أسأل الله الذی رزقك من آبائك هذه المنزلة أن یرزقك من عقبك مثلها . قبل

الممات قال قد فعل الله ذلك يا معاذ قال فقلت فمن هو جعلت فداك قال هذا الراقد و أشار بيده الى العبد الصالح و هو راقد (اصول الکافی: ج۱، ص۶۵، ح۷۳)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وصیت کتابی صورت میں نازل ہوئی اور کوئی کتاب حضورؐ پر سوائے وصیت مختوم نازل نہیں ہوئی سوائے وصیت کے۔ الغرض یہ انسانِ کامل وہی ہے۔ خدا کی طرف سے ماں باپ کا نانا کا ان کے حقوق کا ترجمان اور پاسبان ہے۔ جس نے تمام حقوق و اعمال اور اعتقاد بحال کر دیے یہ مطلب ہے اس کے وصی بنائے جائے گا''۔

حملة امه کرها و وضعته کرها حمله و فصاله ثلاثون شهراً

''اس کی ماں نے اس کو رنج سے حمل میں رکھا اور رنج سے اس کو جنا۔ اس کے حمل اور فصال کی مدت تیس مہینے ہے''۔

اس رنج سے مراد رنج اور غم ہے۔ کما فی المفردات، ص ۴۴۳ نہ کہ جیسا تکلیف اصول کافی، ص ۳۶۴، ج ۱، کتاب الحجہ مطبوعہ ایران میں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

''جبرائیلؑ نے نازل ہو کر حضورؐ کو بشارت دی کہ فاطمہؑ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کو آپ کی اُمت قتل کر دے گی۔ اس پر جناب سیدہؑ کو رنج و غم ہوا۔ پھر جبرئیل نے آ کر کہا:

بانه جاعل فی ذریته الامته و الولایة و الوصیة ۔

(ج ۱، ص ۱۱۴، ح ۱۲۵۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اس کی ذریت میں امامت، ولایت اور وصیت کرنے والا ہوں''۔

اس پر جناب سیدہؑ نے رضا کا اظہار فرمایا پھر یہ آیت نازل ہوئی:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ، یعنی اس شہادت کے بدلے امامت، ولایت اور وصیت امام حسین علیہ السلام کے گھر میں گویا امام حسین علیہ السلام نے وَوَصَّيْنَا کے تحت پورے گھر کا سودا کر کے یہ منصب حاصل کیا لہٰذا وصیت پر چلنے والے اور ہیں اور اپنی من مانیاں کر کے حکومت حاصل کرنے والے اور ہیں۔

شہادت امام مظلوم کربلا علیہ السلام

وان اعمل صالحاً ترضاہ

"ایسا عمل صالح جو خدا کو محبوب ہو" ــــ یا

دِینَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ (النور/ ۱۸)

"یا اس دین کے لیے قربانی جو خدا کا پسندیدہ تھا"۔

وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِی کَانُوا یُوعَدُونَ (الاحقاف/ ۱۶)

"خدا کا وہ وعدہ جو انبیاء ماسلف کی کتابوں اور خود قرآن میں کیا گیا ہے"۔

وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِیلِ وَالْقُرْآنِ (سورۃ التوبۃ/ ۱۱۱) کی مصداق یا اس خواب کی تعبیر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح اسماعیل علیہ السلام کے لیے آیا تھا۔

وفدینا بذبح عظیم (الصافات/ ۲۳) یا وہ امتحان اور ابتلا ہے۔

وَإِذِ ابْتَلٰی إِبْرَاهِیمَ رَبُّهُ بِکَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِی قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظَّالِمِینَ (البقرہ/ ۱۲۴)

جس کی تعمیل یوں ہوئی:

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ

الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ

(البقرہ/۱۵۵)

"اور ہم آزمائیں گے تم کو ساتھ ایک چیز کے ڈر سے اور بھوک سے اور کمی مالوں سے اور جان کی سے اور پھلوں کی سے اور خوشخبری دے ان صابروں کو جب پہنچتی ہے ان کو مصیبت کہتے ہیں"۔

انا لله و انا الیه راجعون اولئک علیهم صلوٰة من ربهم و رحمة و اولئک هم المهتدون

"وہی لوگ ہیں جن پر خدا کی طرف سے صلوٰۃ اور رحمت ہے اور وہی متقی ہیں"۔

حضرت امامِ حسین علیہ السلام کی شہادت

معہود من اللہ اختیاری تھی اور آپ کو پہلے سے اس کا علم عطا ہو چکا تھا۔

إِنَّ اللهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (التوبہ/۱۱۱)

"تحقیق اللہ تعالیٰ نے بعض مومنین سے جنت کے بدلے ان کی جانوں اور مالوں کو خرید رکھا ہے"۔

یعنی اصل فلسفہ شہادت تو اتنا ہی ہے کہ بعض مومنین کاملین مصدقین کی جان اور مالوں کا سودا اللہ تعالیٰ سے بعوض جنت ہو چکا ہے۔ یعنی حیات مستعار کے بدلے حیات ابدی اور نشاط سرمدی خرید چکے ہیں۔

سچ ہے:

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

جس کو قرآن کریم نے دوسرے مقام پر یوں فرمایا ہے::

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران/ ۱۶۹)

"اے مخاطب! جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے"۔

صورتِ شہادت

إِنَّ اللهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (التوبۃ/ ۱۱۱)

"خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں

(اور اس کے) عوض ان کے لیے بہشت ہے۔ یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں۔ یہ تورات، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضروری ہے اور خدا سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو اور یہی بڑی کامیابی ہے"۔

یُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ، یعنی وہ اللہ کی راہ میں جہاد اور قتال و مقابلہ کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور پھر قتل کردیے جاتے ہیں یعنی صورت شہادت یہ ہے کہ یہ جہاد و جنگ سیاسی نہیں، دنیاوی نہیں، ہوس اقتدار میں نہیں بلکہ راہ خدا میں ہے یعنی دین کے لیے ہے، صراط مستقیم کے لیے ہے، قرآن کے لیے ہے، ایمان کے لیے ہے، ظلم و جور کو مٹانے کے لیے ہے۔ روحانیت کو لانے کے لیے۔

فی سبیل اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کا یہ جہاد اسلام اور قرآن سے باہر نہیں اور اس کی غرض اسلام، قرآن اور اس کے نظام کی بحالی اور بقا ہے۔ جو لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جہاد کو سیاسی کہا کرتے ہیں وہ قرآن حدیث تاریخ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے مشن سے ناواقف ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام خود فرماتے ہیں:

ترکت الخلق طراً فی ہواک وایتمت العیال لکی اراک

(ریاض القدس، ج ۲)

"یا اللہ! میں نے تمام مخلوق کو تیری محبت میں ترک کردیا ہے تیرے شوق بقا میں اپنے بچے بھی یتیم کردیے ہیں"۔

الغرض حضرت کا جہاد فی سبیل اللہ ہے فی سبیل الدنیا نہیں"۔

یزیدانِ دہر کی تنبیہ کے لیے چند جملے عرض کرتا ہوں:

یکی حسین ہست کہ گرود شہید
ورنہ بسیارند در عالم یزید

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ

"اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے؟ توریت میں بھی اور قرآن میں بھی"۔

ترجمہ اشرفیہ، ص ۱۸۴ یہ وہی وعدہ جس کو اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ میں عہد فرمایا ہے اور سورۂ احقاف میں وعد الصدق الذی کانوا یوعدون فرمایا ہے۔

سورۂ نور آیہ استخلاف وعد اللہ الذین امنو منکم و عملوا صالحات فرمایا ہے۔(اصول کافی، ص ۲۶۲، ج ۱، کتاب الحجہ مطبوعہ تہران ج ۱، ص ۶۰، ح ۶۷۸ میں)

محمد بن يحيى، عن أحمد بن محمد، عن ابن محبوب، عن ابن رئاب، عن ضريس الكناسي قال: سمعت أبا جعفر يقول، وعنده أناس من أصحابه: عجبت من قوم يتولّونا و يجعلونا أئمة و يصفون أنّ طاعتنا مفترضة عليهم كطاعة رسول الله ﷺ ثمّ يكسرون حجتهم و يخصمون أنفسهم بضعف قلوبهم، فينقصونا حقّنا، و يعيبون ذٰلك على من أعطاه الله برهان حقّ معرفتنا و التسليم لأمرنا،

أترون أن الله تبارك و تعالى افترض طاعة أوليائه على عباده ، ثمّ يخفى عنهم أخبار السماوات و الأرض و يقطع عنهم موادّ العلم فيما يرد عليهم ممّا فيه قوام دينهم ؟! فقال له حمران : جعلت فداك أرأيت ما كان من أمر قيام علي بن أبي طالب و الحسن و الحسين و خروجهم و قيامهم بدين الله عزّ ذكره ، و ما أصيبوا من قتل الطواغيت ايّاهم و الظفر بهم حتّى قتلوا و غلبوا ؟ فقال أبو جعفر : يا حمران : ان الله تبارك و تعالى قد كان قدّر ذلك عليهم و قضاه و أمضاه وحتمه على سبيل الاختيار ، ثم أجراه فبتقدّم علم اليهم من رسول الله ﷺ قام علي و الحسن و الحسين ، و بعلم صمت من صمت منّا ، ولو أنّهم يا حمران حيث نزل بهم ما نزل من امر الله عزّوجلّ و اظهار الطواغيت عليهم سألوا الله عزّوجلّ أن يدفع عنهم ذلك و ألحّوا عليه في طلب ازالة ملك الطواغيت و ذهاب ملكهم ، اذا لأجابهم و دفع ذلك عنهم ، ثمّ كان انقضاء مدّة الطواغيت و ذهاب ملكهم أسرع من سلك منظوم انقطع فتبدد و ما ، اذا لأجابهم و دفع ذلك عنهم ، ثمّ كان ذلك الّذي أصابهم يا حمران لذنب اقترفوه.

ولا لعقوبة معصية خالفوا الله فيها، ولكن لمنازل وكرامة من الله، أراد أن يبلغوها. ولا تذهبن بك المذاهب فيهم.

"حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے حمران صحابی کے سوال پر فرمایا: حضرت امام علی علیہ السلام، حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا خروج اور قیام دین خدا اور جو مصائب ان کو اس سلسلہ میں پیش آئے سب ان پر مقدر اور حتمی ہو چکے تھے۔ مگر علی سبیل الجبار اور اس کا علم ان کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت اس سے قبل دیا جا چکا تھا۔ اگر وہ دعا کر کے اس کو ٹالنا چاہتے تو جابر سلاطین کے لشکر اور ان کی اجتماع سلک منظوم ٹوٹ جاتے یا اس کے دانے بکھر جاتے۔ مگر انھوں نے ان تمام مصائب کو منازل کرامت اور درجات بزرگی حاصل کرنے کے لیے باختیار خود منظور فرمالیا"۔

کتب صحاح ستہ میں شہادت امامِ حسینؑ کا ذکر

اصح الکتب بخاری شریف میں دو حدیثیں حضرت کی شہادت کے متعلق آئی ہیں۔ پہلی حدیث یہ ہے:

حدّثنا محمد بن بشار : حدّثنا غندر : حدّثنا شعبة عن محمد بن أبي يعقوب: سمعت ابن أبي نعم : سمعت عبد الله بن عمر و سأله عن المحرم : قال شعبة: أحسبه يقتل الذباب، فقال : أهل العراق يسألون عن الذباب و قد قتلوا ابن ابنة رسول الله ﷺ و قال النبي هما ريحانتاي من الدنيا (ص ٦٣١، ح ٣٧٥٣)

"حضرت عبد اللہ بن عمر سے کسی شخص نے احرام بستہ کی نسبت کیا بقول شعبہ وہ سوال یہ تھا کہ اگر صاحب احرام مکھی کو بحالت احرام ہلاک کردے تو کیا کفارہ یا گناہ ہوگیا تو حضرت عبد اللہ نے فرمایا: اہل عراق مکھی کو ہلاک کرنے کے گناہ کا تو سوال کرتے ہیں، مگر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کردیا، حالانکہ حضورؐ نے فرمایا: "وہ دونوں یعنی حسن وحسین علیہما السلام میرے ریحان اور دو پھول ہیں"۔

اس حدیث سے حضرت امامِ حسینؓ کی شہادت عراق میں ثابت ہوگئی اور قطع نظر از کتب تاریخ بخاری شریف جیسی کتاب سے ہوگئی اور حضرت عبداللہ بن عمر کی اس روایت سے ہوگئی حالانکہ آپ یزید کے سخت حامی اور موئید تھے اور اس کی بیعت کو اللہ اور رسولؐ کی بیعت کہتے تھے اور یزید کی بیعت توڑنے والوں کو غدار سمجھتے تھے چنانچہ بخاری شریف، ص ۱۲۲۵، ح ۷۱۱۱ میں ہے:

حدثنا سليمان بن حرب : حدثنا حماد بن زيد عن أيوب، عن نافع قال: لمّا خلع أهل المدينة يزيد بن معاوية جمع ابن عمر يقول: ينصب لكلّ غادر لواء يوم القيامة و انا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله و رسوله. و انّي لا اعلم غدراً أعظم من أن يبايع رجل على بيع الله ورسوله ثمّ ينصب له القتال، و انّي لا أعلم أحداً منكم خلعه و لا بايع في هذا الأمر الّا كانت الفيصل بيني و بينه

اور دوسری حدیث شہادت حضرت امامِ حسین علیہ السلام سے متعلق بخاری شریف ص ۶۳۱، ح ۳۷۴۸ میں ہے:

حدثني محمد بن الحسين بن ابراهيم قال: حدّثني حسين بن محمد: حدّثنا جرير عن محمد، عن أنس بن مالك رضي الله عنه : أتي عبيد الله بن زياد برأس الحسين بن علي، فجعل في طشت، فجعل ينكت، و قال في حسنه شيئا. فقال أنس : كان أشبههم برسول

اللہ ﷺ و کان مخضوبًا بالوسمة۔

"محمد بن سیرین نے روایت کی ہے انس بن مالک صحابی سے، جو دس سال حضورؐ کے خادم رہے کہ عبید اللہ ابن زیاد کے پاس حضرت امامِ حسین علیہ السلام کا سر لایا گیا اور طشت میں رکھا گیا تو اس نے آپؑ کے حُسن کے متعلق کچھ کلام کیا پس انس نے کہا:

"حسینؑ تو تمام اہلِ بیت علیہم السلام سے بڑھ کر رسولؐ اللہ کے مشابہ تھے اور حضرتؑ کے سر کو وسمہ کا خضاب کیا ہوا تھا"۔

دونوں حدیثوں سے شہادت اور اسیری سب کچھ ثابت ہوگیا۔ سخت تعجب ہے کہ مرزا حیرت دہلوی باوجود بخاری شریف کا مترجم ہونے کے حضرت کی شہادت کا منکر ہو کر اپنے مقام پر پہنچ گیا۔

ترمذی شریف میں ذکر شہادت الحسین علیہ السلام

ترمذی شریف باب مناقب الحسنؑ و الحسینؑ، ح ۳۷۸۷، ۳۷۸۹ اور ح ۳۷۸۰ چار حدیثیں ہیں۔ دونوں وہی ہے جو بخاری شریف سے پہلے نقل ہو چکی ہیں۔ اس میں صرف اتنا زیادہ ہے کہ ابنِ زیاد ملعون سر امامِ حسین علیہ السلام پر چھڑی مار رہا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے:

حدثنا خلاد بن أسلم: أبوبكر البغدادي حدثنا النضر بن شميل. أخبرنا هشام بن حسان عن حفصة بنت سيرين قالت: حدثني أنس بن مالك قال: كنت عند ابن زياد فجيء برأس الحسين علیہ السلام فجعل

يقول بقضيب له فى أنفه و يقول ما رأيت مثل هذا حسناً لم يذكر . قال : قلت : أما انه كان من أشبههم برسول الله ﷺ قال أبو عيسىٰ: هذا حديث حسن صحيح غريب

غمِ حسینؓ میں پیغمبرِ اسلام کا سر اور ریشِ اقدس میں خاک ڈالنا

حدثنا أبو سعيد الأشج. حدثنا أبو خالد الأحمر حدثنا رزين قال: حدثني سلمى. قالت: دخلت على أم سلمة و هى تبكى فقلت : ما يبكيك؟ قالت : رأيت رسول الله ﷺ يعنى فى المنام . و على رأسه و لحيته التراب فقلت : مالك يا رسول الله ﷺ؛ قال: شهدت قتل الحسين آنفاً

اور تیسری حدیث میں یہ ہے کہ" رسالت مآب ﷺ جناب اُم سلمہؓ کو خواب میں خاک آلود نظر آئے۔ ریشِ اقدس اور سرِ اقدس پر خاک پڑی ہوئی نظر آئی۔ تو حضرت اُمِ سلمہؓ نے آپ سے پوچھا: مالک یارسولؐ اللہ! ؟ آپ کی یہ حالت کیوں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میں ابھی ابھی مقتل امامِ حسینؑ (کربلا) سے آرہا ہوں"۔ (ترمذی شریف، ح ۳۷۸۰، المعجم الکبیر، ج ۲۳، ص ۳۷۳، ح ۸۸۲ ، الشریعہ، ص ۷۸۹، ح ۱۶۶۵، المستدرک، ج ۴، ص ۲۰، ح ۶۷۶۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۱۴، ص ۲۲۸)

قاتلانِ امامِ حسین علیہ السلام کا انجام

حدثنا واصل بن عبد الأعلى. حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن عمارة بن عمير قال: لما جيء برأس عبيد الله بن زياد و أصحابه نضدت فى المسجد فى الرحبة فانتهيت اليهم وهم يقولون: قد جاءت قد جاءت. فاذا حية قد جاءت تخلل الرؤس حتى دخلت فى منخرى عبيد الله بن زياد فمكثت هنيهة ثم خرجت فذهبت حتى تغيبت. ثم قالوا: قد جاءت. ففعلت ذلك مرتين أو ثلاثا (ہذا حدیث حسن صحیح)

حدیث چہارم میں ہے کہ "جب سر ابنِ زیاد ملعون زمانہ امیر مختارؓ میں قلم ہو کر مسجد میں آیا تو اس کے ناک میں آ کر ایک سانپ کے داخل ہونے اور نکل جانے کا شور بار بار ہو رہا تھا یعنی ظلم کا انجام عبرت ناک دکھایا جا رہا تھا"۔

نیز المعجم الکبیر، ج ۳، ۱۱۳، ح ۲۸۳۳ میں ہے:

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي ثنا سلم بن جنادة ثنا أحمد بن بشير عن مجالد عن الشعبي قال: رأيت فى النوم كأن رجالا نزلوا من السماء معهم حراب يتتبعون قتلة الحسين. فما لبثت أن نزل المختار فقتلهم

"مشہور تابعی عامر بن شراحیل الشعبی کا بیان ہے کہ میں نے

خواب کی حالت میں آسمان سے بعض لوگوں کو اترتے ہوئے دیکھا جن کے ساتھ آلاتِ حرب تھے اور وہ قاتلان حسین علیہ السلام کو تلاش کر رہے تھے تو اس کی تعبیر ایسے ظاہر ہوئی کہ چند دنوں کے بعد حضرت امیر مختارؓ نے قاتلانِ حسینؑ کو تلاش کر کے واصل جہنم کیا''۔

حسنین شریفین کو مسجد میں گرتا دیکھ کر پیغمبر اسلام صبر نہ کر سکے

ترمذی شریف، ح ۳۷۷۴ میں ہے:

حدثنا الحسین بن حریث. حدثنا علی بن حسین بن واقد حدثنی أبی. حدثنی عبد الله بن بریدة قال: سمعت أبی بریدة یقول کان رسول الله ﷺ یخطبنا اذ جاء الحسن و الحسین علیہما السلام علیهما قمیصان أحمران یمشیان و یعثران. فنزل رسول الله ﷺ من المنبر فحملهما و وضعهما بین یدیه.
ثم قال: صدق الله انما أموالکم و أولادکم فتنة فنظرت الی هذین الصبیین یمشیان و یعثران نم أصبر حتی قطعت حدیثی و رفعتهما

اس حدیث کا ترجمہ، تحقیق اور تخریج گزر چکی ہے۔

صحاح ستہ کے بعد حدیث کے دوسرے ذخیرہ مسند احمد میں عزاداری امام حسین کا تذکرہ

دیکھئے مسند امام احمد، ج ۱، ص ۸۵، ح ۶۴۹:

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا محمد بن عبيد ثنا شرحبيل بن مدرك عن عبد الله بن نجي عن أبيه أنه سار مع علي - و كان صاحب مطهرته . فلما حاذى نينوى وهو منطلق الى صفين فنادى علي - عنه اصبر أبا عبد الله. اصبر أبا عبد الله

بشط الفرات. قلت: وماذا؟

قال: دخلت على النبي ﷺ ذات يوم و عيناه تفيضان. قلت: يا نبي الله أغضبك أحد ما شأن عينيك تفيضان؟ قال: بل قام من عندي جبريل قبل فحدثني أن الحسين يقتل بشط الفرات. قال: فقال هل لك الى أن أشمك من تربته قال: قلت نعم. فمد يده فقبض قبضة من تراب فأعطانيها فلم أملك عيني أن فاضتا

نیز یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۸، ص ۶۳۲، مسند ابی علی الموصلی، ح ۳۵۸، کتاب الشریعہ، ح ۱۶۶۷، المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۰۵، ح ۲۸۱۱ ان میں بھی روایت کی گئی ہے:

"مشہور تابعی نجی بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ جنگِ صفین کے موقع پر جب کربلا سے گزرے تو حضرت علی علیہ السلام نے بلند آواز میں کہا: اے میرے بیٹے ابو عبداللہ صبر کرنا۔ یہ دو دفعہ آپ نے دریائے فرات کے کنارے پر

کھڑے ہو کر فرمایا۔ میں نے از راہِ تعجب کہا: یہ کیا ماجرا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں ایک دن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ گریہ فرما رہے تھے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا کسی نے آپ کو ناراض کیا ہے کہ آپ اس قدر رو رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: بلکہ میرے پاس سے ابھی جبرئیل امین علیہ السلام آپ کے آنے سے پہلے اُٹھ کر گئے ہیں اور انھوں نے مجھے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی ہے کہ وہ نہر فرات کے کنارے شہید کیے جائیں گے اور جبرئیل نے مجھے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو امام حسینؑ کے مقتل کی مٹی بھی لا کر دے سکتا ہوں۔ میں نے کہا: ہاں! پس جبرئیل نے اپنے ہاتھ کو بڑھایا تو ایک مٹھی بھر مٹی مجھے دی ہے۔ اسی وقت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہے"۔

مسند احمد بن حنبل کی دوسری روایت دیکھیے ج۱، ص ۲۴۲، ح ۲۱۶۶، ج۱، ص ۲۸۳، ح۲۵۴۹:

حدّثنا عبد الله حدّثني أبي ثنا عبد الرحمن ثنا حماد بن سلمة عن عمار بن أبي عمار عن ابن عباس قال: رأيت النبي صلى الله عليه وآله وسلم في المنام بنصف النهار أشعث أغبر. معه قارورة فيها دم يلتقطه أو يتتبع فيها شيئًا. قال: قلت: يا رسول الله. ما هذا؛ قال: دم

الحسين و أصحابه . لم أزل أتتبعه منذ اليوم . قال عمار : فحفظنا ذلك اليوم فوجدناه قتل ذلك اليوم .

نیز یہ روایت فضائل الصحابہ، ج ۲، ص ۷۸۰، ح ۱۳۸۹، ج ۲، ص ۷۸۴، ح ۱۳۹۶ ۔ المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۱۰، ح ۲۸۲۶، ج ۱۲، ص ۱۴۳، ح ۱۲۸۳۷۔ المستدرک، ج ۴، ص ۳۹۸، ح ۸۲۰۱۔ دلائل النبوۃ، ج ۶، ص ۴۷۱ میں بھی ہے۔

عبد اللہ بن عباس کا بیان ہے کہ میں نے بحالت خواب عاشور کے دن دوپہر کے وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پریشان حالت میں دیکھا کہ آپ کے بال گرد آلود ہے اور آپ کے پاس ایک شیشی ہے جس میں خون ہے جس کو آپؐ الٹ پلٹ کر رہے ہیں پھر میں نے کہا: یا رسولؐ اللہ! یہ کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: یہ میرے فرزند امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا خون ہے جسے میں صبح سے جمع کر رہا ہوں جونہی کوئی شہید ہوتا ہے تو اس کا خون میں شیشی میں جمع کر لیتا ہوں ۔عمار کا بیان ہے ہم نے اس دن کو یاد کیا پس وہ وہی دن تھا جس دن امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔

مسند احمد حنبل کی تیسری روایت دیکھئے ، ج ۳، ص ۲۴۲، ح ۱۳۱۲۷/ ج ۳، ص ۲۶۵، ح ۱۳۳۸۳:

حدثنا عبد الله . حدثني أبي . ثنا مؤمل . ثنا عمارة بن زاذان . ثنا ثابت . عن أنس بن مالك - أن ملك المطر استأذن ربه أن يأتي النبي صلى الله عليه وآله وسلم فأذن له . فقال لأم سلمة : املكي علينا الباب . لا يدخل علينا أحد . قال : وجاء الحسين ليدخل فمنعته فوثب فدخل

يقعد على ظهر النبی ﷺ و علی منكبه و علی عاتقه . قال : فقال الملك للنبی ﷺ: أتحبه؟ قال: نعم . قال: أما ان امتك ستقتله . و ان شئت أريتك المكان الذی يقتل فيه . فضرب بيده فجاء بطينة حمراء. فأخذتها أم سلمة فصرتها فی خمارها قال: قال ثابت: بلغنا أنها كربلاء

(نیز یہ روایت مسند ابی یعلی الموصل ، ج ۳، ص ۲۰۸، ح ۳۳۸۹ المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۰۶، ح ۲۸۱۳ دلائل النبوۃ از ابونعیم اصفہانی، ج ۲، ص ۱۲، ح ۴۹۳ دلائل النبوۃ از ابوبکر بیہقی، ج ۶، ص ۴۶۹۔

"انس بن مالک کا بیان ہے کہ بارش برسانے والے فرشتے نے اللہ سے اجازت طلب کی تاکہ پیغمبر اسلام ﷺ کی زیارت کے لیے جائے تو اسے اجازت مل گئی اور وہ دن حضرت اُم سلمہؓ کی باری کا دن تھا"۔

پیغمبرؐ اسلام نے حضرت اُمِ سلمہؓ سے فرمایا: اے اُم سلمہؓ! اس دروازے کی سخت نگرانی کرنا اور اندر کسی کو نہ آنے دینا۔ اسی دوران امام حسین علیہ السلام تشریف لائے تو حضرت اُم سلمہؓ نے انہیں داخل ہونے سے منع کیا پس امام حسین علیہ السلام بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوگئے اور وہ کبھی پیغمبر اسلام ﷺ کی پشت پر سوار ہوجاتے اور کبھی آپ کے کندھوں پر چڑھ جاتے اور کبھی

آپ کے گردن پر سوار ہو جاتے۔ تو یہ منظر دیکھ کر فرشتے نے پیغمبرؐ اسلام سے کہا کیا آپ اس بچے سے محبت کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ پس اس فرشتے نے کہا تحقیق آپ کی امت آپ کے بعد اس بچے کو شہید کرے گی اور اگر آپ چاہتے ہیں تو میں آپ کو اس جگہ کی مٹی دکھا سکتا ہوں جہاں یہ شہید کیے جائیں گے۔ پس اس فرشتے نے ہاتھ بڑھایا اور مقتل امامِ حسین علیہ السلام سے سرخ رنگ کی مٹی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لا دی حضرت اُمِ سلمہؓ نے اس مٹی کو اپنے دوپٹے میں باندھ لیا۔ راوی کا بیان ہے پھر ہم نے سنا کہ حضرت امامِ حسین علیہ السلام مقام کربلا میں شہید کیے گئے"۔

حضرت امام علی علیہ السلام، عبد اللہ بن عباس، انس بن مالک کے علاوہ اس مضمون کی حدیثیں حضرت عائشہ، حضرت اُمِ سلمہ، حضرت ام فضل، حضرت ابو امامہ، حضرت انس بن حارث، ابو ہریرہ، اُم المومنین حضرت زینب اور دیگر صحابہ سے مروی ہیں۔ ہم نے ان تمام روایات کو مستقل کتاب الاحادیث المتواترۃ میں جمع کر دیا ہے۔

حضرت انس بن حارث کی روایت جسے امام بخاری نے التاریخ الکبیر، ج ۲، ص ۳۰ اور حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ، ج ۵، ص ۲۰۸ اور حافظ ابو القاسم البغوی نے معجم الصحابۃ اور ابن الاثیر الجزری نے اسد الغابۃ میں روایت کیا ہے:

عن سعيد بن عبد الملك الحراني . عن عطاء بن مسلم . حدثنا أشعث بن سحيم . عن أبيه . سمعت أنس بن الحارث قال : سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يقول: انّ ابني هذا يعني الحسين يقتل بأرض يقال

لها كربلاء فمن شهد منكم ذلك فلينصره. قال:

فخرج انس بن الحارث الى كربلاء فقتل بها مع الحسين

"حضرت انس بن حارث صحابی نے رسول خدا ﷺ کو

فرماتے ہوئے سنا: تحقیق کہ میرے فرزند حسینؑ کو سرزمین کربلا

پر شہید کیا جائے گا پس میرے صحابہ تم میں سے جو اس وقت

موجود ہو اسے چاہیے کہ میرے بیٹے حسینؑ کے استغاثہ ھل

من ناصر من ینصرنا پر لبیک کہے"۔

پس حضرت انس بن حارث نے پیغمبر کی اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی معیت میں شہید ہوئے لیکن افسوس صحابہ کرام کی اکثریت امام حسین علیہ السلام کا ساتھ دینے کی بجائے یزید کی بیعت کرتے رہے۔

حضرت ام الفضل کی روایت از مشکوۃ شریف، ص ۵۷۲:

أخبرنا أبو عبد الله محمد بن علي الجوهري ببغداد ثنا

أبو الأحوص محمد بن الهيثم القاضي. ثنا محمد بن

مصعب ثنا الأوزاعي عن أبي عمار شداد بن عبد الله.

عن أم الفضل ابنة الحارث أنها دخلت على رسول

الله ﷺ فقالت: يا رسول الله! انى رايت حلما

منكراً الليلة قال: ما هو؟ قالت: انه شديد. قال:

ما هو؟ قالت: رأيت كأن قطعة من جسدك قطعت

و وضعت في حجري فقال رسول الله ﷺ: رأيت

خیراً تلد فاطمة علیها السلام ان شاء الله غلاماً فیکون فی حجرك۔

فولدت فاطمة سلام اللہ علیہا الحسین علیہ السلام فکان فی حجری کما قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدخلت یومًا الی رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوضعته فی حجره. ثم حانت منی التفاته۔ فاذا عینا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تهریقان الدموع۔ قالت: فقلت: یانبی الله! بأبي أنت وأمي مالك؟ قال: أتاني جبرئیل فأخبرني: أن أمتي ستقتل ابني هذا فقلت: هذا! فقال: نعم و أتاني بتربة من تربته حمراء والللفظ للحاکم

(نیز یہ روایت المستدرک، ج ۳، ص ۱۷۶، ح ۴۸۱۸۔ دلائل النبوۃ، ج ۶، ص ۴۶۸۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۱۴، ص ۱۹۵، ح ۳۳۸۵، ۳۳۸۶ میں بھی ہے)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی محترمہ حضرت اُم الفضل فرماتی ہیں: میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی اور میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! کہ میں نے آج رات عجیب سا خواب دیکھا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا اس کا بیان کرنا بھی سخت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ ہے کیا؟ تو حضرت اُمِ فضل نے کہا میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ آپؐ کے جسم مبارک ایک حصّہ کٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے تو آپؐ

نے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: تو نے صحیح خواب دیکھا ہے عنقریب میری بیٹی فاطمۃ الزہرا سے انشاء اللہ ایک بچہ پیدا ہوگا اور وہ تیری گود میں آئے گا پس جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام سے امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے اور وہ اسی طرح میری گود میں آئے۔

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا پس میں ایک دن امام حسین علیہ السلام کو اٹھائے ہوئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر ان کو رسول اللہ کی گود میں رکھا پس میں متوجہ ہوئی تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔ تو میں نے کہا اللہ کے نبی میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں یہ کیا ماجرا ہے؟ بچہ پیدا ہو تو خوشی ہوتی ہے لیکن آپ گریہ فرما رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا: اے ام فضل! تو حسین کو لے کر آئی ہے اور ادھر جبرائیل میرے پاس خاک کربلا لے کر آیا ہے اور اس نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کی امت عنقریب آپ کے اس بیٹے کو شہید کرے گی تو میں نے کہا کیا اسی کو؟ تو کہا: ہاں! اور ساتھ جبرئیل مقتل امام حسین علیہ السلام کی خون آلودہ سرخ رنگ کی مٹی بھی لایا ہے"۔

پوری کائنات میں امام حسین علیہ السلام وہ واحد ہستی ہے کہ جن کی شہادت کی خبریں ان کی ولادت کے ساتھ ہی آگئیں۔ حالانکہ امام حسین علیہ السلام ابھی شہید ہی نہیں

ہوئے ابھی آپ کی قبر ہی نہیں بنی تو قبل شہادت کربلا کی خاک منگوائی کیوں؟

اس کو رسول اللہ ﷺ دیکھ کر کیوں روئے؟ اور اس کی شبیہ بنا کر گھر رکھی کیوں؟ تو رسولؐ اللہ نے بتا دیا کہ شبیہ کہ اندر خواہ حسینؑ ہوں یا نہ ہوں لیکن اس کو دیکھ کر رونا مجھ محمد ﷺ کی سنت ہے لہٰذا عزاداریٔ امامِ حسینؑ کا منانا اور اس غم میں رونا بدعت نہیں بلکہ سنت پیغمبرؐ ہے۔

مسلمان باقی سنتوں پہ بڑے عمل پیرا ہیں لیکن آخر اس سنت پہ عمل کیوں نہیں کرتے؟ بدعت کا فتویٰ دیتے وقت قرآن اور حدیث دیکھ لیا کریں کیوں کہ خود قرآن کہتا ہے (و من لم یحکم بما انزل اللہ فأولئك هم الکافرون) جو لوگ ایسے فتویٰ دیں جو اللہ نے نہیں اتارا وہ خود کافر ہیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ کی روایت

''حضرت امامِ حسین علیہ السلام کے غم میں سب سے پہلی مجلس عزا خود پیغمبرؐ اسلام نے برپا کی۔(دیکھئے المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۰۷، ح ۲۸۱۴)

حدثنا أحمد بن رشدين المصري. ثنا عمرو بن خالد الحراني. حدثنا ابن لهيعة. عن أبي الأسود. عن عروة ابن الزبير. عن عائشة قالت: دخل الحسين بن علي على رسول الله ﷺ و هو يوحى اليه. فنزا على رسول الله ﷺ و هو منكب. و لعب على ظهره فقال جبريل علیہ السلام لرسول الله ﷺ أتحبه يا محمد؟ قال: "يا جبريل و مالي لا أحب ابني" قال: "فان

أمتك ستقتله من بعدك- فمد جبريل - يده فأتاه بتربته بيضاء فقال: في هذه الأرض يقتل ابنك هذا يا محمد و اسمها الطف. فلما ذهب جبريل- من عند رسول الله ﷺ خرج رسول الله ﷺ و التربة في يده و يبكى فقال: "يا عائشه! ان جبريل - أخبرني أن الحسين ابني مقتول في أرض الطف و ان أمتي ستفتتن بعدي. ثم خرج الى أصحابه فيهم علي - وأبوبكر و عمر و حذيفة و عمار و أبوذر و هو يبكى فقالوا: ما يبكيك يا رسول الله؟ فقال: "أخبرني جبريل ان ابني الحسين يقتل بعدي بأرض الطف وجاءني بهذه التربة

"اُم المومنین حضرت عائشہ کا بیان ہے ایک دن امامِ حسین علیہ السلام پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس اس حالت میں آئے کہ آپ پر وحی نازل ہورہی تھی اور وہ اسی دوران آتے ہی آپ کے کاندھوں پر اور کبھی آپ کی پشت پر کھیلنے لگتے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیغمبر اسلام ﷺ سے کہا: اے محمدؐ! آپ اس سے محبت رکھتے ہیں؟

تو آپؐ نے فرمایا: اے جبرئیلؑ! میرے لیے کیا مانع ہے کہ میں اس سے محبت نہ کروں تو جبرئیل نے کہا پس بے شک آپ کی امت آپ کے بعد اسے شہید کرے گی اس کے بعد جبرئیلؑ

نے اپنے ہاتھ کو بڑھایا اور آپ کو سفید رنگ کی مٹی دی اور کہا کہ اس زمین میں آپ کے اس بیٹے کو شہید کیا جائے گا اور اس جگہ کا نام طف ہے پس جب جبریل امینؑ رسول اکرم ﷺ کے پاس سے چلے گئے تو رسالت مآب ﷺ اس حالت میں باہر نکلے کہ آپ کے ہاتھ میں وہ مٹی تھی اور آپ اسے دیکھ کر رو رہے تھے تو آپ نے حضرت عائشہ سے کہا اے عائشہ: تحقیق جبریل نے مجھے خبر دی ہے تحقیق میرے فرزند حسینؑ کو اس زمین میں شہید کیا جائے گا اور اس کے قتل میں میری اُمت میرے بعد اس میں ملوث ہوگی پھر آپ وہاں سے روتے ہوئے صحابہ کرام کے پاس آئے اس وقت صحابہ میں امام علی علیہ السلام ابوبکر عمر اور حضرت حذیفہ اور عمار یاسر اور حضرت ابوذر بھی تھے تو ان صحابہ نے آپ کو کہا: یا رسولؐ اللہ! آپ اس قدر کیوں گریہ فرما رہے ہیں؟ تو آپؐ نے شہادت امامِ حسینؑ کی خبر ان کو بھی بتائی اور ساتھ وہ مٹی بھی دکھائی اور مقامِ شہادت کی نشان دہی بھی فرمائی اور فرمایا: میرا بیٹا اس جگہ شہید کیا جائے گا اور یہ اس کی مقتل گاہ ہے"۔

نیز یہ روایت المعجم الاوسط، ج ۴، ص ۳۸۲، ح ۶۳۱۶ تاریخ ابن عساکر، ج ۱۴، ص ۱۹۴ ح ۳۳۸۲/ ۳۳۶۱ میں بھی ہے۔

اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ کی روایات دیکھئے المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۰۸، ح ۲۸۱۹/ ج ۳، ص ۱۳۳، ح ۲۹۰۲:

حدّثنا حسین بن اسحاق التستری. ثنا یحیی بن عبد
الحمید الحمانی. ثنا سلیمان بن بلال. عن کثیر ابن
زید. عن المطلب بن عبد اللہ بن حنطب. عن أم
سلمة قالت: کان رسول اللہ ﷺ جالسنا ذات
یوم فی بیتی فقال: "لا یدخل علیّ أحد" فانتظرت
فدخل الحسین علیہ السلام فسمعت نشیج رسول اللہ ﷺ
یبکی. فاطلعت فاذا حسین فی حجرہ و النبی ﷺ
یمسح جبینہ و ھو یبکی فقلت: واللہ ما علمت حین
دخل فقال: "أنّ جبریل - کان معنا فی البیت" فقال:
تحبّہ؟ فقلت: أمّا من الدنیا فنعم قال: "انّ أمتك
ستقتل ھذا بأرض یقال لھا کربلاء" فتناول
جبریل السلام من تربتھا. فأراھا النبی ﷺ
فلما أحیط بحسین - حین قتل. قال: ما اسم ھذہ
الأرض؟ قالوا کربلاء قال: صدق اللہ و رسولہ
أرض کرب وبلاء. حدّثنا علی بن سعید الرازی. ثنا
یعقوب بن حمید. ثنا سفیان بن حمزۃ. عن کثیر بن
زید عن المطلب بن زید قال: "لما أحیط بالحسین بن
علی علیہ السلام - قال: "ما اسم ھذا الموضع؟" قالوا:
"کربلاء." قال: "صدق رسول اللہ ھی کرب وبلاء."

حضرت اُمِ سلمہؓ کی تیسری روایت کتاب الشریعہ، ص ۷۸۸، ح ۱۶۶۲،

المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۰۹، ح ۲۸۲۱:

حدّثنا سهل بن أبي سهل الواسطي: قال: حدّثنا عمر بن صالح بن زياد. قال: حدّثنا عبد الله ابن جعفر: عن هاشم بن هاشم. عن عبيد الله بن عبد الله بن زمعة عن أم سلمة قالت: كان رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا نام لم يترك أحداً يدخل عليه الآ حسناً و حسيناً (علیہما السلام) قالت: فنام يومًا في بيتي و جلست على الباب أمنع من يدخل فجاء. حسين علیہ السلام يسعى فخليت عنه فذهب حتى سقط على بطنه ففزع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و هو يبكي فالتزمه فقلت: يا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مالك يبكي و قد نمت و أنت مسرور؟ فقال: ان جبريل أتاني بهذه التربة. قالت: و بسط رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كفه فاذا فيه تربة حمراء. فأخبرني ان ابني هذا يقتل في هذه التربة. قالت فقلت و ما هذه الأرض؟ قال: هذه كربلا. فقلت أرض كرب و بلاء.

حضرت اُمِ سلمہؓ کی چوتھی روایت المعجم الکبیر، ۲۳، ص ۳۲۸، ح ۷۵۴/ ج ۳، ص ۱۰۹، ح ۲۸۲۰:

حدّثنا عبيد بن غنام. ثنا أبوبكر بن أبي شيبة. ثنا يعلى بن عبيد و حدثنا الحسين بن اسحق ثنا علي بن بحر. ثنا عيسىٰ بن يونس قالا: ثنا موسى. عن صالح

بن أربد . عن أم سلمة قالت : قال لی رسول الله ﷺ "اجلسی بالباب فلا یلجن علیّ أحد" فقمت بالباب اذ جاء الحسین علیہ السلام و هو وصیف فذهبت : أتنا وله فسبقنی الغلام فدخل علی جده. فقلت : یا نبی الله ﷺ جعلنی الله فداك أمرتنی أن لا یلجن علیك أحده و ان ابنك جاء فذهب أتناوله فسبقنی. فلما طال ذلك تطلعت من الباب فوجدتك تقلب بکفك شیئًا و دموعك تسیل و الصبی علی بطنك قال : "نعم آتانی جبریل فأخبرنی ان أمتی یقتلونه و آتانی بالتربة التی یقتل علیها فهی التی أقلب بکفی

حضرت اُمِ سلمہؓ کی پانچویں روایت المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۰۸، ح ۲۸۱۷:

حدّثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل . حدّثنی عباد بن زیاد الأسدی. ثنا عمرو بن ثابت . عن الأعمش. عن أبیوائل شقیق بن سلمة . عن أم سلمة . قالت : کان الحسن و الحسین علیهما السلام یلعبان بین یدی النبی ﷺ فی بیتی . فنزل جبریل علیہ السلام فقال : "یا محمد ! ان أمتك تقتل ابنك هذا من بعدك فأ ومأبیده الی الحسین" فبکی سول الله ﷺ وضمه الی صدره ثم قال رسول الله ﷺ "ودیعة عندك هذه التربة" فشمها رسول الله ﷺ و قال "ویح

کرب و بلاء"

قالت : و قال رسول الله ﷺ "یا امر سلمة اذا تحولت هذہ التربة دمًا فاعلمی وأن ابنی قد قتل" قال : فجعلتها أمر سلمة فی قارورة. ثم جعلت تنظر الیها کلّ یوم و تقول : ان یومًا تحولین دمًا لیوم عظیم

"حضرت اُمِ سلمہؓ کا بیان ہے کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام میرے گھر میں پیغمبر اسلام ﷺ کے سامنے کھیل رہے تھے پس اسی دوران جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور کہا اے پیغمبر اسلام ﷺ تحقیق آپ کی امت آپ کے بعد آپ کے اس فرزند کو شہید کرے گی اور جبرئیل نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ یہ سن کر گریہ فرمانے لگے اور امام حسین علیہ السلام کو اپنے سینے کے ساتھ چمٹایا تو جبرئیل امینؑ نے خاک کربلا پیغمبرؐ اسلام کو دی آپؐ نے اسے سونگھا اور فرمایا: افسوس کربلا کے لیے تو حضرت اُمِ سلمہ سے فرمایا: اس مٹی کو سنبھال کر رکھنا اور جب یہ مٹی خون ہو جائے تو سمجھ لینا تحقیق میرے بیٹے حسینؑ کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت اُمِ سلمہؓ نے اس مٹی کو ایک شیشے میں محفوظ کر لیا پر اس مٹی کو ہر روز دیکھتی رہتی اور فرماتی کہ جس دن یہ مٹی خون ہو جائے تو وہ دن بہت بڑی مصیبت کا دن ہے"۔

بعد از شہادت مظاہر قدرت کا بیان

حدّثنا قيس بن أبي قيس البخاري، ثنا قيتبة بن سعيد، ثنا ابن لهيعة، عن أبي قبيل قال: "لما قتل الحسين بن علي علیہ السلام انكسفت الشمس كسفة حتى بدت الكواكب نصف النهار حتى ظننا أنها هي".
(المعجم الکبیر، ج ۳، ص ۱۱۴، ح ۲۸۳۸)

''مشہور تابعی حضرت ابو قبیل کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو آپ کے غم میں سورج کو مکمل گرہن لگ گئی یہاں تک کے دوپہر کے وقت ستارے نظر آنے لگے اور لوگوں نے سمجھا کہ شاید قیامت آ گئی ہے''۔

أخبرنا أبو علي بن أحمد و جماعة اذنا أنا أبو بكر محمد بن عبدالله بن ريذة. أنا سليمان بن أحمد نا زكريا بن يحيى الساجي. نا محمد بن عبدالرحمن بن صالح الأزدي. نا السري بن منصور بن عمار. عن ابيه. عن ابن لهيعة. عن أبي قبيل قال: لما قتل الحسين احتزوا رأسه وقعدا في أوّل مرحلة يشربون النبيذ و ينحتون الرأس فخرج عليهم قلم من حديد من حائط نكتب بسطر دم: "أترجو أمة قتلت حسيناً شفاعة جدّه يوم الحساب" وهربوا و تركوا الرأس ثم رجعوا.
(ج ۳، ص ۱۲۲، ح ۲۸۷۳)

حدّثنی علی بن سهل. قال: ثنا حجاج. عن ابن جریج. عن عطاء فی قوله "فما بکت علیهم السمآء والأرض" قال: "بکاؤها حمرة أطرافها" حدّثنی محمد بن اسمٰعیل الأحسمی. قال: ثنا عبدالرحمٰن بن أبی حماد. عن الحکم بن ظهیر. عن السدّی قال: "لما قتل الحسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام بکت السّماء علیه وبکاؤها حمرتها"

''حضرت عطا اور حضرت اسماعیل سدی کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ان پر آسمان نے گریہ کیا۔ گریہ سے مراد آسمان کے کناروں کا سرخ ہونا ہے۔ نیز بعض روایات میں ہے جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آسمان سیاہ ہوگیا، دن کو ستارے ظاہر ہوگئے، اور آسمان سے سرخ رنگ کی مٹی برسی''۔

أخبرنا أبو عبدالله محمد بن أحمد بن ابراهیم. نا أبوطاهر أنا اسمٰعیل بن الحسن بن عبدالله الصرصری. نا الحسین بن اسمٰعیل المحاطی. نا الحسین بن شبیب المؤدب. نا خلف بن خلیفة. عن أبیه قال "لمّا قتل الحسین - اسودت السّمآء، وظهرت الکواکب فهاراً. حتی رأیت الجوزاء عند العصر و سقط التراب الأحمر" حدّثنا محمد بن عبدالله الحضرمی. ثنا یزید

ابن مهران أبو خالد. ثنا أسباط بن محمد. عن أبي بكر
الهذلي. عن الزهري قال: "لما قتل الحسين بن علي-
لم يرفع حجر ببيت المقدس الا وجه تحته دم عبيط"

آہ وبکا بر غریب نینوا، اور اس کا فلسفہ شہادت

شیعہ محرم میں ذکر کے ساتھ ساتھ مظلوم علیہ السلام کا ماتم بھی کرتے ہیں یعنی روتے پیٹتے آہ وبکا کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کا فلسفہ ظلم کے خلاف احتجاج اور مظلوم کے ساتھ اظہار محبت ہے۔ ظلم کی مذمت، مظلوم کی مصیبت نیز اس سے محبت کا اظہار اور احساس مطلوب ہے مگر مخالف اس کو مختلف تاویلوں اور حیلوں سے مٹانا چاہتے ہیں:

ایں خیال است و محال است و جنوں!

اس رونے پیٹنے کی ابتداء آدمؑ سے لے کر خاتم تک بلکہ تا قیام قیامت جاری اور ساری ہے۔ یہ عزاداری کے چند دلائل ہم نے قرآن اور سنت کی روشنی میں قارئین کی معلومات کے لیے ذکر کیے ہیں تا کہ ان مراسم کو بدعت کہنے والوں کے غلط پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر شک اور شبہ کا شکار نہ ہوں۔ ورنہ قرآن، سنت، عمل اہل بیت علیہم السلام، عمل صحابہ اور دیگر بزرگان سے یہ چیزیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ ورنہ ہمارے پاس اس موضوع پر اتنے دلائل ہیں جتنے ان مراسم کو بدعت کہنے والوں کے پاس اپنے مذہب کے اثبات کے لیے ان کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔

والسلام

محمد اسماعیل مبلغ و مناظر شیعہ

المصادر والمراجع

- من کتب الشیعة الامامیة، تفسیر البرہان، للعلامة المحدث السید ہاشم البحرانی، الناشر: موسسة الاعلمی للمطبوعات بیروت، لبنان، الطبعة الاولی ۱۴۱۹ھ
- تفسیر مجمع البیان، لامین الاسلام أبی علی الفضل بن الحسن الطبرسی، الناشر: موسسة الاعلمی للمطبوعات بیروت، لبنان، الطبعة الاولی ۱۴۱۵ھ
- تفسیر نور الثقلین، للمحدث الجلیل الشیخ عبد علی بن جمعة العروسی الحویزی، الناشر: موسسة التاریخ العربی بیروت، لبنان، الطبعة الاولی ۱۴۲۲ھ
- تفسیر العیاشی، المحدث الجلیل أبی النصر محمد بن مسعود السمرقندی، الناشر: موسسة الأعلمی للمطبوعات بیروت، لبنان، الطبعة الاولی ۱۴۱۱ھ
- تفسیر القمی، للعلامة المحدث أبی الحسن علی بن إبراہیم القمی، الناشر: موسسة الاعلمی للمطبوعات بیروت لبنان، الطبعة الاولی ۱۴۱۲ھ

- حیات القلوب ،للعلامۃ الشیخ محمد باقر المجلسی ۱۱۱۱ھ،انتشارات سرور قم ایران ۱۳۸۲ھ
- قرب الاسناد،الشیخ الجلیل ابی العباس عبد اللّٰہ بن جعفر الحمیری،موسسۃ آل البیت ؈ لاحیاء التراث بیروت،الطبعۃ الاولی ۱۴۱۳ھ
- منتہی الآمال ،الشیخ المرحوم عباس القمی،انتشارات ببزاد تہران ۱۳۸۱ھ ش،تاریخ چاپ ۱۳۸۱ھ ش
- نہج البلاغہ ،مع شرح مفتی محمد عبدہ،دار المعرفۃ بیروت،الطبعۃ الاولی ۱۴۲۲ھ
- شرح ابن میثم،لکمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی ۶۷۹ھ، موسسۃ دار الحبیب/ مکتبۃ الفخراوی مملکۃ البحرین،الطبعۃ الأولی ۱۴۲۸ھ
- تفسیر الصافی ،فیلسوف الفقہاء و فقیہ الفلاسفۃ المولی محسن،الملقب بالفیض الکاشانی (۱۰۹۱ھ)،الناشر: موسسۃ الأعلمی بیروت،لبنان،بتحقیق العلامۃ الشیخ حسین الأعلمی
- کمال الدین،ابوجعفر الشیخ الصدوق (۳۸۱ھ)،موسسۃ الأعلمی للمطبوعات بیروت،لبنان،الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۴ھ
- سفینۃ البحار،المحدث الخبیر الشیخ عباس القمی،دار الأسوۃ للطباعۃ والنشر قم المقدس ایران،الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۲ھ
- خلاصۃ الأقوال،للعلامۃ ابی منصور الحسن بن یوسف الحلی

۴۲۶ھ،موسسۃنشر الفقاہۃ۱۴۲۲ھ

✿ معجم التراث الکلامی، الجنۃ العلمیۃفی موسسۃ الامام الصادق بقم،الطبعۃالأولی ۱۴۲۳ھ،انتشارات توحید، قم المقدس

✿ اثبات البداۃ،باالنصوص و المعجزات،شیخ المحدثین محمد بن الحسن بن علی الحر العاملی ۱۱۰۴ھ،الناشر: مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات بیروت، لبنان، الطبعۃالأولی ۱۴۲۵ھ

✿ کتاب الآمالی، شیخ الجلیل أبی جعفر محمد بن علی ابن بابویۃ القمی، الشیخ الصدوق ۳۸۱ھ، الناشر: موسسۃ الأعلمی بیروت، لبنان، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۱۰ھ

✿ کتاب الآمالی،شیخ أبی جعفر الطوسی،قم، ایران

✿ کتاب الآمالی، شیخ محمد بن النعان (المفید)،موسسۃ النشر الاسلامی التابعۃلجماعۃالمدرسین،بقم المشرفۃ الطبعۃ۱۴۱۲ھ

✿ علل الشرائع، شیخ أبی جعفر الصدوق (۳۸۱ھ)، الناشر: دار الحجۃللثقافۃقم المقدس ایران، المطبوعۃ ۱۴۲۱ھ

✿ الکتب الأربعۃ ، الکافی من لا یحضرہ الفقیہ، تبذیب الأحکام، الإستبصار، الناشر: مؤسسۃ الأنصاریان قم المقدسۃ الایران، الطبعۃالأولی ۱۴۲۳ھ

✿ اصول الکافی، لثقۃ الإسلام ابی جعفر محمد بن یعقوب الکلینی الرازی، الناشر: دار التعارف للمطبوعات بیروت، لبنان، بتحقیق محمد بن جعفر شمس الدین ۱۴۱۹ھ

- فروع الکافی ،شیخ أبی جعفر الکلینی الرازی (۳۲۹ھ)،دار التعارف للمطبوعات بیروت،لبنان،مطبوع فی ۱۴۱۳ھ
- الجامع الکافی، الاصول والفروع والروضة،روضة الکافی،لأبی جعفر الشیخ الکلینی ۳۲۹ھ،دار التعارف للمطبوعات بیروت، لبنان،الطبعة الثالثة ۱۴۱۷ھ
- من لا یحضره الفقیه،شیخ أبی جعفر الصدوق (۳۸۱ھ)، دار التعارف للمطبوعات بیروت،لبنان، الطبعة الثانیة ۱۴۱۴ھ
- تہذیب الأحکام ،شیخ الطائفة أبی جعفر محمد بن الحسن الطوسی،دار التعارف للمطبوعات بیروت، لبنان،بتحقیق محمد جعفر شمس الدین ۱۴۲۱ھ
- الإستبصار ،لأبی جعفر الشیخ الطوسی،دار التعارف للمطبوعات بیروت لبنان. بتحقیق محمد جعفر شمس الدین ۱۴۱۲ھ
- بحار الأنوار ،للعلامة الحجة الشیخ محمد باقر المجلسی (۱۱۱۱ھ) مجلدات ۱۱۰، الناشر: دار التعارف للمطبوعات بیروت،لبنان،الطبعة الأولی ۱۴۲۳ھ
- الاحتجاج ،للعلامة أبی منصور أحمد بن علی بن أبی طالب الطبرسی،موسسة الأعلمی للمطبوعات بیروت، لبنان،موسسة اہل البیت ۱۴۰۱ھ
- دیوان الامام علی، الطبعة الأولی ۱۴۲۹ھ

- جمع و تعلیق الدکتور أحمد أحمد شیتوی،دارالغد الجدید المنصورة إمام جامعة الأزہر، بشارة المصطفی لشیعة المرتضی،لأبی جعفر محمد بن أبی القاسم محمد بن علی الطبرسی (۵۰۰ ھ)، الناشر: موسسة انتشارات مدائن قم القدسة ایران،الطبعة الأولی ۱۴۲۹ھ
- أعیان الشیعة،لآیة اللہ العظمی السید محسن الآمین العاملی،دار التعارف للمطبوعات بیروت، لبنان،الطبعة الخامسة ۱۴۱۸ھ
- دائرة المعارف الإسلامیة الشیعة،لسید حسن الآمین بن السید محسن الآمین العاملی،دار التعارف للمطبوعات ،الطبعة السادسة ۱۴۲۲ھ
- تنقیح المقال ،للعلامة الثانی عبد اللہ المامقانی (د ۱۳۰۲ھ)،المطبعة المرتضویة بالنجف الأشرف(۱۳۴۹ھ)
- نقد الرجال،العلامة المحقق السید مصطفی بن الحسین الحسینی التفریشی، الناشر: موسسة آل البیت لاحیاء الثراث بیروت،الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ
- مرآة العقول،للعلامة الحجة الشیخ محمد باقر المجلسی (۱۱۱۱ھ)،دار الکتب الاسلامیة تہران ایران (۱۳۰۴ھ)
- شرح الأصول و الروضة،للمحدث الجلیل محمد صالح المازندرانی (۱۰۸۱ھ)
- مع تعالیق المیرزا ابو الحسن الشعرانی وعلی عاشور،دار احیاء

التراث العربی بیروت (۱۴۲۱ھ)

- وسائل الشیعة ،شیخ الفقیه المحدث محمد بن الحسن الحر العاملی (۱۱۰۴ھ)
- موسسة آل البیت ؑ لاحیاء التراث بیروت، لبنان، الطبعة الاولی ۱۴۱۳ھ
- مستدرک الوسائل، لخاتمة المحدثین الحاج میرزا حسین النوری الطبرسی، ۱۳۲۰ھ، موسسة آل البیت ؑ لاحیاء التراث بیروت
- منتہی المقال، العلامة الخبیر الشیخ محمد بن اسمعیل ابو علی الحائری المازندرانی (۱۲۱۶ھ)، الناشر: مؤسسة آل البیت ؑ لاحیاء التراث بیروت، الطبعة الاولی ۱۴۱۹ھ
- معانی الأخبار ،شیخ أبی جعفر الصدوق (۳۸۱ھ)، بتحقیق : علی أکبر الغفاری، موسسة النشر الإسلامی التابعة لجامعة المدرسین، بقم المشرفة الطبعة الثانی ۱۴۱۹ھ
- ثواب الاعمال او عقاب الأعمال، شیخ الجلیل أبی جعفر الصدوق (۳۸۱ھ)، موسسة الاعلمی للمطبوعات بیروت، لبنان، الطبعة الرابعة ۱۴۱۰ھ
- تحف العقول عن آل الرسولؐ، شیخ الجلیل ابی محمد الحسن بن علی البحرانی، موسسة الأعلمی للمطبوعات بیروت، لبنان، الطبعة السابعة ۱۴۲۳ھ
- اقبال الأعمال، العالم العامل ابو القاسم علی بن موسی المعروف

بابن طاؤوس (۶۶۴ھ)،موسسۃ الأعلمی للمطبوعات بیروت، لبنان،الطبعۃالاولی ۱۴۱۳ھ

- کامل الزیارات ،لأبی القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ القمی، مترجم مرحوم آیۃ اللہ سید محمد جواد ذہنی تہرانی،چاپ اول ۱۳۸۱ھ

- انتشارات گنجینہ ذہنی قم المقدس، ہدیۃ الابرار ،الخطیب البارع. الشیخ مہدی الحائری المازندرانی،انتشارات المکتبۃ الحیدریۃ قم المشرفۃ ایران،المطبوع فی.....۱۴۲۳ھ

- دیوان الامام علی ، لقطب الدین ابی الحسن محمد بن الحسین البیہقی النیسابوری، تصحیح و ترجمہ در فارسی دکتر ابو القاسم امامی، انتشارات أسوہ و شرکت چاپ قم ایران،الطبعۃ الثالثۃ۔ ۱۳۷۹ھ۔ش

- مدینۃ المعاجز،العلامۃ المحدث السید ہاشم البحرانی تحقیق علاء الدین الأعلمی، موسسۃ الأعلمی للمطبوعات بیروت، لبنان، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۲ھ

المصادر والمراجع

من

کتبِ اَهلِ السنة

وہ کتب جن سے اس کتاب کی تالیف اور تحقیق میں مدد لی گئی ہے

❁ صحیح البخاری یا الجامع الصحیح ،لابی عبد اللّٰہ محمد بن اسماعیل الامام البخاری ۲۵۶ھ

۱۔الناشر نور محمد اصح المطابع بدہلی ۱۳۵۷ھ

۲۔دار السلام الریاض الطبعة الثالثه ۱۴۲۱ھ

❁ الجامع الصحیح ، للحافظ ابی الحسین مسلم بن الحجاج النیسابوری ۲۶۱ھ

۱۔اصح المطابع دہلی ۱۳۷۶ھ ۲۔دار السلام الریاض

❁ الصحیح ،للحافظ ابی بکر محمد بن اسحاق بن خزیمة ۳۱۱ھ، بتحقیق الدکتور الأعظمی المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۰ھ

❁ المصنف ،للحافظ ابی بکر عبد اللّٰہ بن محمد بن ابی شیبة الکوفی ۲۳۵ھ،بتحقیق سعید محمد اللحاکم دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ

❁ السنن الصغری،للامام الحافظ ابی عبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی ۳۰۳ھ،

❁ مع شرح الحافظ جلال الدین السیوطی ۹۱۱ھ،دار احیاء العربی بیروت لبنان الطبعۃ الاولی ۱۴۲۱ھ

❁ الجامع الصحیح،لابی عیسی الامام الترمذی ۲۷۹ھ،دار السلام الریاض الطبعۃ الثالثہ ۱۴۲۱ھ

❁ السنن،للحافظ ابی داؤد سلیمان بن الاشعث ۲۷۵ھ،دار السلام الریاض ۱۴۲۱ھ

❁ السنن ،للحافظ ابی عبد اللّٰہ محمد بن یزید بن ماجہ ۲۷۳ھ،دار السلام الریاض ۱۴۲۱ھ

❁ المستدرک علی الصحیحین،لابی عبد اللّٰہ محمد بن عبد اللّٰہ الامام الحاکم النیسابوری ۴۰۵ھ

۱۔دائرۃ المعارف بحیدر آباد الدکن ہند

۲۔دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۲ھ

تحقیق مصطفی عبد القادر عطاء

❁ المصنف،للحافظ ابی بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی ۲۱۱ھ، بتحقیق ایمن نصر الدین الازہری دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ

❁ السنن الکبری،للامام النسائی،تحقیق سید کسروی،دکتور عبد الغفار دار الکتب العلمیۃ بیروت۔لبنان الطبعۃ الاولی ۱۴۱۱ھ

❁ السنن الکبری،للحافظ ابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی ۴۵۸ھ،تحقیق محمد عبد القادر عطاء ،دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنا ۱۴۲

❁ کتاب السنة، للحافظ ابی بکر احمد بن عمرو ابن ابی عاصم ۲۸۲ ھ، دار ابن حزم بیروت الطبعة الاولی ۱۴۲۴ھ

❁ والمکتب الاسلامی تحقیق ناصر الدین الالبانی

❁ المسند، للحافظ سلیمان بن داؤد بن آلجارود ابی داؤد الطیالسی ۲۰۴ھ، مجلس دائرة المعارف حیدر آباد الدکن ۱۳۲۱ھ

❁ المسند، للامام الحافظ ابی عبد اللّٰہ احمد بن محمد بن حنبل ۲۴۱ھ

۱۔ بیت افکار الدولیة مجلد واحد

۲۔ ودار احیاء التراث العربیی بیروت تسعة اجزاء ۱۴۱۴ھ

۳۔ المطبعه المیمنه بمصر ۱۳۰۶ھ

❁ البحر الزخار، المعروف بمسند البزار، للحافظ ابی بکر احمد بن عمرو العتکی البزار ۲۹۲ھ، بتحقیق الدکتور محفوظ الرحمٰن زین اللّٰہ، مکتبة العلوم الحکم المدینة المنورة الطبعة الاولی ۱۴۰۹ھ

❁ المسند، للحافظ ابی یعلی احمد بن علی بن المثنی الموصلی ۳۰۷ھ، تحقیق مصطفی عبد القادر عطاء، ۷ مجلد، دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الاولی ۱۴۱۸ھ

❁ المسند، للحافظ ابی سعد الہیثم بن کلیب ابوسعید الشاشی ۳۳۵ھ، تحقیق الدکتور محفوظ الرحمٰن زین اللّٰہ، مکتبة العلوم و الحکم المدینة المنورة ۳ مجلد

❁ المعجم الصغیر، للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ۳۶۰ھ، تحقیق عبد الرحمٰن محمد عثمان جزءان، المکتبة السلفیة

بالمدینۃ المنورۃ ۱۳۸۸ھ

❊ المعجم الاوسط ،للامام الطبرانی تحقیق محمد حسین اسمعیل الشافعی ،دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۲۰ھ ۷ مجلد ،دار الحدیث القاہرۃ ۱۴۱۷ھ

❊ المعجم الکبیر ،للامام الطبرانی تحقیق حمدی عبد المجید السلفی ،دار احیاء التراث العربی بیروت الاجزاء ۲۵

❊ المعجم ،للحافظ ابی بکر محمد بن ابرہیم بن علی ابن المقری ۳۸۱ ھ ،تحقیق ابی عبد الرحمٰن عادل بن سعد (مجلد واحد)،مکتبۃ الرشید الریاض الطبعۃ الاولی ۱۴۱۹ھ

❊ الشریعۃ ،للحافظ ابی بکر محمد بن الحسین الآجری الشافعی ۳۲۰ھ ،جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی الکوث الطبعۃ الاولی ۱۴۲۱ھ

❊ المتفق و المفترق ،تحقیق الدکتور محمد صادق الحامدی ، دار القادری الطبعۃ الاولی ۱۴۱۷ھ

❊ موضح الاوہام ،للحافظ ابی بکر الخطیب البغدادی ۴۶۳ھ ،الجامع الصغیر ،للامام جلال الدین السیوطی ۹۱۱ھ ،دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۳ھ

❊ معجم الشیوخ ،للحافظ ابی سعید احمد بن محمد بن زیاد ابن الاعرابی ۳۴۱ھ ،تحقیق محمود محمد انصار ، السید یوسف احمد جزءان ،دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۱۹ھ

- مشکل الآثار ،للحافظ ابی جعفر احمد بن محمد بن سلامة الطحاوی ۳۲۱ ھ،تحقیق محمد عبد السلام شاہین ۴ ،دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الاولی ۱۴۱۵ھ
- المقاصد الحسنة،للشیخ محمد بن عبد الرحمٰن شمس الدین السخاوی ۹۰۲ ھ،تحلیق عبد اللّٰہ محمد الصدیق ۱ ،دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الاولی ۱۴۲۴ھ
- تلخیص المتشابة،تحقیق سکینة الشہابی ۱۹۸۵ھ
- وتالی التلخیص دار الصمیمی الریاض ۱۴۱۷ھ
- کنز العمال،العلامة علاء الدین علی التقی بن حسام الدین الہندی ۹۲۵ ھ،تحقیق محمود عمر الدمیاطی الاجزاء ۱۲ ،دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الاولی ۱۴۱۹ھ
- مجمع الزوائد ،للحافظ ابو بکر نور الدین الہیثمی ۸۰۷ھ،دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۰۸ھ
- جمع الفوائد ،للحافظ محمد بن محمد بن سلیمان المالکی ۱۰۹۴ھ تحقیق محمد عبد الخالق الزناتی مجلدین ،دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الاولی ۱۴۲۲ھ
- ذم الکلام و اہلہ ،للعلامة ابی اسمٰعیل عبد اللّٰہ بن محمد الہروی ۴۸۱ھ ،تحقیق ابوجابر عبد اللّٰہ الانصاری ،مکتبة الغرباء الاثریة الطبعة الاولی ۱۴۱۹ھ
- الادب المفرد ،للامام الحافظ ابی عبد اللّٰہ البخاری ۲۵۶ھ،تحقیق

محمد فواد عبد الباقی، المکتبۃ الاثریہ فیصل آباد ۱۴۰۹ھ

❊ کنوز الحقائق ،للعلامۃ عبد الرؤف بن علی المناوی ۱۰۳۱ھ، تحقیق ابی عبد الرحمٰن ابن عویضہ مجلدین،دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۱۷ھ

❊ جامع المسانید و السنن ،للحافظ اسمعیل بن کثیر ابی الفداء الدمشقی ۷۷۴ھ ،تحقیق الدکتور عبد المعطی امین قلعجی ۳۸ جزء،دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ

❊ مجمع البحرین، للحافظ نور الدین ابی بکر الہیثمی ۸۰۷ھ، تحقیق محمد حسن اسمعیل الشافعی ،دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۱۹ھ

❊ الکنی و الألقاب ،للحافظ ابی بشر محمد بن احمد الدولابی ۳۱۰ھ،تحقیق الشیخ زکریا عمیرات ۲ جزء ،دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۲۰ھ

❊ شروح الاحادیث ، فتح الباری ،للحافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ،دار السلام الریاض ردار الضحا دمشق ۱۴۲۱ھ

❊ فتح الباری شرح البخاری، للحافظ ابن حجر تحقیق محمد عبد السلام شابین (۳ جلد)،دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۲۴ھ

❊ تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، للحافظ ابی العلا ،محمد عبد

الرحمٰن المبارکفوری ۱۳۵۳ھ،تحقیق علی محمد معوض عادل احمد عبد الموجود،دار احیاء التراث العربی موسسة التاریخ بیروت ۱۴۲۲ھ

- مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،للعلامة علی بن سلطان محمد القاری البروی ۱۰۱۴ھ،مکتبة امدادیه بملتان باکستان ۱۳۹۰ھ
- عمدۃ القاری شرح البخاری،للحافظ ابی محمد محمود بن احمد بدر الدین العینی ۸۵۵ھ،تحقیق صدیق الجمیل العطار (۱۲)،دار الفکر بیروت الطبعة الاولی ۱۴۱۸ھ
- المنہاج شرح صحیح مسلم،للحافظ محیی الدین بن یحی ابو زکریا النواوی ۶۷۶ھ،دار ابن حزم بیروت الطبعة الاولی ۱۴۲۳ھ
- نور محمد اصح المطابع دہلی مجلدان، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر القدیر ،للعلامة محمد عبد الرؤف المنادی ۱۰۳۱ھ،تصحیح احمد عبد السلام ۶ مجلدات،دار الکتب العلمیة بیروت الطبعة الاولی ۱۴۱۵ھ
- رجال الحدیث، تہذیب التہذیب ،للحافظ احمد بن علی الشہیر ابن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ،تحقیق الشیخ شیحاد الشیخ السلابی و الشیخ علی ۴ اجزاء،دار المعرفة بیروت الطبعة الاولی ۱۴۱۷ھ
- میزان الاعتدال ،للحافظ ابی عبد اللّٰه محمد بن احمد الذہبی ۷۴۸ھ،تحقیق صدقی جمیل العطاء ۴،دار الفکر بیروت الطبعة

الاولی ۱۴۲۰ھ

❊ سیر اعلام النبلاء، للحافظ ابی عبد اللہ الذہبی تحقیق شعیب الار ناؤط، موسسۃ الرسالۃ بیروت ۲۵، الطبعۃ الحادیۃ عشرۃ ۱۴۱۹ھ

❊ الطبقات الکبریٰ، للحافظ ابی عبد اللہ محمد بن سعد الزہری ۲۳۰ ھ، دار احیاء التراث العربی بیروت ۲

❊ تقریب التہذیب، لابن حجر العسقلانی تحقیق خلیل مامون شیحا، دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۷ھ

❊ لسان المیزان، لحافظ ابن حجر العسقلانی تحقیق المرعشلی ۱۰، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ

❊ تذکرۃ الحافظ، للحافظ ابو عبد اللہ الذہبی تحقیق الشیخ زکریا عمیرات، دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

❊ الجرح و التعدیل، للحافظ ابی محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم الرازی ۳۲۷ھ، تحقیق مصطفی عبد القادر عطا ۱۱، دار الکتب العلمیۃ الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

❊ الخلاصۃ للخزرجی، للحافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی ۹۲۳ھ، تحقیق مجدی منصور الشوری ۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبقہ الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

❊ معجم الرجال و الحدیث، فضائل اہل البیت، من کتب الصحاح و السنن و المسانید و المعاجم، لابی اسد اللہ محمد حیات بن الحافظ محمد عبد اللہ الانصاری، مخطوطہ بخط المؤلف (خمسۃ

اجزاء)، المولف بذا الکتاب ۵ مجلات

❁ إزالة الخفا، للشاہ ولی اللّٰہ المحدث الدہلوی ۱۱۷۶ھ، سہیل اکادمی لاہور ۱۳۹۶ھ

❁ تحفہ الاثنی عشریہ، لشاہ عبد العزیز المحدث دہلوی، سہیل اکادمی لاہور

❁ اصول السرخسی، للعلامۃ ابی بکر محمد بن احمد السرخسی ۴۹۰ھ، بتحقیق الدکتور رفیق العجم، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۱۸ھ

❁ منہاج السنۃ، للعلامۃ ابن تیمیۃ البحرانی ۷۲۸ھ، المکتبۃ السلفیہ بلاہور ۱۳۹۶ھ

❁ النبراس، شرح شرح العقائد، للعلامۃ محمد عبد العزیز الفرباری، مکتبۃ الاستانہ استنبول ۱۳۳۰ھ

❁ زاد المعاد، لابن قیم الجوزیۃ ۷۵۱ھ، دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۰ھ

❁ الفتاوی الحدیثیۃ، العلامۃ ابن حجر المکی ۹۷۳ھ، دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۹ھ.

❁ الصواعق المحرقہ، لابن حجر المکی ۹۷۳ھ، مکتبۃ مجیدیہ ملتان

❁ حجۃ اللّٰہ البالغہ، شاہ ولی اللّٰہ دہلوی، المکتبۃ السلفیہ لاہور

❁ ❁ ❁

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

الحمد مارکیٹ فرسٹ فلور دکان نمبر 20- غزنی سٹریٹ- اردو بازار- لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120